

وَبَيْنَ يَدَيْهِ

عَلَى اللَّهِ
وَبَيْنَ يَدَيْهِ
وَبَيْنَ يَدَيْهِ



وَبَيْنَ يَدَيْهِ
وَبَيْنَ يَدَيْهِ
وَبَيْنَ يَدَيْهِ

وَجَدَيْنَا

حصّۃ اول

از:-

میرزا محمد رفیع الدین صاحب

مترجم:-

میرزا محمد رفیع الدین صاحب

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

شائع کردہ:

دانشگاہِ خواجه بھکنت
انجمنِ خارفین

3 اے نورویلا۔ گارڈن ویسٹ کراچی 3 پاکستان

www.monoreality.org

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے سب کو فائدہ ہو اور وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ آمین

علمی انتساب

(حصہ اول)

اس بات پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اُمّ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ تمام قرآن کی سورتوں کی سردار ہے، آیت الکرسی (۲: ۲۵۵)، جملہ قرآنی آیات کی سردار ہے اور اسم اعظم تمام اسمائے الہی کا سردار ہے۔

باطناً علی اُمّ الکتاب ہے، اور آیت الکرسی میں علی کے نور کا ذکر جمیل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جو الحی القیوم ہے، وہ امامِ حجتی و حاضر ہے، نیز الحی سے حجت قائم مراد ہے، اور القیوم خود حضرت قائم ہے اور یہ دونوں عظیم الشان امام ایک بھی ہیں، اور دو بھی ہیں، اور اس میں بہت بڑی حکمت ہے، قرآن حکیم میں زندہ اسم اعظم (الحی القیوم) کا ذکر تین مقام پر ہے: ۲: ۲۵۵، ۳: ۲، ۲۰: ۱۱۱ اس کے علاوہ قرآن میں سات دفعہ رسم بھی ہے، یہ الحی القیوم کا مخفف ہے، یعنی خدا کا زندہ اسم اعظم حجت قائم، اور انتہائی اسم اعظم حضرت قائم القیامت ہے۔

ان عزیزوں کے اسماء جن کے لئے یہ انتساب رکھا گیا ہے۔

(۱) قربان علی نظر علی مومن، تاریخ پیدائش: ۳۰ دسمبر ۱۹۵۵ء، بیگم نور بانو قربان علی مومن پیدائش: ۲۴ دسمبر ۱۹۶۱ء، بیٹی ایل لے ایس کرن قربان علی مومن، ۳ جولائی ۱۹۸۲ء، بیٹی نیلم ایل لے ایس پیدائش: ۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء، بیٹا حسین قربان علی مومن ایل لے ایس پیدائش: ۲ ستمبر ۱۹۹۰ء۔

(۲) آتی ایل جی سلطان علی لاڈ جی، تاریخ پیدائش: ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء، بیگم آتی ایل جی شوکت بانو سلطان علی لاڈ جی پیدائش: ۱۹ اپریل ۱۹۵۹ء، بیٹا عظیم

سلطان علی آئی ایل جی، ایل اے ایس؛ پیدائش: ۳ مارچ ۱۹۹۲ء۔

نصیر الدین نصیر (حُبِّ علی) ہونزائی

جمعہ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

طالما ہی علم و حقیقت کا نور ہوگا،
تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے
میں نے اپنی زندگی میں
کئی نئی بات سیکھی ہے۔

علمی انتساب

(حصہ دوم)

ذَوَائِكَ فِيكَ وَمَا تَشْعُرُ
وَدَائِكَ مِنْكَ وَمَا تُبْصِرُ
وَتَحْسَبُ أَنَّكَ جِزْمٌ صَغِيرٌ
وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ
وَأَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ الَّذِي
بِأَحْرَفِهِ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ
فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِي خَارِجِ
يُحِبُّرٍ عِنْدَكَ بِمَا سَطَّرُ

(۱) تیری دوا تیرے اندر ہی ہے اور تجھ کو خبر نہیں، اور تیری بیماری تجھ ہی

سے پیدا ہوتی ہے اور تو دیکھتا نہیں۔

(۲) اور تو خیال کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے، حالانکہ تجھ میں

عالم اکبر لپٹا ہوا ہے۔

(۳) اور تو ہی وہ کتاب مبین ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ راز

ظاہر ہوتے ہیں۔

(۴) تو تجھ کو خارج کی ضرورت نہیں ہے، جو تیرے متعلق کبھی ہوتی باتوں

کی نہروے۔ (از دیوان حضرت مولانا علی علیہ السلام)

اُن عزیزوں کے اسماء جن کے لئے یہ انتساب لکھا گیا ہے،۔

(۱)، آئی ایل جی ظاہر علی رحیم، تاریخ پیدائش: ۷ ستمبر ۱۹۶۴ء، بیگم آئی ایل جی یاسین ظاہر علی، تعلیم: بی اے، اور ان کے پیارے بچے، ایل اے ایس زویب ظاہر علی اور ایل اے ایس فرح ظاہر علی، ان دونوں کی تاریخ پیدائش: ۲۴ جون ۱۹۹۰ء، تیسری اولاد ایل اے ایس سلمان ظاہر علی، پیدائش: ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء۔

(۲)، آئی ایل جی ظاہر کریم علی، تاریخ پیدائش: ۷ ستمبر ۱۹۷۲ء، تعلیم: انٹرمیڈیٹ۔ عنقریب دانش گاہ خانہ حکمت کے عملدروں کی ایک منظم تاریخ بصورت کتاب جب منظر عام آئے گی، ان شاء اللہ اُس وقت تمام دوستوں کی جملہ خدشات کا مفصل تذکرہ ہوگا۔

نصیر الدین نصیر (حُب علی)، ہونزرائی

برص ۲۱ جون ۲۰۰۰ء

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

طالعیہ و سائنس اور اخلاقیات کا ادارہ

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون	شمار
۱۱	پیش لفظ	۱
۲۰	حمد و سپاس	۲
۲۲	آغازِ کتاب	۳
	کلام - ۱	
۲۷	امام علیہ السلام ہر زمانے میں لوگوں پر حق تعالیٰ کی محبت ہیں	۴
۳۰	مباحثہ	۵
	کلام - ۲	
۳۲	امامت کے تمام دعویداروں میں سے امام برحق کی نشاندہی	۶
	کلام - ۳	
۵۱	علم، یعنی دانش کے بارے میں	۷
	کلام - ۳	
۵۳	لطیف روحانی عالم کے بارے میں	۸
	کلام - ۵	
۶۱	بہشت، اس کا دروازہ اور اس کی کلید کے بارے میں	۹
	کلام - ۶	
۶۷	عالم جسمانی کی حقیقت کے بارے میں	۱۰
	کلام - ۷	
۷۱	دوزخ اور اس کے دروازے کے بارے میں	۱۱

صفحہ	مضمون	شمار
	کلام - ۸	
۷۸	پنچبندوں کے بھیجے جانے کی واجبیت	۱۲
	کلام - ۹	
۸۶	فتران اور اس کی تاویل کے اثبات کے بارے میں	۱۳
۸۸	مباحثہ	۱۴
	کلام - ۱۰	
۹۸	کتاب اور شریعت کے ظاہر و باطن کے بارے میں	۱۵
	کلام - ۱۱	
۱۰۵	کلمہ اخلاص	۱۶
۱۱۰	اعداد کی قسمت اول کی توضیح	۱۷
۱۱۲	کلمہ اخلاص کی مطابقت و موافقت حساب، عالم دین اور عالم جسمانی کے ساتھ	۱۸
۱۲۳	دائرہ عقل	۱۹
	کلام - ۱۲	
۱۳۹	سورہ اخلاص کے بارے میں	۲۰
۱۴۳	فصل	۲۱
	کلام - ۱۳	
۱۴۸	تعوذ کی تاویل کے بارے میں	۲۲
	کلام - ۱۴	
۱۵۲	تسمیہ کی تاویل کے بارے میں	۲۳
	کلام - ۱۵	
۱۵۹	طہارت اور اس کے آداب کے بارے میں	۲۴

صفحہ	مضمون	شمار
۱۹۳	فصل (۸) : اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ دینے کے بارے میں	۳۱
۱۹۳	فصل (۹) : حج یا جہاد کے موقع پر نماز میں قصر کی (کرنیکے بارے میں	۳۲
۱۹۵	فصل (۱۰) : _____ بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں	۳۳
۱۹۵	حکایت (رسول اور اصحاب نے بیٹھ کر نماز پڑھی)	۳۴
۱۹۷	حکایت (آخر الکتاب کا وقفہ)	۳۵
	کلام - ۲۰	
۱۹۹	ان تاویلات کے بارے میں جو پنج وقتی نمازوں، اس کی رکعتوں کی تعداد اور اس کے اوقات میں ہیں	۳۶
۲۱۳	تفسیریم نوری	۳۷
۲۱۴	مدارج اطاعت	۳۸
۲۱۵-۲۱۹	وجہ دین (حصہ دوم)	
۲۱۷	وحدت ارواح یا اضافی روہیں	
۲۱۹	فہرست مضامین (حصہ دوم)	
۲۲۰	انڈیکس	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُ

پیش لفظ

بنا آنکہ دارای جہانست خداوند تن و عقل و روانست
 نرود زادرک او حیران بمانده دل جهان در رهش بے جان بمانده
 بہر صغی کہ گویم زان فرو نست زہر شرجی کہ سن دانم بر دانست
 (حکیم ناصر خسرو قدس اللہ سرہ)

قارئین کرام سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ حضرت سیدنا پیر شاہ ناصر خسرو علوی (قدس اللہ سرہ العزیز) حجت نراسان و بدیشان (مجاہد مولانا الامام المستنصر باللہ علیہ السلام) ان باکرامت اسماعیلی پیروں اور بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں نور شیدہ امامت کے نور ہدایت سے بالعموم اہل جہان کو بالخصوص اسماعیلی عالم کو اس طرح مستفیض فرمایا، جس طرح چاند اور ستارے سورج کی مادی روشنی سے اس جہان کو مستفیض کرتے رہتے ہیں۔ ان باعظمت و جلالت بزرگوں کے اکثر علمی آثار اپنی پوری قدر و قیمت کے ساتھ گنجھائے گونا گویا کی طرح اب بھی موجود و باقی ہیں۔ جن کے مشاہدہ و مطالعہ سے اہل بصیرت بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں، کہ وہ حضرات علم و حکمت کے کمن کمن اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے تھے۔

حضرت سیدنا شاہ ناصر خسرو ۳۹۳ھ مطابق ۱۰۰۳ء میں پیدا ہوئے ان کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا یہ عالم تھا، کہ نو سال کی عمر میں قرآن پاک کو حفظ کر لیا۔ مزید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پانچ سال کے عرصہ میں علم لغت، صرف و نحو، علم عروض و قافیہ اور علم حساب سیکھا۔ اس کے بعد مدت تین سال میں علم نجوم، علم ہیئت، علم الرمل اقلیدس اور کتاب محضی کی تعلیم مکمل کر لی۔

جب وہ ستروہ برس کے ہوتے تو انہوں نے علم ادب، علم فقہ اور حدیث شریف کا درس شروع کیا، اور اسی ضمن میں اس زمانے کی دو مشہور کتابیں جامع کبیر اور سیر کبیر بھی پڑھی گئیں، قرآن شریف کے حقائق کی جستجو کے سلسلے میں تقریباً تین سو تفاسیر پڑھیں، جن میں سے کچھ تو نصاب میں آئی تھیں اور بعض کا ذاتی طور پر مطالعہ کیا۔

پھر موصوف نے فلسفہ یونان کو پڑھا۔ جب ان کی عمر شریف پندرہ سال ہو چکی تھی اس وقت بلخ ہی میں مقیم تھے۔ ناصر خسرو عربی کے علاوہ ترکی، یونانی عبرانی اور سندھی زبان بھی جانتے تھے اور فارسی تو ان کی مادری زبان تھی۔

جب حضرت ناصر خسرو کی عمر شریف ۳۲ سال ہو گئی تو انہوں نے تورات زبور اور انجیل کو یہودی علماء سے پڑھا۔ اس کے بعد ذاتی طور پر پورے چھ سال تک ان تینوں کتب سماوی کا متقنہ و مناظرانہ انداز سے مطالعہ فرمایا۔

بعد ازاں حکیم جاماسپ کی کتاب موسومہ "منطق الہی و طبعی" علم طب اور ریاضیات کو مکمل کر لیا۔ پھر تصوف و روحانیات، علم تسخیر اور طاسمات کو حاصل کیا اور تقریباً چالیس سال کی عمر شریف میں ناصر خسرو ایک عظیم النظیر حکیم، مشہور فلسفی، متبحر علامہ، زبردست مناظر اور نامور شاعر بن گئے۔

یہ تمام علوم بلخ، بخارا، عراق اور خراسان کے ضلعوں سے حاصل کئے تھے اور انہوں نے مذکورہ تمام علوم میں اس درجے کا کمال حاصل کر لیا، کہ یہود و نصاریٰ کے علماء بھی ان سے اپنی مذہبی کتابیں پڑھتے تھے۔

سیدنا حکیم ناصر خسرو کی فطرت میں تلاش حقیقت کی جملہ خداداد صلاحیتیں موجود تھیں، اس لئے وہ تقلیدی اور ظاہری علوم سے مطمئن نہیں تھے انہوں نے

قرآن وحدیث کے اشارات، قانونِ قدرت کے مشاہدات اور عقل ودانش کے فیصلے سے یہ یقینی نتیجہ نکالا کہ ہر زمانے میں ایک ایسی فاضل ترین و کامل ترین شخصیت کا موجود و حاضر ہونا از بس ضروری و لازمی ہے جو حق تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہر گز وہ اور ہر فرد کے لئے اس کی حق داری کے مطابق ہدایت کرے چنانچہ آپ اپنے دیوان کے ایک طویل قصیدے میں، جس کے ایک سو تیس اشعار ہیں۔ اپنے بعض ابتدائی حالات کا تذکرہ فرماتے ہیں، جس کا مطلع درج ذیل ہے:-

ای خواندہ بسی علم جہان گشتہ سر اسر
تو برمی از برت این چرخ مدور
مذکورہ قصیدے کے اکثر اشعار رموز و کنایات سے بھرے ہوئے ہیں جن کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت پیرناضر خسرو (قدس اللہ سرہ) شروع شروع میں اثنا عشری عقائد کے قائل تھے، مگر جب مصر میں سیدنا مہذبۃ اللہ المودینی الدین شیرازی سے ان کی ملاقات ہوئی تو سیدنا المودینی کے معجزات علمی سے ان کو یقین آیا کہ وہ اپنے ایک تاریخی خواب کے نتیجے میں جس مقدس اور لافانی چیز کی تلاش میں نکلے تھے، وہ یہیں سے مل سکتی ہے، چنانچہ انہوں نے بخشی اسماعیلی مذہب قبول کر لیا، اس کے بعد نور امامت کے فیوض و برکات سے ان کے لئے علم لُدتی اور کشف و کرامات کے دروازے کھل گئے اور ان کے خواب میں کسی بزرگ نے قبلہ کی جانب جس روحانی طبیب و حکیم کی نشاندہی فرمائی تھی، وہ ان کو مل گیا، وہ روحانی طبیب و حکیم فی الحقیقت مولانا الامام المستنصر باللہ علیہ السلام تھے، اب حضرت پیرناضر خسرو روحانی طور پر حضرت محمد وآل محمد کے شہرستانِ علم و حکمت میں داخل ہو چکے تھے، چنانچہ انہوں نے مذکورہ قصیدے میں اس عظیم روحانی شہر کے عجائب و غرائب کے متعلق جو کچھ نقشہ کشی کی ہے، اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل شعر سے ملتی ہے:-

شہری کہ در دینا پوشند حکیمان
نه تافته ماده دنه بافتہ نر

(یعنی میں روحانیت کے جس شہر میں داخل ہوا تھا، وہ ایک ایسا شہر تھا، کہ اس میں حکماً دیا پہن لیا کرتے ہیں، وہ دیباہ تو عورت کا کاٹا ہوا ہے، نہ مرد کا بنا ہوا۔

اس شعر سے ظاہر ہے، کہ حضرت پیر ناصر خسرو یہاں عالمِ روحانیت اور مقامِ علمِ کدتی کا تذکرہ فرماتے ہیں، انہوں نے اپنی اکثر تصانیف میں بارہا اس امر و اتنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، کہ ان کو نورِ امامت کی طرف سے روحانی علم و حکمت کا سلسلہ جاری تھا، چنانچہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:-

برجان من چو نورِ امام زمان بتافت
نام بزرگ امام زمان است ازین قبل
لیل التمر لیلوم و شمس الضحیٰ شرم
من از زمین چو زہرہ بدو بر سما شرم

یعنی جب میری جان پر (بطریق باطن) امام زمان کا نور طلوع ہوا، تو میں جو قبلاً غفلت و جہالت کی، اندھیری رات تھا (اس نور کی بدولت، روز روشن بن گیا) پس، اسی وجہ سے امام زمان (حق تعالیٰ کا) اسمِ اعظم ہیں، میں تو انہی (کی روحانی طاقت، سے زہرہ کی طرح پرواز کر کے روحانیت کے آسمان پر جا پہنچا۔
زیرِ نظر کتاب اسی نامور حکیم، خدرا سیدہ بزرگ، پیرِ کامل اور محبتِ خراسان و بدخشان کی پر حکمت تصانیف میں سے ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس بے نظیر کتاب کو موصوفِ حکیم کی جملہ تصانیف میں بابِ آخر کا درجہ حاصل ہے، کیونکہ یہ ان کی بے پایاں علمی و عرفانی معلومات و تجربات کا خلاصہ و جوہر ہے، اس حقیقت کے ثبوت میں ہم یہاں صرف دو دلیل پیش کرتے ہیں: پہلی دلیل یہ ہے کہ پیر ناصر خسرو کے مذکور کلام سے یہ مطلب صاف طور پر ظاہر ہے، کہ امام زمان کے نورِ تاویل ان پر تکشف ہونے سے قبل (جو بطریقِ کشف باطن ان کی روح میں

لے زہرہ: شہرِ بابل کی ایک جمیلہ پارسا خاتون کا نام ہے جس کے متعلق یہ قصہ مشہور ہے کہ ہاروت و ماروت سے، جو دو آزمائشی فرشتے تھے، اسمِ اعظم حاصل کر کے آسمان میں پرواز کر گئی۔

طُوع ہوا تھا، ان کی ظاہری علمی حیثیت اندھیری رات کی سی تھی، چنانچہ قرآن کے علم ظاہر اور علم تاویل کے بارے میں فرماتے ہیں:-

شور است چو دریا بہ مثل ظاہر تاویل تاویل چو لؤلؤست سوی مردم دانان
 ”یعنی تاویل کا ظاہر مثال کے طور پر سمندر کا کھارا پانی ہے اور تاویل اس کے اندر دانا آدمی کے لئے بیش بہا موتیوں کی طرح ہے“

اب نتیجہ کے طور پر یہ کہنا حق بجانب ہوگا، کہ حضرت پیر کے نزدیک ان کی سب سے بڑی اہمیت والی کتاب دراصل وہ ہوتی چاہتے جس کی تصنیف میں انہوں نے زیادہ سے زیادہ تاویل سے کام لیا ہو، پس ایسی کتاب تو صرف ”وجہ دین“ ہی ہے۔

حضرت پیر کی گرانقدر اور پُر حکمت تصنیفات میں ”وجہ دین“ کو حرفِ آخر کا درجہ حاصل ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب موصوف پیر نے اپنے علمی و عرفانی کارناموں کے ارتقاء کے تقریباً آخری درجے پر تصنیف کی ہے کیونکہ ”دیوان“ میں ایسے دو شعر ملتے ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پیرِ کامل نے اپنی بہت سی تصنیفات کے بعد ”زاد المسافرین“ بمقامِ بیگانہ ۳۵۳ھ بمطابق ۱۶۱۱ء میں مکمل کر لی تھی۔ اور ”وجہ دین“ کی تکمیل اس کے بعد ہوتی ہے۔ چنانچہ آنجناب اپنی شہرہ آفاق کتاب ”زاد المسافرین“ کی تعریف میں فرماتے ہیں:-

ز تصنیفات من زاد المسافر کہ معقولات راصل است وقانون
 اگر بر خاک افلاطون بخوانند شناخواند مرا خاک فلاطون

لے: کتاب ہذا ۱۱۵۰ھ پر پیر نامہ تصدق فرماتے ہیں: ہم نے اس کی تشریح ایک اور کتاب زاد المسافرین میں کی ہے۔ ظاہر ہے، کہ زاد المسافرین ”پہلے اور وجہ دین“ بعد میں لکھی گئی ہے۔ اور ”وجہ دین“ کی تصنیف سے آج تک تقریباً ۹۰۰ سال ہوتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
 مَا لَمْ یَكُن یَعْلَمُ
 سُبْحٰنَكَ رَبِّیْ
 اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ
 الْحَكِیْمُ

”یعنی میری تصنیفات میں سے ”زاد المسافرین“ جو معقولات کی اصل و بنیاد اور قانون و آئین کا درجہ رکھتی ہے، اگر (یہ کتاب مشہور یونانی حکیم، افلاطون کی قبر پر پڑھی جائے تو افلاطون کے بوسیدہ جسم، کی مٹی بھی میری تعریف و توصیف کتے بغیر نہ رہے گی“

جب ہمیں معلوم ہوا، کہ حکیم ناصر خسرو نے یونانی فلسفیوں اور حکما کی ظاہر کا مقابلہ کتاب ”زاد المسافرین“ سے کیا ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے جو کتاب قرآن، حدیث اور فقہ کی تاویلی اسرار و رموز کی وضاحت میں لکھی، وہ ”زاد المسافرین“ سے بھی بڑھ کر ہوگی، اور ایسی اعلیٰ درجے کی خالص مذہبی کتاب جس میں امام زمان کے نور و حضور کے روح افزا اسرار حقائق و معارف بیان ہوتے ہیں، صرف ”وجہ دین“ ہی ہے، کیونکہ حکیم ناصر خسرو اپنے زمانے کے امام کی جانب سے مرتبہ مجتبیٰ پرفائز و مامور تھے، اور امام زمان سے ہر حجت کو جو اصلی چیز بنتی ہے وہ نورانی اور عملی تاویل کی صورت میں ہوتی ہے، چنانچہ اس شعر سے یہی مطلب عیان ہے۔

”از دل حجت بحضرت رہ بود
 او بتائید دلش آگہ بود“

یعنی حجت کے قلب سے حضرت (امام زمان) ہمک (عرض و التجار جانے اور نورانی تاویل آنے کا روحانی) راستہ موجود ہے، اور وہ (امام زمان)، اس کو (روحانی و عقلانی) مدد پہنچانے سے (ہرگز غافل نہیں، بلکہ ہمیشہ آگاہ ہیں“

پس معلوم ہوا، کہ حکیم ناصر خسرو حجت فرما سان و بدیشان کو اپنے زمانے کے امام سے علم تاویل کے جو بے پایاں خزانے حاصل ہوئے تھے وہ اس مہذب کتاب کے موضوعات میں رکھے ہوئے ہیں، مگر یہ بات بھی ضرور یاد رکھئے، کہ اس پُر حکمت کتاب کے بعض موضوعات کے تنزیلی پہلوؤں کا تعلق زمانہ ماضی سے ہے، لیکن ان کے باطن میں جو تاویلات ہیں وہ ہمیشہ کے لئے مطلوب و مقصود ہیں، چنانچہ اگر

لے معقولات وہ علم ہے، جس میں عقلی چیزوں سے بحث کی جائے۔

پیغمبر یا کوئی امام ہو گیا یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہوا، تو کس طرح درست ہو سکتا ہے، جبکہ ہمارا عقیدہ اور یقین ہے، کہ دنیا اور اس کے باشندے امام زمان کے وجود و ظہور مبارک کی بدولت قائم اور زندہ ہیں۔ (دیکھو حدیث: لَوْ خَلَّتْ...، اور اگر جواب اثبات میں ہے، تو اس سے بہت سے ذیلی سوالات پیدا ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک تو یہ کہ: کیا اس وقت دو امام ہوں گے؟ اگر ایسا ہوا تو چاند پر کس خاندان سے امامت کا آغاز ہوگا؟ وغیرہ۔

پس یقیناً ”وجہ دین“ ہی وہ واحد کتاب ہے، جو اس قسم کے پیچیدہ اور مشکل سوالات کے تسلی بخش جوابات کا ذریعہ بن سکتی ہے جس کی وجہ دہی ہے جو طور بالائیں عرض کی گئی ہے، کہ یہ کتاب پیر کامل نے امام برحق کے ہمہ رس و ہمہ گیر ٹور کے ذریعے پوسے دور کا مشاہدہ کر کے آئندہ پیش آنے والے مسائل کے جواب میں لکھی ہے، اور اس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے، کہ مومنین انقلابات زمانہ کے پیدا کردہ دینی مسائل کو حل کرتے ہوئے خدا کی رسی رسلہ امامت کو مضبوط سے تھامے رہا کریں۔

بحمد اللہ اب یہ نگران مایہ اور نایاب کتاب نہ صرف آسان اردو زبان میں آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے، بلکہ اس کے شکل الفاظ و اصطلاحات کی تشریح و توضیح بھی کی گئی ہے، فٹ نوٹ لکھے گئے ہیں اور ضرورت کے مطابق بڑے پیروں کے چند پھوٹے پھوٹے پیرے کر دیتے گئے ہیں، نیز نقل و طبع کی سبقتہ غلطیوں کی حتی الوسع اصلاح کی گئی ہے۔

میں آخر میں رسمی طور پر نہیں بلکہ دل و جان اور اخلاص و ایمان سے شکر یہ ادا کرتا ہوں ان تمام علم پرور اجاب کا، ان تمام پیر کامل ناصر خسرو کے علم و حکمت کے شیدا تئوں کا اور ان سائے ”ادارۃ دارالکلمت الاسماعیلیہ ہونزہ گلگت“ کے میزوں اور معاونوں کا جنہوں نے اس ناتوان خادم ملت کی ہر طرح سے معاونت اور حوصلہ افزائی فرمائی اور اس ہمہ رس علمی خدمت کا مشورہ دیا، نیز میں اسی خلوص

سے شکریہ ادا کرتا ہوں، ان تمام رُوحانی احباب کا جن کی دینی و علمی صلاح و مشورہ اور قلمی تعاون کے بغیر اگر میں کوئی کام کر بھی سکوں تو میری رُوحانی مسرت و خوشی میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰى
عَادِمُ الْمَلٰٓئِکَۃِ

نصیہ رہونزانی

یکم جنوری ۱۹۶۸ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۸۷ھ

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

حمد و سپاس

اُس خالق (برتر و توانا) کی تعریف و توصیف ہے، جس نے عالم باطن ہی سے عالم ظاہر کو پیدا کر کے اس میں عالم باطن کے نشانات دکھائے، اور انہی نشانوں کی تحقیق و تدقیق میں انسانی عقل کو اپنا جلوہ دکھانے کا موقع عطا فرمایا، اسی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے جوہر پائندہ (یعنی رُوحِ ناطقہ، کو گھٹنے والے عرض یعنی جسم) کی ظہور گاہ کے اندر چھپائے رکھا، اور آخری اعراض (یعنی انسانی اجسام) کو اس جوہر پائندہ کے قابل بنا دیا، تاکہ ہر دانش مند دل کی آنکھ سے یہ حقیقت دیکھ سکے کہ کس طرح توانا جوہر ناتوان عرض کا محتاج ہے، اور وہ اس قانونِ الہی کی بنا پر، لطیف شے کو کثیف شے سے ہرگز بے نیاز نہ سمجھے، جیسا کہ کثیف شے لطیف سے بے نیاز نہیں، اور متضاد و مقابل چیزوں کے جوڑے بنانے والا ہر وجہ سے اس بات سے پاک ہے، کہ وہ خود کسی چیز کا مقابل اور جوڑ ہو، کیونکہ مقابل

۱۔ حق تعالیٰ نے عالم باطن سے عالم ظاہر کس طرح پیدا کیا اس کی تفصیل کلام میں آئیگی۔
 ۲۔ جوہر وہ شے ہے، جو بذاتِ خود قائم و باقی ہو، جیسے انسانی رُوح۔
 ۳۔ عرض وہ شے ہے، جو بذاتِ خود قائم و باقی نہ ہو، بلکہ اس کا قیام و بقا دوسری شے پر ہو، جیسے انسانی جسم جس کا قیام و بقا رُوح پر ہے۔

۴۔ یہ مطلب اس ارشادِ الہی کے مطابق ہے: **اَسْبَحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنَ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ** (۲۶ سورہ) پاک

اور جوڑے کی چیزیں تو ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتی ہیں، اور دُور ہے اس سے وہ اثبات بھی جس کی ضد نفی ہے بلکہ وہ دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔
خدا کے برگزیدہ رسول پر درود ہو! جو عرب اور غیر عرب کے تمام لوگوں میں سے انتہائی درجے کی فصاحت و بلاغت کے مالک ہیں، جن پر نفی و اثبات کی وحی نازل ہوئی، جو ایک کتاب کی صورت میں بھی ہے، اور ایک کلمہ کی حیثیت سے بھی، اپنے پورے شمار و مقدار کے ساتھ ایک حرف (یعنی اہم اعظم) میں بھی ہے، اور تمام پیغمبروں اور ائمہ برحق کی مبارک زبان پر بھی۔

حضرت محمد مصطفیٰ کے مبارک نام پر درود ہو! جو خدا کی (کائناتی) کتاب اور اس کے دین کے سمجھانے والے ہیں، جو قرآن پاک کی زبان اور شریعت کے بانی ہیں، ان حضور کے اس نورانی اور جوہری جسم پر خدا کی رحمت نازل ہو جو جوہم عنصری کا خلاصہ ہے (مگر اس سے آزاد ہے، اور گرمی، سردی، خشکی اور تری کی ترکیب سے مُبرا ہے، وہ ظاہر بھی ہے اور غائب بھی، اس لئے کہ وہ جُستہ لطیف و فکی ہے۔)

امام علی المرتضیٰ سید خدا کی پاک جان پر رحمت ایزدی نازل ہو! جن کی

ہے وہ ذات جس نے ساری چیزوں کو جُفت جُفت پیدا کیا، نباتات سے، ان کی جانوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ نہیں جانتے ہیں۔

لے: اس حقیقت کا مشاہداتی تجربہ صرف اہل کشف ہی کو حاصل ہے کہ پیغمبر اور امام برحقؑ جوہم عنصری کے علاوہ ایک اور جوہم بھی رکھتے ہیں، جس کے مختلف نام ہیں، مثلاً: جوہم نورانی، جوہم جوہری، جوہم فلکی، جوہم شمسی، جوہم مائل، جوہم معنوی، جوہم نورانی، جوہم ابدی وغیرہ، اور ان ناموں کے جیسے خداجُدا معنی ہیں، ان معنوں کے مطابق جوہم لطیف کے ظہورات و معجزات ہوتے ہیں، اس مطلب کی تفصیل کے لئے کتاب "میزان الحقائق" مضمون "اُژن طشری یا کوئی اور نام" نیز کتاب "مفتاح الحکمت" مضمون "سیاروں میں انسان کی

اللہ اعلم بالصواب
مکتبۃ المدینہ
لا اله الا الله
محمد بن عبد الله
صلى الله عليه وسلم

ذات شریف علوم و معارف کا حزانہ ودیعت و امانت ہے، اور نبیؐ کی
آل پاک پر رحمت خد اوندی ہو! جو دنیا و عقبیٰ کے جلالی فرشتے ہیں اور
راہ راست کے راہنما ہیں۔



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

اللہ اعلم بالصواب
والسلام علی من اتبع الهدی
والصلاة والسلام علی
الانبياء و آلہم و سلم
والسلام علی من اتبع الهدی

سیاحت“ پیش نظر ہو۔ (مترجم)

آغازِ کتاب

ہم حقیقت کے عظیم اور لا انتہا ستر کے طلب گاروں کو یہ بیان کریں گے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو خوف اور اُمید کے لئے پیدا کیا ہے، چنانچہ خدا نے اس کو بہشت کے ذریعہ اُمید دلاتی ہے اور دوزخ کے ذریعہ ڈرایا ہے، پس میرا قول یہ ہے، کہ انسان کے نفس میں جو خوف پایا جاتا ہے، وہ دوزخ (کی ہستی) کا نشان ہے، اور انسان میں جو اُمید پائی جاتی ہے، وہ بہشت (کے وجود) کا اثر ہے۔

یہ دونوں چیزیں (یعنی جزوی خوف اور جزوی اُمید) جو انسانی فطرت میں پوشیدہ ہیں، ایک کُلی خوف اور ایک کُلی اُمید کی نشاندہی کرتی ہیں وہ دوزخ اور بہشت ہیں، جب رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، تو آنحضرتؐ نے بموجب فرمانِ الہی یہی دو چیزیں، جو لوگوں کی سرشت میں پنہان تھیں، ان کے سامنے لا رکھیں، یعنی ایک چیز تو اُمید تھی، جو دونوں جہان کی دولت، رحمت، آسائش اور بقا کا سرمایہ تھی، اور دوسری چیز تلوار تھی، جو دونوں جہان کے خوف، جنگ اور فنا کا سرچشمہ تھی ایک اور چیز تشریعت تھی، جس کو قبول کرنے کے نتیجے پر ان (کے قتل) سے ہاتھ روک لینا، اور انہیں جینے دینا تھا، یہ تو صرف اس جہان کے امن و بقا کی علامت تھی۔ پس جو شخص آنحضرت علیہ السلام کی تلوار سے قتل کیا گیا، تو وہ دونوں جہان میں فنا ہوا، اور جس شخص نے آنحضرت کے فرمان کو اُمید سے قبول کر لیا، تو اس

وَاللَّهُ يَخْتَارُ
 مَا لَمْ يَكُن لَكُمْ
 وَاللَّهُ يَخْتَارُ
 مَا لَمْ يَكُن لَكُمْ

نے دونوں جہان میں بقا پاتی، اور جس شخص نے تلوار کے خوف سے دین قبول کر لیا، تو اس کو محض اس جہان کی بقا ملی، مگر وہ دوسرے جہان کی بقا کو نہیں پہنچ سکا، کیونکہ جب گُزر جانے والی بقا تلوار کے خوف سے قبول کر لی جائے، حال آنکہ تلوار سرمایہ قتل ہے، تو وہ ایک ایسی بقا ہوگی کہ جس کی علت (یعنی سبب پیدائش، فنا و نیستی ہے، اور اصول یہ ہے، کہ ہر چیز اپنی علت ہی کی طرف رجوع کر جاتی ہے) اس لئے ایسی بقا اپنی علت یعنی فنا کی طرف رجوع کر کے نیست ہو جائے گی۔ پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے اسلام تلوار کے خوف سے قبول کر لیا (اور مرتے دم تک اسی حالت پر رہا، تو وہ اُمید سے بے بہرہ رہا اور اس کو ابدی بقا نہیں ملی، اور جس شخص نے دین کو دائمی بقا کی اُمید پر قبول کر لیا، تو اس کی گُزر جانے والی بقا کی علت دائمی بقا ہی تھی (یعنی وہ دین قبول کرنے کے بعد ابدی زندگی کی اُمید پر جمی رہا تھا، سو اُسے دائمی بقا ہی حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کی دُنیاوی زندگی کی علت تو وہی دائمی بقا تھی۔

(نیز یہ حقیقت بھی ہے کہ، جو شخص کوئی کام محض کار فرما کے خوف ہی کے سبب سے کرتا ہو، تو اس کے کام میں کوئی عقل و دانش ہی نہیں، اور ایسا کام تو ان لوگوں کے کام سے ملتا جلتا ہے، جو کام کی حقیقت سمجھے بغیر کسی خوف کے مارے کر ہی ڈالتے ہیں، اور جو شخص اس اُمید پر کام کرتا ہو، کہ اس کو نیکی ملنے والی ہے تو اس کا کام حقیقت دانشمندوں کا کام ہے، اور جب اکثر لوگ نادان ہیں، تو (لازمًا) نادان لوگ بگاڑ کی طرف مائل ہوا کرتے ہیں، اور بگاڑ کا بدلہ خوف کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔

جب اکثر لوگوں نے دین خوفِ شمشیر کے سبب سے قبول کر لیا ہے، تو لازمًا بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو یہ نہیں جانتے، کہ دین اسلام کیا ہے، بلکہ انہوں نے ڈر کر اس کو قبول کر لیا ہے، اور وہ اس کو سمجھے بغیر اپنا رہے ہیں یعنی امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی تلوار کے خوف سے، جو بموجب

فرمانِ رسولؐ یہ تلوار چلائی جاتی تھی، جس سے ان کے آبا و اجداد کے دلوں میں خوف بھرا ہوا تھا، اور ان کی یہ نسلیں اسی آبابائی، خوف کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں (اسی لئے تو، یہ لوگ کچھ بھی نہیں جانتے، اور داناؤں سے یہ لوگ پوچھ لیا نہیں کرتے، تاکہ خوف سے، جو دوزخ کا نشان ہے، نجات پاتے، اور اُمید کو، جو بہشت کا نشان ہے، حاصل کر سکتے، اور دائمی و ابدی نعمت کو پہنچ سکتے۔

جاننا چاہتے کہ دوزخ اس دُنیا میں (بُزوی طور پر، تلوار کے خوف کی صورت میں موجود ہے، اور دانش کے بغیر کام کرنا اسی (بُزوی) دوزخ کا عذاب ہے، اور بہشت اس دُنیا میں (بُزوی طور پر، اُمید کی حیثیت سے موجود ہے، اور علم و دانش سے کام کرنا اسی بُزوی، بہشت کا ثواب وصلہ ہے، چنانچہ تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی گنہگار کو دُنیا ہی میں سزا دی جائے، تو وہ شخص بہشت میں داخل ہو کر دائمی نعمتیں حاصل کرنے لگتا ہے، اس کے یہ معنی ہوتے، کہ اکثر لوگوں نے حقیقت دیکھی اور سمجھے بغیر محض تلوار کے ڈر ہی سے دین قبول کر لیا ہے، اور اسی طرح دین قبول کر لینا ان کی بدعت ہے، مگر جب وہ دانش سیکھ لیں اور علم سے کام کریں، تو وہ دوزخ سے چھٹ کر بہشت میں پہنچے ہوتے ہوتے ہیں، بُزوی طور پر اس دُنیا میں بھی اور کئی طور پر اس جہان میں بھی۔

Knowledge for a united humanity

جب کوئی دانشمند سوچے تو اسے یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی، کہ اس عالم میں جب کوئی شخص کام کو سمجھے بغیر کرتا ہے، تو وہ کام اس کے جُرم مانے کا سبب بن جاتا ہے، اور اس کو کوئی صلہ نہیں دیا کرتے، اور جو شخص دانش سے کام کرے، تو وہ اس قسم کے جُرم مانے سے بچ سکتا ہے، اور اپنے کام کا صلہ حاصل کر سکتا ہے۔

پس ہر دانشمند پر یہ واجب ہے، کہ وہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے معنی سمجھ لیا کرے، اور اس کے بعد علم و دانش سے شریعت پر عمل

کرتا رہے، تاکہ وہ اپنے عمل کے اس صلے کے قابل ہو سکے جو بہشت کی حیثیت سے ہے، اور اس جُرمِ مانہ و سزائے خوف سے چھٹکارا پائے، جو دوزخ کی حیثیت سے ہے۔

جب مسلمان میں یہی واقعہ تھا، جو کچھ میں نے اُوپر ذکر کر دیا، تو میں نے اس کتاب کو تالیف کرنا اپنے ذمہ ایک اہم ترین فرض سمجھا، جو شہادت، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، دلالت، امر، نہی وغیرہ جیسی شرعی بُنیادوں کی تشریح و تادیل پر مشتمل ہے، اور ہم نے اس کتاب کا نام ”وجہ دین“ یعنی دین کا چہرہ رکھ لیا اس لئے کہ انسان تمام چیزوں کو صرف ان کے چہروں ہی سے پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ جو دانش مند اس کتاب کو پڑھے، تو وہ دین کو (صحیح معنوں میں) پہچان سکے گا، اور پہچانے ہوئے (دین) پر عمل کر سکے گا، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے اپنے عمل کے معاوضے کے قابل ہو سکے گا۔

ہم نے اس کتاب کی گفتاروں کی بُنیاد اکیاون کے عدد پر رکھی، یہ عدد نماز کی ان کعتوں کے برابر ہے جو ایک دن رات کے عرصہ میں لوگوں پر واجب ہوا کرتی ہیں، تاکہ اس علم و عمل اور تاویل کی بدولت لوگوں کو نجات مل سکے، جو شریعت کے باطن میں پوشیدہ ہیں، اور ہم نے اس کتاب کے مندرجات کی فہرست اس کے شروع میں رکھی، تاکہ قاری کو ہر مضمون کے دیکھ پانے میں آسانی ہو سکے۔

وَاللّٰهُ التَّوْفِیْقُ

نہ کیا ہو، کیونکہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو، یہ حقیقی ہر پائی نہ ہوگی بلکہ بنجالت ہوگی۔ مگر ظاہر ہے، کہ وہ ہر بان صانع حکیم بنجالت سے پاک و برتر ہے، پس ہم نے یہ نہایت کر دیا، کہ اس مقدس حصّہ یعنی فطری عقل کی پرورش کے لئے انسانوں کے درمیان کسی مُرْتَبی یعنی پرورش کرنے والے کا موجود ہونا لازمی ہے۔

اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے، کہ جس طرح یہ پیدائشی عقل تمام حیوانات کو چھوڑ کر صرف انسان ہی کو دی گئی ہے اور حیوانات فطری عقل کی مانوسیت کے عکس اور ناچار پیدا کئے گئے ہیں، بلکہ یہ تمام حیوانات میں سے صرف انسان ہی کے لئے خُدا کی عطا ہے، اسی طرح پروردگار (کے قانون) سے یہ لازم آتا ہے، کہ ان ابتدائی عقول کے لئے جس علم کی ضرورت ہے، وہ بھی صرف ایک ہی شخص پر عطا (طریق سے نازل) ہوگا، نہ کہ اکتسابی (قسم کا، یعنی کسی ظاہری ذریعہ سے سیکھا اور کمایا ہو علم نہ ہوگا، کیونکہ اگر یہ اکتسابی علم ہوتا تو ہر شخص اپنی ہی کوشش سے اس علم تک پہنچ سکتا، جب تمام حیوانات میں سے انسان اور حیوانات کی ایک نوع ہے، کے سوا اور کسی کو یہ عطا نہیں ہوتی، تو یہ لازم آتا ہے کہ تمام انسانوں میں سے بھی صرف ایک ہی شخص کے سوا اور کسی کو اس علم کی معلّمی (یعنی سکھانے کی مرتبت، عطا نہ ہوگی تاکہ طریق استقرا کے مطابق یہ ترتیب دلیلًا درست ہو، کیونکہ نوع جنس کے تحت ہے، اور شخص نوع کے تحت ہے۔

۱: باطنی اور قدرتی ذریعہ سے کسی خاص انسان کو جو علم عطا کر دیا جاتا ہے، اسے ”علم عطائی“ کہتے ہیں۔

۲: ظاہری اور انسانی ذریعہ سے انسان خود جہد و جہد کے جو علم کما لیتا ہے اسے ”علم اکتسابی“ کہتے ہیں۔ (مترجم) ۳: استقرا = موجودات کی چند چیزوں پر تجربہ کر کے پھر موجودات کی تمام چیزوں پر ہی قاعدہ مقترر کرنے کا اصول ہے۔ مثلاً دیکھا گیا کہ اجناس میں سے ایک جنس افضل ہوا کرتی ہے تو لازمی ہے کہ انواع میں سے ایک نوع بھی افضل ہو اور افسردہ میں سے ایک فرد بھی۔

چُنا چُجب جنس حیوان سے ایک نوع یعنی انسان علمی استفادہ کی عطا کے لئے مخصوص ہوا ہے، تو نوع انسان سے بھی ایک شخص قدرتی معلم کی مرتبت کے لئے مخصوص ہونا چاہئے، تاکہ ترتیب دلیلاً درست ہو سکے اور وہ واحد شخص یہ غیر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب تمام حیوانات میں سے صرف نوع انسان ہی عقل کے لئے مخصوص ہوتے ہیں کوئی تعجب نہیں، تو مرتبہ نبوت کے لئے صرف ایک ہی شخص کے مخصوص ہونے میں کیوں تعجب ہو۔

چُنا چُجب حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

”أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ (سورہ ۲۹) کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو، کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس تم میں سے ایک شخص کے توسط سے کوئی یاد دہانی آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرادے؟“

پس ظاہر ہے کہ وہ واحد شخص اپنے دور میں پیغمبر ہیں، اپنے عصر میں ان کے وصی ہیں اور ہر زمانے میں امام زمان ہیں، جب تک دنیا قائم ہے، نوع انسان اس واحد شخص سے (جو اس مرتبت کے لئے مخصوص ہے، خالی نہیں چُنا چُجب جنس حیوان انسانی نوع سے خالی نہیں، اور نہ کبھی خالی ہوگی، اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ کائنات و موجودات کی تخلیق سے صالح حکیم کی جو غرض ہے وہ صرف یہی ایک شخص جانتا ہے، اور جو شخص ناحق اس کی جگہ پر قابض ہو جائے اور اس مرتبے کا دعویٰ کرے، تو ایسا شخص گویا اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے، چُنا چُجب اگر بہت سی گالیوں میں سے ایک گائے زیادہ طاقتور ہے، تو وہ ہرگز اپنی ساتھی گالیوں کی حفاظت نہیں کر سکتی، اور یہ ناممکن ہے، کہ وہ ان مویشیوں پر ایک مرد کی مثال بن بیٹھے تاکہ انہیں دوسرے موذی جانوروں اور درندوں سے محفوظ رکھ سکے، اور وقت پر انہیں چراگاہ میں لے جایا کرے، اور وقت پر ان کو مویشی خانہ میں واپس لایا کرے۔ پس ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ اس واحد شخص سے دنیا ہرگز خالی نہیں کیونکہ

مخلوق اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی، اور صرف وہی واحد شخص مخلوق کی بہتری کی نگہداشت و حفاظت کر سکتا ہے۔ جس طرح نوع انسان موشیوں کی بہتری کی نگہداشت و حفاظت کر سکتی ہے، اور اس قول کی حقانیت پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے گواہی مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے۔

” امرت لصلاح دنیا کو و نجات آخرت کو۔“

میں تمہاری دنیاوی بہتری اور آخری نجات کے لئے مأمور ہوا ہوں۔
 پھر اگر وہ واحد شخص اس جہان سے چلا جائے، تو لازماً تمام مخلوق کی بہتری بھی ختم ہو جائے گی، چنانچہ بفرض محال اگر نوع انسان کو جانوروں سے اٹھالی جائے، تو دران حال جانور بھی نہ رہیں گے، اور وہ تمام جانور جو انسانی حفاظت میں بہتری کے زیر اثر رہتے ہیں، شترانگیز درندوں کی وجہ سے ہلاک ہو کر ختم ہو جائیں گے۔

مباحثہ

اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ آج تمام گمراہ ایک ایک امام مانتے ہوئے ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ دو مخالفوں میں سے صرف ایک ہی حق پر ہو سکتا ہے اور ان حال دنیوی بہتری بھی صرف اُنہی کی ہونی چاہئے، جن کا امام برحق ہو، مگر واقعہ اس کے برعکس ہے، کہ سارے انسان دُنا میں بہتری کے ساتھ ہیں! تو میں یہ جواب دوں گا، کہ ان لوگوں کے لئے یہ بہتری کچھ ایسے باطل پیشواؤں سے حاصل ہوتی رہی ہے، جو اب تک اس بات پر ٹھہرے ہوئے ہیں، کہ انہوں نے سچے پیشواؤں کی چند عادات کو اپنا کر اپنے آپ کو سچے پیشواؤں کے نمونے پر ظاہر کر دیا ہے، اور اسی طرح وہ اپنے کاموں کو رواج دیتے رہتے ہیں، لیکن وہ اپنے دعوے میں باطل پر ہیں، کیونکہ جب جھوٹ، فریب، مکر اور حیلہ اُن کے درمیان جاری ہے، تو ان کے پیسروں کے یہ تاپتندیدہ حالات

گواہی دیتے رہتے ہیں، کہ ان کے پیشوا جو کچھ دعویٰ کرتے ہیں، وہ سراسر جھوٹ ہے، پُختا نچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

”وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (۳۵)،
بلاشبہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا
مددگار ہے“

امام باطل کسی درخت کے پتوں کی مثال ہے، کہ پتے اپنے درخت کی
زینت تو بن سکتے ہیں مگر اس کی آئندہ نوع کو باقی وجاری نہیں رکھ سکتے، اور امام
حق درخت کے میوؤں کی مثال ہے کہ میوے اپنے درخت کی زینت بھی بن
سکتے ہیں، اور اس کی آئندہ نوع کو بھی باقی وجاری رکھ سکتے ہیں، وہ اس طرح
کہ جب ان پھولوں کی ہر گٹھلی سے وہی درخت اُگے، تو اس کی نسلی بڑ نہیں کٹتی
ہے۔ مگر پتے کوئی درخت نہیں اُگا سکتے، بلکہ اگر پتوں نے پھولوں کو چھپا لیا تو
پھل (شروع ہی میں) خشک ہو کر ضائع ہو جاتے ہیں، اور باغ کا مالک پھل نہ دینے
کی وجہ سے ایسے درخت کو کاٹ دیتا ہے، پس معلوم ہوا کہ پتوں کی زیادتی کی وجہ
سے درخت کی نوع بھی ختم ہو جاتی ہے، اور درخت کے فرد بھی، مگر پھل میں
درخت کی نوع کی بہتری بھی ہے، اور اس کے فرد کی بہتری بھی، اور پتے صرف
درخت کی زینت کے لحاظ سے پھل جیسے ہو سکتے ہیں، لیکن ان دونوں کے درمیان
بہت سا فرق ہے، جس کا ذکر ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ آیت ذیل میں یہی مثال ہیسان
فرماتا ہے:-

”الَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ
طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ لِاتُّوْتِيَ أَكْمَلُ مَا كُلِّ حَيِّنٍ
بِأَذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ
(۱۳۷-سورہ آئینہ ۲۵-۳۳)
کلمے کی، اس پاک درخت کی طرح جس کی جڑ مضبوط اور شاخ آسمان میں جا پہنچی

ہے، اور ہمیشہ اپنے پروردگار ہی کی اجازت سے پھل دیا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، تاکہ وہ سمجھ سکیں۔“

اس پاک درخت سے اللہ تعالیٰ کی مُراد رسول (صلعم) ہیں، جس کی ٹہڑے مضبوط ہے۔ جس کو دینی دشمن اُکھاڑ نہیں سکتے اور اس کی شاخ آنحضرت کی آل ہیں، جو عالم رُوحانی سے تائید حاصل کرنے کے سلسلے میں رُوحانی آسمان سے متصل ہوئی ہیں، اور یہی آنحضرت کے فرزند ہو جب فرمانِ الہی لوگوں کو ہمیشہ حکمت کا پھل پہنچاتے رہتے ہیں، جو شخص اس مثال کو سمجھ سکے، تو وہی شخص اس درخت تک رسا ہو کر پھل کھا سکتا ہے، کیونکہ یہی پھل ہے جس میں ابدی زندگی پوشیدہ رکھی گئی ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ“ (۳۴)

ناپاک کلمے کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے، جس کو زمین سے اُکھاڑ لیا گیا ہو، اور اس کی کوئی پائیداری ہی نہ ہو، ایسے بدترین درخت سے اللہ تعالیٰ کی مُراد خاندانِ (رسول) کے مخالفین ہیں، جنہوں نے امامت کا دعویٰ تو کر ہی لیا، مگر ان کی اولاد میں (وہ غیر قدرتی) امامت جاری و باقی نہ رہی۔

مذکورہ بیان سے یہ ثابت ہوا، کہ امام بحقیقت وہ ہے جس کا فرزند بھی امام ہو، اور اس کی نسل منقطع نہ ہو، ورنہ جو شخص امامت کا دعویٰ کرے اور اس کی نسل منقطع ہو جائے تو وہ جھوٹا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَةَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَإِنْ حَرَّ إِنَّ مَثَابَةَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ“ (۳۵)

(اے محمد صلعم) ہم نے آپ کو بہت سی اولاد والا مرد عطا کر دیا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی مُراد اساس (علی) ہیں۔ ”پس آپ اپنے پروردگار کے لئے نماز قائم کیجئے“ یعنی دعوتِ حق برپا کیجئے اور نحر کے طریقے پر اونٹ ذبح

کلام - ۲

امامت کے تمام دعویٰ داروں میں سے
امام برحق کی نشاندہی کے بارے میں

میرا بیان ہے، کہ لوگوں میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ”طریقِ حق (سچا راستہ) یہی ہے، جس پر پریس ہوں، اور میرا مخالف باطل (غلطی) پر سر ہے“ تو یہ صورتِ حال اس بات کی دلیل ہوتی، کہ سارے دعاوی حق نہیں ہو سکتے، کیونکہ اگر سارے دعاوی حق ہوتے، تو دران صورت ان تمام دعویٰ داروں میں سے کوئی بھی باطل پر نہ ہوتا، اس لئے کہ ہر ایک مدعی اپنے مخالف کے دعوے کو باطل کرانے میں حق بجانب ہو سکتا (مگر یہ واقعہ تو ناممکن ہے)۔

جب ہم نے یہ ثابت کر دیا، کہ سارے دعاوی حق نہیں ہو سکتے، تو ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ دعاوی سب کے سب باطل بھی نہیں ہو سکتے، کیونکہ دعاوی تو ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اگر یہ سب کے سب باطل ہوتے، تو ان کی حیثیت ایک جیسی ہوتی، اور یہ ایک دوسرے کے مخالف ہی نہ ہو سکتے۔

لے : دعاوی = دعویٰ کی جمع۔

لے : مدعی = دعویٰ کرنے والا۔

مشرک عقیدے کے متعلق، کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں، تو میں یہ کہوں گا، کہ حق محض دعویٰ ہی سے ثابت ہونہیں سکتا، بلکہ حق پر وہ شخص ہو سکتا ہے جس کے پاس اپنے دعویٰ حقیقت کی عقلی دلیل موجود ہو۔

میں اصل واقعہ کا تذکرہ کرتا ہوں، کہ مسلمان رسول علیہ السلام کی رحلت کے بعد دو گروہ ہو گئے، پہلے گروہ نے کہا، کہ رسول علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ہی امام ہو سکتے ہیں، یہ قول امامی گروہ کا ہے، اور دوسرے گروہ نے کہا، کہ رسول علیہ السلام کے بعد امامت امت کے درمیان ہے تاکہ یہ جائز ہو کہ جو شخص زیادہ دانا اور زیادہ پرہیزگار ہو، تو وہی شخص امام بنے، چنانچہ خُلاصے تعالیٰ فرماتا ہے، قوله تعالیٰ:-

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (۲۴۱)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور فرمان والوں کی جو تم میں سے ہیں۔ پس امامی گروہ نے کہا، کہ یہ فرمان دالے رسول ہی کی دُریت سے ہیں، اور دوسرے مسلمانوں نے کہا، کہ امام کا رسول کی اولاد سے ہونا اور غیر سے ہونا دونوں جائز نہیں، پھر گروہ امامیہ نے کہا، کہ تم نے جو یہ اقرار کر لیا، کہ امام کا رسول کی اولاد سے ہونا جائز ہے، ہم اس پر تمہارے ساتھ متفق ہیں، اور یہ جو تم کہتے ہو کہ رسول کی اولاد کے علاوہ دوسروں سے بھی امام کا ہونا جائز ہے، ہم اس پر تمہارے ساتھ متفق نہیں، پس ہمیں اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ تم نے خود ہی اقرار کر لیا، کہ رسول کی اولاد میں سے امام کا ہونا جائز ہے، اب تمہیں اپنے امام کے اثبات کی دلیل چاہئے، تو انہوں نے کہا، کہ یہ ایک حدیث ہے، جو رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے: ”الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ“ = دانا لوگ پیغمبروں کے وارث ہوا کرتے ہیں، تو امامیہ گروہ نے یوں جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَشْكُرَهُ لَوْلَا بَرَاءَةُ أَبِي إِدْرِيسَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي نَحْنُ بِمَنْزِلِهِمْ لَمَقَرْنَا وَهُوَ بِالْآخِرِينَ
أَكْبَرُ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَدَّرْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَدَّرْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَدَّرْ لَهُمُ الْجَنَّةُ

دیا، کہ اس حدیث کے معنی سے یہ مراد ہے کہ رسول علیہ السلام کے حقیقی وارث کے سوا دوسرا کوئی دانا نہیں۔ (چُننا پنجم حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ: صرف انبیاء کے وارث ہی بحقیقت دانا ہوا کرتے ہیں، اور دوسرے مسلمانوں نے کہا، کہ جو شخص دانا ہو، تو وہی شخص رسول کا وارث ہے، پھر فرقہ امامیہ نے یہ جواب دیا، کہ تم ہمارے ساتھ اس بات پر متفق ہوئے، کہ رسول علیہ السلام کے درتاء میں سے بھی ان داناؤں کا ہونا جائز ہے، مگر ہم تمہارے ساتھ اس بات پر مخالف ہیں، جو کہتے ہو، کہ رسول علیہ السلام کے درتاء کے علاوہ بھی کوئی دانا ہے، ہمیں اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہی نہیں (کیونکہ تم خود ہی اقرار کرتے ہو، کہ رسول علیہ السلام کے درتاء میں سے بھی ان داناؤں کا ہونا جائز ہے، اس لئے تمہیں دلیل لانی چاہئے، پس ہم نے یہ دونوں حجتیں یعنی دلیلیں، اُمت کے دوسرے فرقوں پر قائم کر دیں، کہ امام رسول ہی کی اولاد سے ہونا چاہئے۔

جو شخص آل محمد کا محبت ہے نہیں، اور جائز سمجھتا ہے کہ امام رسول کی اولاد کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے، تو میں اس سے یہ پوچھوں گا کہ کیا تو مسلمان اور مومن ہے؟ تاکہ وہ کہے، کہ ہاں، پھر میں سوال کروں گا، کہ تو کس سبب سے ان ناموں کے لائق ہوا ہے؟ تاکہ وہ یہ کہے، کہ مسلمان اس لئے کہلاتا ہوں، کہ خُدا کے سوا جو کچھ ہے، میں نے اسے خُدا کے حوالے کر دیا، اور خُدا کے سوا کسی اور کو نہیں پوجتا ہوں، اور مومن اس معنی میں ہوں، کہ خُدا نے ثواب و عذاب کے

۱: درتاء = وارث کی جمع

۲: مُحِبٌّ = دوست دار

۳: مسلمان کے لغوی معنی ہیں، تسلیم یعنی حوالہ کرنے والا

۴: مومن کے لغوی معنی ہیں، باور کرنے والا

بارے میں جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر میں نے باور کیا۔

پس میں اسے کہوں گا، کہ سارے یہود اور آتش پرست ایسے اسلام میں تیرے ساتھ برابر کے شریک ہیں، کیونکہ ان میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہیں کہتا، کہ میں خدا کے سوا کسی اور کو پوجتا ہوں، وہ نہ خدا کی کسی صفت سے انکار کرتا ہے، پھر اگر وہ یہ کہے، کہ میں محمد رسول اللہ علیہ السلام کا بھی مُبْتَر ہوں، اس سبب سے مومن ہوں، تو میں اس سے یہ کہوں گا، کہ سارے عرب والوں نے یہی اقرار کر لیا تھا، اور وہ یہی کہا کرتے تھے، کہ ہم سب مومن ہیں، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید کر دی، اور فرمایا۔

” قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا

أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْأَيْمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (سورہ ۴۹ آیت ۱۳)

اعرابیوں نے کہا، کہ ہم مومن ہو چکے (اے محمد!) آپ ان سے کہتے کہ تم ابھی مومن نہیں ہوتے، بلکہ تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے جب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہ ہو، پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان وہ نہیں جس کا تو دعویٰ کرتا ہے۔

پھر اس سے میرا یہ سوال ہو گا کہ تو ایک مسلمان کی حیثیت سے کس کو پوجتا ہے؟ تاکہ وہ یہ کہے کہ خدا ہی کو پوجتا ہوں، پھر میں پوچھوں گا، کہ جس خدا کو تو پوجتا ہے، کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ تاکہ وہ یہ کہے کہ خدا دکھائی دینے والا نہیں، کیونکہ اس کی حد و صفت نہیں پس میرا قول یہ ہو گا کہ جس خدا کو تو نے دیکھا ہی نہیں، اور اس کی کوئی حد و صفت نہیں، پھر تو نے اسے کس طرح پہچان لیا، تاکہ تو اس کی پرستش کر سکتا؟ وہ یہ کہے گا، کہ میں نے خدا کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے ذریعہ پہچان لیا، کیونکہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے تھے، میں اُسے کہوں گا کہ کیا تو نے اس رسول کو دیکھا ہے؟ وہ مجبوراً یہ کہے گا کہ میں نے رسول کو نہیں دیکھا ہے، پھر میں اسے کہوں گا، کہ رسول کی

”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ
إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۱۶۱)“

ہم نے قرآن آپ ہی کی طرف نازل کیا، تاکہ آپ ہی لوگوں کے لئے بیان کریں جو کچھ ان کے لئے نازل ہوا ہے، تاکہ وہ فکر کر لیا کریں۔ پس میں کہوں گا، کہ خدا فکر کرنے کے لئے اس وجہ سے ارشاد فرماتا ہے، تاکہ تجھے معلوم ہو کہ جب رسول علیہ السلام کے زمانے میں کتاب کا بیان کرنے والا تھا، تو آج بھی ویسا ہی ہونا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ نے رسول سے فرمایا، کہ آپ لوگوں کے لئے کتاب بتدریج (دھیرے دھیرے) پڑھتے رہتے، یعنی فرمایا کہ اپنے پورے دوسرے اہمیت تک کتاب لوگوں کو پڑھ کر سنا کر دیتے جائیے، تاکہ وہ اسے پڑھ سکیں، جیسا کہ فرمایا، قوله تعالیٰ:-

”وَقْرَأْنَا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْتَبٍ
(وَأَنْزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا) (۱۶۲)“

اور ہم نے قرآن میں (بتفاضلے زمانہ تہ تہ زلی و تاوہلی) مطالب کو جدا جدا رکھا ہے تاکہ آپ ہی قرآن کو لوگوں کے لئے بتدریج پڑھتے رہا کریں (اور ہم نے تو اس کو اسی لئے تدریجاً نازل کیا ہے) پس اب تدریج جاری ہے، اس لئے چاہئے کہ ہمارے واسطے ایک ایسا شخص قرآن پڑھا کرے، جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا ہو، اور ایسے شخص کے قرآن پڑھنے کے یعنی ہیں کہ ہمیں قرآن کی حقیقت معلوم کرائے۔

اگر وہ شخص (جس کے ساتھ بحث جاری ہے، یہ کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے، جو فرمایا ہے:-

”إِنَّمَا أَصْحَابِي كَالنَّجْوَرِ بِأَيْهِمْ إِقْتَدَيْتُمْ
إِهْتَدَيْتُمْ“

میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی بھی تم پیروی

کر دریاہ یاب ہو جاؤ گے؛ میں اس سے سوال کروں گا، کہ آنحضرت کے
 اصحاب کون سے لوگ تھے؟ تاکہ وہ کہے کہ اصحاب (ساتھی) وہ لوگ ہیں
 جنہوں نے آنحضرت کو دیکھا تھا اور ان کے ساتھ صحبت رکھتے تھے، پھر میں اسے
 کہوں گا کہ جن ساتھیوں کا تو ذکر کر رہا ہے، کیا وہ آپس میں مخالف تھے؟ یا متفق؟
 وہ نہیں کہہ سکتا کہ متفق تھے، اس لئے کہ ان کے آپس میں جنگ اور قتل واقع
 ہوا تھا، جب وہ آپس میں مخالف تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے، تو
 یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے، کہ قاتل کا پیرو سیدھے راستے پر ہو اور مقتول کا
 پیرو بھی اس کے برابر رہے، یہ تو ناممکن ہے، بلکہ یہ قتل تو ایک طرف سے جائز ہو گا
 اور دوسری طرف سے ناجائز، چنانچہ جو شخص عثمان کے قاتل کا پیرو تھا، اس
 کے نزدیک عثمان کا قتل جائز اور عثمان کے پیرو کے نزدیک ناجائز تھا، اور
 حسین ابن علی علیہ السلام کا قتل زینبہ بنت جحش کے نزدیک جائز اور علی
 ابن ابی طالب علیہ السلام اور اس کی اولاد کے نزدیک ناجائز تھا، پس یہ کس طرح
 روا ہو سکتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے مخلوط اور غیر ممتاز
 گروہ سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے فرمایا ہو، جس کا ایک شخص تو کسی چیز کو
 برا مٹھھرتا ہے، اور اسی گروہ کا دوسرا شخص اسی چیز کو حلال مٹھھرتا ہے، تو کیا وہ
 شخص یہ کہہ سکتا ہے، کہ خدا نے یہ نہیں جانا، کہ رسول کے بعد ان لوگوں
 کی کیا حالت ہونے والی ہے، اس لئے اس نے رسول سے فرمایا کہ خلقی خدا کو ان
 لوگوں کے حوالے کر دیں، یہاں تک کہ شک اور اختلاف میں خدا کی مخلوق ہلاک
 ہو جائے، پس اس حدیث کی دو امکانی صورتوں میں سے صرف ایک ہی صورت
 ناگزیر ہے، کہ یہ حدیث یا تو رسول سے نہیں ہے یا یہ گروہ جس کا اگر رسول نے ذکر
 فرمایا ہو تو وہ گروہ نہیں، جس نے کوئی خلاف ورزی کی ہو۔

اگر وہ یہ کہتا ہے، کہ وہ شخص جس کو مسلمانوں نے امام مقرر کر لیا، حقیقی امام
 تھا اور اس کی فرمانبرداری واجب تھی، اس لئے کہ رسول علیہ السلام کی حدیث ہے:-

غلط ہی تھا۔

اس بارے میں چوتھی دلیل، کہ لوگوں کے اپنے اختیارات (دینی معاملات میں، غلط ہو جاتے ہیں، یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام "سینا" کے پہاڑ پر گیا، تو اس نے بنی اسرائیل کو راستے میں اپنے پیچھے چھوڑا، اور وہ ان سے پیشتر مناجات کرنے کے لئے آیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا، کہ تو نے اپنی قوم سے پہلے یہ جلدی کیوں کی؟ جیسا کہ ارشاد ہے، قوله تعالیٰ :-

”وَمَا آتَاكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَئِن لَّمْ يَأْتِكِ مِنْهُ الْقُرْآنُ لَأَنْتَ عَلَىٰ غَلْطٍ مُّبِينٍ“ (۲۸)

ان مثالوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کو آگاہ کرنا چاہتا ہے، کہ اپنے اختیار سے، تو نے جو کچھ کیا وہ درست نہیں، کیونکہ اس آیت کے بعد فرماتا ہے :-

”قَالَ فَإِنَّكَ قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمْ“

السَّامِرِيُّ (۲۹)

تیسری قوم کو تیرے بعد ہم نے آزمایا، اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا، نیز موسیٰ علیہ السلام نے با اختیار خود خدا تعالیٰ سے عرض کی، کہ مجھے آپ دکھائی دیں تاکہ میں آپ کو دیکھوں، اور یہ اس کی غلطی تھی، جبکہ حالت یہی ہے کہ پیغمبروں نے جو کچھ اپنی رائے سے کیا، تو وہ سرے ہی سے غلط کیا، پھر امت کے لئے یہ زیادہ ممکن ہے، کہ وہ اپنے اختیارات سے جو کچھ بھی کرے تو غلط ہی کرے گی، اور اسے ہرگز کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

پس ہم نے یہ ثابت کر دیا، کہ امت کا اختیار غلط ہو جاتا ہے، اور یہ حدیث جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی دو حالات سے باہر نہیں کہ یہ حدیث یا تو صحیح نہیں یا آنحضرت کی امت سچیت وہ لوگ ہیں، جن میں گمراہی نہیں پائی جاتی ہے، اور وہ ائمہ برحق ہیں، نہ کہ جاہل عوام۔

اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ تمام مسلمان فرقوں میں سے وہ گروہ حق پر ہے

جس کے ساتھ دوسرے سب فرقے مخالف ہیں، اور وہ گمراہ بھی دوسرے تمام فرقوں کا مخالف ہے اور اس حق بات کی گواہی رسول علیہ السلام کی اس حدیث سے ظاہر ہے، جو فرمایا کہ:-

” سَيَفْرُقُ أُمَّتِي بَعْدَ ثَلَاثَةِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً
فِرْقَةً مِنْهَا نَاجِيَةٌ وَسَائِرُهَا فِي النَّارِ -

میرے بعد میری امت تہتر، فرقوں میں متفرق ہوگی، ان میں سے صرف ایک ہی فرقہ ناجی درستکار ہوگا، اور باقی سب کے سب آگ میں ہوں گے۔
یہ حدیث بس اس امر پر دلیل کرتی ہے کہ بہتر فرقے اس ایک فرقے کے مخالف ہیں، اور اس فرقے کی مخالفت کے لئے، وہ سب آپس میں متفق ہیں، تاکہ یہی ایک فرقہ اُس عالم میں پہنچ کر اس نظریے کی بدولت سب سے ممتاز ہو جائے، جس کی وجہ سے یہ ایک ناجی ہو کر دوسرے سب بھینس رہے ہوں، اور مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں، جس کو کافر قرار دیا جاتا ہو، سوائے یہی ایک امامیہ گمراہ کے، جس کا کہنا ہے، کہ وہ امام جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت سے ہیں، دُنیا میں زندہ اور حاضر ہیں، اور آئندہ امامت بھی اسی کی اولاد میں رہے گی۔

دوسرے تمام فرقے یوں کہا کرتے ہیں، کہ اس قوم کو قتل کر دینا واجب ہے کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور یہ گمراہ کافر ہے، پھر جب کہ مسلمانوں کے بہتر فرقوں کے نزدیک یہی ایک امامیہ گمراہ سائے لوگوں سے بُرا ہے، تو یہ اس حقیقت کی دلیل ہوتی، کہ یہی امامیہ گمراہ ہی ناجی ہے اور اس دعویٰ کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہو سکتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے، کہ وہ قیامت کے دن یوں کہا کریں گے:-

” وَقَالُوا مَا لَنَا لِنَرِيَ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ

الْأَشْرَارِ (۳۸)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

میں ہے، کسی ظاہر چیز کی پوشیدہ حقیقت کو سمجھ سکتا ہے، لیکن حیوان میں یہ دانش نہیں۔

اس قول کی تشریح یہ ہے، کہ جب انسان کسی ایسے (دشمن) شخص کو دیکھتا ہے تیر و کمان کے ساتھ تیار ہے اور اس نے تیر کو تانت میں رکھا ہے، تو وہ ضرور سمجھ لے گا، کہ وہ تیر و کمان والا دُور ہی سے اس پر تیر چلا سکتا ہے، نیز وہ یہ بھی سمجھ سکتا ہے، کہ اب کس چیز سے ڈھال کا کام لینا چاہئے، تاکہ وہ اس کے ذریعہ زخمی ہونے سے بچ سکے، اب اس تیر انداز کے اس فعل کو، کہ وہ دُور ہی سے تیر و کمان کے دو آلات کے ذریعہ مار سکتا ہے۔ نیز انسان کے دُوسرے پوشیدہ ہتھیاروں کو بھی نفسِ ناطقہ کے سوا اور کوئی مخلوق پہچان نہیں سکتی ہے۔ پس حیوان کی سمجھ پر انسان کے علم و فضل کی فوقیت یہ ہے، کہ انسان چیزوں کی ظاہریت سے ان کی پوشیدہ حقیقتیں معلوم کر سکتا ہے۔ لیکن حیوان چیزوں کی ظاہریت کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور انسان اسی دانش کے سبب سے موشیوں اور حیوانوں پر کھراتی کرتا ہے، اور محض اسی دانش کے تقاضے سے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی طرف پیغمبر اور کتاب بھیجی ہے، اور چیزوں کی ظاہریت سے ان کی پوشیدہ حقیقتوں کو معلوم کر لینا غیبِ دانی (علمِ غیب) کی مثال ہے اور غیبِ دانی دراصل خدا ہی کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۳۱)“

آسمانوں اور زمینوں کی غیبِ دانی خدا ہی کو ہے، پس جس شخص کے پاس ظاہر چیزوں کا پوشیدہ علم زیادہ ہو تو وہی شخص خدا کے زیادہ نزدیک ہے، چنانچہ جب حیوان کی سمجھ نباتات کی سمجھ سے بڑھ کر تھی تو انسانوں نے اسے اپنی طرف نزدیک تر کر دیا ہے، اور انہوں نے اپنی خوراک سے اس کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا ہے، اور جو شخص زیادہ دانا ہے، تو وہی شخص خدا کا خوف زیادہ رکھتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللَّهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَيَجْعَلُ اللَّهُ لَهُمْ نُورًا يَمْشُونَ
فِيهِ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا سَيُجْعَلُ لَهُمْ
الْعَذَابُ أَلِيمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِٖ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

” اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (۳۵)“

خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو دانائے ہیں اور جو شخص خدا کا خوف زیادہ رکھتا ہے، تو وہی شخص خدا کے زیادہ نزدیک ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

” اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۳۹)“

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا معزز وہی شخص ہے، جو تم سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہے۔“

پس ہم نے ثابت کر دیا، کہ جو شخص علمِ غیب زیادہ جانتا ہے، وہی شخص خدا کے زیادہ نزدیک اور زیادہ محترم ہے، جب ہم نے یہ حال بیان کیا، تو اب سنیئے کہ اُمت میں سے وہ گروہِ خدا کے زیادہ نزدیک ہے، جو خدا کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے پوشیدہ معنوں کو جانتا ہے، اور ان معنوں پر دانش سے عمل کرتا ہے، اس لئے کہ دانش سے کام کرنے کو ”حکمت“ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا، کہ اُمت کو حکمت سکھادی جائے، چنانچہ ارشاد ہے:-

” وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۶۲)“

ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ پس جو کوئی شریعت کا عمل دانش سے کرے، تو وہی حکیم ہے، اور جس شخص کو حکمت مل گئی ہو، تو اس کو بہت سی بھلائی اور بہت سی منفعت مل گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

” وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۶۶)“

اور (سچ تو یہ ہے کہ، جس کو حکمت مل جائے، اس کو بہت سی خیر مل گئی)۔ ساری اُمت میں (سوائے امامیہ گروہ کے، کوئی ایسا گروہ نہیں جو قرآن و شریعت کی حقیقتوں کو طلب کرتا ہو، مگر وہ سب کتاب و شریعت کی ظاہریت ہی پر ٹھہرے ہوتے ہیں، اور محض چیزوں کی ظاہریت ہی جانتا جائزوں کا کام ہے، پھر جو کوئی

دوں گا، جو اصولِ دین میں سے ہے، تاکہ مومنین، دینِ اسلام کے چہرے کو دیکھ سکیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس نیک نیت کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے! اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کو ہوشیاری نصیب ہو! تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں، کہ جیب اُنہوں نے شریعت کے باطن کو سمجھ لیا، تو اس پر عمل کرنا ان سے ساقط ہو گیا، بلکہ وہ اس پر اس وقت زیادہ عمل کرتے رہیں، جبکہ وہ اس کے باطن جانتے ہوں۔

والسلام

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

طالعیہ مطہرانہ المذہبیتا نو النورانیہ

کلام - ۳

علم یعنی دانش کے بارے میں کہ وہ کیا ہے

سب سے پہلے مومن کو یہ جاننا چاہئے، کہ علم کی تعریف، کیا ہے، تاکہ وہ جب اس کو پہچان لے، تو اسے حاصل بھی کر سکے گا، کیونکہ جب تک کوئی شخص کسی چیز کو نہ پہچانے، تو وہ اس چیز تک ہرگز رسا نہیں ہو سکتا، پس علم کی تعریف کے بارے میں، میرا کہنا یہ ہے کہ: چیزوں کو ان کی حقیقی حالت کے مطابق معلوم کرنے کا نام علم ہے، اور چیزوں کو ان کی حقیقی حالت کے مطابق معلوم کر لینے والی (قوت) عقل ہی ہے، پس علم عقل کے گوہر میں ہے (یعنی علم روحانیت کی اس اعلیٰ ترین مثال میں پایا جاتا ہے، جو بارہ پہلوؤں کے ایک لعل کی صورت میں پیش کی جاتی ہے، اور عقل کی گواہی باری سبحانہ، تعالیٰ کا وہ کلمہ ہے جس کے تحت تمام روحانی و جسمانی مخلوقات موجود ہیں (یعنی جب گوہر عقل کے بارہ پہلوؤں سے بارہ قسم کی روحانی تعلیمات دی جاتی ہیں، تو ہر تعلیم کے ساتھ ساتھ کلمہ باری کی ایک تصدیق بھی ملتی جاتی ہے، کیونکہ گوہر عقل کی یہ تعلیمات رموز و اشارات پر مبنی ہیں اور کلمہ باری ہی ان سب کی گواہی دیتا ہے اور تصدیق کرتا ہے، اور جو کچھ علم کے تحت نہ آتا ہو، تو اسے ہمت (موجود) نہیں کہتا چاہئے، پس خدا کے سوا سب کچھ علم کے گہرے میں پایا جاسکتا ہے، اور جب یہ جائز نہیں، کہ خدا تعالیٰ بھی علم کے تحت ہو، کیونکہ علم وہ ہے کہ ساری چیزیں

اور ہستیاں اس کے تحت پائی جاتی ہیں، نیز "نیست" بھی اس کے تحت ہے،
تو جائز نہیں، جو میں یہ کہوں کہ خدا ہے، یا یہ کہوں کہ خدا نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں
حالات (ہست و نیست) علم کے تحت ہیں، لیکن خدا علم کے تحت نہیں۔

پس میں (خدا کی حقیقت کے بارے میں، یہ بتاؤں گا، کہ علم محض امر
خدا ہے، اور جس شخص کو (دوسروں کے مقابلے میں، علم کا زیادہ حصہ ملا ہے،
تو وہی شخص خدا کے امر کے زیادہ نزدیک ہے، اور اسی شخص نے خدا کے
امر کو زیادہ قبول کر لیا ہے، اور وہی شخص (دوسروں سے) زیادہ فرمانبردار ہے،
اور جو شخص زیادہ دانا ہو، وہی شخص خدا کا زیادہ فرمانبردار ہو جاتا ہے، اور جو شخص
مکمل طور پر دانا ہو، تو وہی شخص دائمی نعمت کو حاصل کر سکتا ہے، چونکہ دانا کے
کاموں کا انجام خدا کی رحمت ہے، انسان اس کائنات کی دوسری تمام مخلوقات
کی تکمیل کے بعد پیدا ہوا ہے، اور اس کی جائے واپس امرِ کل ہے جو دونوں
جہان کی علت (یعنی سببِ پیدائش) ہے، اور قانون یہ ہے، کہ تمام چیزیں اپنی
اصل ہی کی طرف رجوع کر جاتی ہیں، بھائیو! تم حصولِ علم کے سلسلے میں کوشش
کرتے رہو، تاکہ جس سے تم خدا سے برتر و بزرگ کے زیادہ نزدیک ہو سکو، کیونکہ
اللہ تعالیٰ کی رحمت تو علم ہی ہے۔

Luminous

Knowledge for a united humanity

مَلَا طَبْعًا مَرَاتِبًا مَعَالِيهَا
وَأَوَّلُهَا أَوَّلُهَا

کلام - ۴

لطیف روحانی عالم کے بارے میں

جب ہم نے یہ واضح کر دیا کہ سب سے پہلے جو چیز پیدا ہوئی، وہ باری تعالیٰ کا امر ہے، اور وہ علم ہے، اور ہم نے اس قول کی سچائی پر یہ دلیل پیش کر دی کہ ساری چیزیں علم کے تحت ہیں، تو اس سے یہ لازم آتا ہے، کہ سب سے پہلے علم ہی موجود ہوا ہے، کیونکہ علم جو گوہر عقل میں ہے، تمام موجودات سے برتر اور مقدم ہے، اور عقل کی گواہی کلمہ باری یعنی امرِ کل ہے، لہذا امر اور علم (عقل)، دونوں تمام موجودات سے برتر اور مقدم ہیں۔

اب اس حقیقت کا بیان کیا جاتا ہے، کہ پہلے باری سبحانہ کے امر سے روحانی عالم وجود میں آیا ہے، پھر اس عالم سے یہ کائنات پیدا ہوتی ہے اور توضیح کی جاتی ہے، کہ وہ عالم دانا، مکمل، پابندہ اور لطیف ہے، یعنی وہ عالم ہر تا مروح اور دانش ہی ہے۔

اب اس حقیقت کی دلیل کہ پہلے روحانی عالم موجود ہوا، اور اس کے بعد یہ کائنات پیدا ہوئی، یہ ہے، کہ یہ جسمانی عالم ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جانے والا واقع ہوا ہے، اور اس تبدیلی کے ذریعے ان قسم معدنیات، نباتات اور حیوانات، بہت سی چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں جن میں کسی فاعل کا، قصد و منشاء اور مراد کی علامتیں پائی جاتی ہیں (یعنی دنیا کی چیزوں پر غور کرنے

دو حصوں میں منقسم ہیں، یا یہ کہنا چاہئے کہ ہر چیز اگر ایک طرف سے فائدہ بخش ہے تو دوسری طرف سے فائدہ پذیر ہے، اور ان دو قسم کی چیزوں یا کہ دو حیثیتوں کے سوا دنیا میں اور کوئی شے نہیں ہے مثلاً، آسمان فائدہ دینے والے ہیں اور طابع فائدہ لینے والی ہیں، طابع فائدہ دینے والی ہیں، اور نباتات فائدہ لینے والی ہیں، نباتات فائدہ دینے والی ہیں، اور حیوانات فائدہ لینے والے ہیں، حیوانات فائدہ بخش ہیں، اور انسان فائدہ پذیر ہیں، استاد فائدہ دینے والا ہے، اور شاگرد فائدہ لینے والا ہے، پینمبر فائدہ دہندہ ہے، اور اُمت فائدہ پذیر ہے، حیوانات میں سے نر فائدہ دینے والا ہے، اور مادہ فائدہ لینے والی ہے، صانع فائدہ بخش ہے، اور مصنوع فائدہ پذیر ہے۔

جب یہ معلوم ہوا کہ یہ عالم مجموعی طور پر فائدہ پذیر ہے، کیونکہ یہاں جو کچھ معدنیات، نباتات اور حیوانات پیدا ہو جاتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک چیز بھی عناصر کی ذات میں نہیں پائی جاتی ہے، سو ہم نے کہا، کہ یہ سب کچھ عالم روحانی ہی پیدا کرتا ہے، اور وہی فائدہ دہندہ ہے، پھر ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ جہان اپنی کُلّیت و خودی میں دو قسم کا ہے، ایک قسم فائدہ دہندہ ہے، اور وہ عقل ہے اور دوسری قسم فائدہ پذیر تہ ہے، جو نفس ہے، جب ہمارے علم میں یہ آیا، کہ یہ جہان (مجموعی حیثیت سے) فائدہ پذیر ہے، تو معلوم ہوا کہ وہ عالم (مجموعی حیثیت سے) فائدہ بخش ہے، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عالم اس عالم سے پیشتر موجود ہوا ہے اور ہم اس پہلے کو تقدم زمانی نہیں کہیں گے، بلکہ تقدم شرفی کہیں گے (یعنی وہ عالم اس دنیا سے وقت کے لحاظ سے پہلے نہیں، بلکہ فضل و شرف کے اعتبار سے پہلے ہے، چنانچہ استاد کو شاگرد پر تقدم شرفی حاصل ہے، جبکہ کسی تقدیم و تاخیر کے بغیر ایک ہی وقت اور ایک ہی حالت میں سکھانے والے کا نام استاد اور سیکھنے والے کا نام شاگرد لازم آتا ہے۔

اب ہم اس بارے میں دلیل پیش کریں گے، کہ وہ عالم دانا ہے،

چنانچہ اس کائنات میں حکیمانہ کارگیری کے نشانات ظاہر ہیں (مثلاً: آسمانوں کی ساخت، جو ایک مکمل ترین اور موزون ترین شکل میں ہے، جو گول شکل ہے، نیز چار طبائع کی مناسبت، کہ اگر ہر ایک طبع کی دوسری کے ساتھ ایک وجہ سے مخالفت ہے تو دوسری وجہ سے مناسبت بھی ہے، تاکہ اس (مخالفت و مناسبت) کے ذریعہ فائدہ حاصل ہو، چار طبائع سے مراد آگ، ہوا، پانی، اور مٹی ہیں، آگ گرم اور خشک اور مٹی سرد و خشک ہے، یہ دونوں خشکی میں ایک دوسرے کے ساتھ موافق، اور گرمی و سردی میں مخالفت ہیں، ہوا گرم و تر اور پانی سرد و تر ہے، یہ دونوں تری میں باہم موافق، اور گرمی و سردی میں مخالفت ہیں، ہم نے اس کی تشریح ایک اور کتاب (زاد المسافرین) میں کی ہے۔

جب کارگیری سے بنائی ہوتی اس کائنات میں حکمت ظاہر ہے، اور ہم نے (اس سلسلے میں جب یہ ثابت کیا، کہ اس کا کارگیر (یعنی) وہ جہان (اس کائنات سے) پیشتر ہے، تو ثابت ہوا کہ وہ جہان دانا ہے (اب) ہم اس بارے میں دلیل لائیں گے، کہ وہ جہان مکمل ہے، پس توضیح کی جاتی ہے کہ ہمیں یہ عالم نامکمل نظر آتا ہے، اس لئے کہ یہاں اس عالم سے بہتر چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ حیوان پیدا ہوتا ہے، جو اس عالم سے بہتر ہے، اس لئے کہ یہ عالم چار طبائع کی باہمی رفاقت سے منظم ہوا ہے، لیکن انسان اور حیوان چار طبائع کی باہمی رفاقت سے نہیں، بلکہ ان کی باہمی آمیزش سے منظم ہوتے ہیں، پس اگر دو ساتھ رہنے والی چیزوں کو ان کی باہمی رفاقت کی وجہ سے منظم کہنا شایان ہے، اور اس تنظیم میں ان دونوں کے لئے نیکی اور بہتری ہے، پھر جب ان کی قطعاً آمیزش ہو جائے تو انہیں زیادہ منظم کہنا شایان ہوگا، اور اس تنظیم میں زیادہ نیکی اور بہتری ہوگی۔

حیوان جسم کے اعتبار سے لازماً اس عالم کے مانند ہے، کیونکہ (جسم) طبائع ہی کا بنا ہوا ہے، مگر حساس (محسوس کرنے والی)، اور منتقل (جگہ بدلنے والی) روح

کے اعتبار سے وہ دنیا تے طبائع پر فضیلت رکھتا ہے، پس اس کا یہ ثبوت ہوا کہ اس عالم سے حیوان زیادہ مکمل ہے، کیونکہ اس کی رُوح ہے، اور اس عالم کی رُوح نہیں، جب ہم نے اس نامکمل عالم سے ایک مکمل چیز کا پیدا ہونا، دیکھا، تو ہم کو معلوم ہوا کہ کسی دوسرے مکمل (فاعل، کی عنایت کے بغیر نامکمل (دُنیا) سے یہ چیز پیدا نہیں ہو سکتی، اور جب ہم نے یہ ثابت کر دیا تھا، کہ اس کائنات میں کارِ بخیر کی اُس عالم کی ہے، تو ہم نے (اس بنا پر، کہا کہ وہ عالم جس کی کارِ بخیر میں کمال پایا جاتا ہے، لازماً مکمل ہے، اور جو کچھ نامکمل ہو وہ باقی رہ سکتا ہے۔ اس بات کی دلیل کہ وہ عالم باقی ہے، یہ ہے کہ جب ہمارے مشاہدے میں یہ آتا ہے، کہ یہ کائنات ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہے، (تو یہی اس کی تبدیلی اس کی جزوی فنا ہے، کیونکہ کسی موجود کی حالت کا اس معنی سے بدل جانا، جسے وجود کہتے ہیں، فنا ہی کی حقیقت ہے، اور جو چیز جزوی طور پر فنا ہوتی ہو تو لازم آتا ہے، کہ وہ ایک دن کلی طور پر فنا ہوگی، اور اس دُنیا میں فنا کی بہت سی قسمیں (جاری، ہیں، جیسے اَضداد کا آپس میں بدل جانا، جیسے زندہ کامر جانا، تاریک کاروشن ہو جانا، خوشبو کا بدبو ہو جانا، وغیرہ اور یہ سب فنا کی دلیلیں ہیں، اس لئے کہ فنا بقا کی ضد ہے، جس طرح تاریکی روشنی کی ضد ہے، اور عدم (نیستی، ووجود (ہستی، کی ضد ہے، پس یہ جزوی فنا میں اس عالم کی کلی فنا کی نشاندہی کرتی ہیں، جب اس مصنوع کے لئے فنا لازمی ہوئی تو اس عالم کے لئے بقا لازمی ہوئی، جو اس کا صانع ہے، اس لئے کہ صانع مصنوع سے اشرف ہے، جس طرح بقا فنا سے اشرف ہے، اور اس عالم میں کارِ بخیر (تخلیق، عارضی ہے، اور اس جہان کا قیام بھی عارضی ہے، اور اس کی حالت کی تبدیلی ہی اس حقیقت کی شہادت ہے، کہ اس کا قیام عارضی ہے مثلاً گرمی اور روشنی آگ سے لوہے میں عارضی طور پر آتی ہیں، جو دونوں چیزیں آگ میں جوہری یعنی ذاتی ہیں، پس میں نے یہ ثابت کر دیا، کہ اس عالم کی یہ عارضی

بقا اس عالم سے پیدا ہوتی ہے، پھر اس عالم کے لئے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی بقا جوہری یعنی ذاتی ہو۔

اب اس بارے میں دلیل پیش کی جاتی ہے، کہ وہ عالم لطیف ہے پھرناچہ توضیح کی جاتی ہے، کہ لطیف وہ چیز ہے جس کے اثرات جب کسی جسم میں سے گزرتے ہیں، تو وہ جسم ان کو روک نہیں سکتا، اس قول پر محسوسات میں سے ایک دلیل یہ ہے، کہ آگ میں لطافت ہے اور کوئی جسم اس کی قوت کو روک نہیں سکتا، آپ کو معلوم ہے کہ جب آگ لوہے کو چھوتی رہتی ہے، تو اس قدر آہنی سختی اور قوت کے باوجود آگ کی قوت لوہے کو پار کر جاتی ہے خواہ لوہا کتنا ہی موٹا اور مضبوط کیوں نہ ہو، اور جب ہم نے یہ مشاہدہ کیا، کہ گہرے سمندروں میں مچھلیاں اور دوسرے جانور (شروع میں ماں باپ کے بغیر) پیدا ہوتے، نیز ان کے نروں کی پشت اور مادوں کے پیٹ میں نسلی حیات داخل ہوتی، جبکہ نر جانوروں کی پشت میں نطفہ بنتا ہے، اور وہ یہاں سے منتقل ہو کر مادہ جانوروں کے پیٹ میں جانور بنتا ہے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ اُس عالم کی لطافت کی وجہ سے ہے، جو اس دُنیا کا کارگر ہے۔

اب اس بات کی دلیل کہ وہ عالم زندہ ہے، یہ ہے کہ ہم اس دُنیا میں یہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ جان رکھتا ہے، وہ اس چیز سے اشرف ہے، جس کی کوئی جان نہیں، اور وہ عالم جو صانع ہے اس دُنیا سے اشرف ہے، کیونکہ یہ مصنوع بے جان ہے، لازم آتا ہے کہ وہ عالم جو صانع ہے یکسر جان اور دانش ہی ہے۔ نیز جب اس دُنیا میں ایک بہترین چیز دانا جاندار ہے، جس کا نام انسان ہے، تو ہم نے نتیجے کے طور پر یہ، کہا کہ جب صانع مصنوع سے بہتر ہے اور دُنیا کی مصنوعات میں سے ایک بہترین چیز دانا جاندار ہے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ دانا جاندار اپنے صانع کے زیادہ نزدیک ہے، کیونکہ وہ دوسری مصنوعات سے زیادہ بہتر ہے، اور جب دانا جاندار یعنی انسان بہتر ہے، اور جب یہی قانون

میں جا پہنچی ہے، اور جب اس نے شریعت پر عمل بھی کر لیا، تو وہ خود بھی
اُس عالم میں پہنچ جائے گا، اور ہمیشہ کے لئے لازوال نعمتوں میں رہے گا،
اللہ تعالیٰ مومنوں کو توفیق عطا فرمائے!

والسلام



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

اللہ اعلم بالصواب
والسلام
اللہ اعلم بالصواب

لا اظن احد من خلق الله
 اعلم ما علم سكران
 ولا اظن احد من خلق الله
 اعلم ما علم سكران

رسول علیہ السلام سے واصل ہوا، تو وہ شخص گویا بہشت میں داخل ہوا، چنانچہ جو کوئی کلید کے ساتھ دروازے کی طرف آجائے تو دروازہ کھولا جاسکتا ہے۔

اس حقیقت کی دلیل، جو ہم نے کہا کہ عقل ہی بہشت ہے، یہ ہے کہ انسان کی یہ ساری راحت، سہولت اور امن و امان عقلِ کل ہی سے ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں، کہ انسانوں کو عقلِ کل سے حصہ ملا ہے جس کی وجہ سے، انہوں نے چوپایوں پر کس قدر تکلیف، سختی اور خوف ڈال رکھا ہے، اور وہ خود ان پر سردار ہوتے ہیں، کیونکہ ان چوپایوں میں عقل نہیں، اور جو شخص زیادہ دانا ہے، تو اسے دُنیا کوئی دُکھ دے نہیں سکتی، دُنیا کا کوئی غم اس کی طرف آ نہیں سکتا، اور اسے دُنیاوی نفع و نقصان کی کوئی پرواہ نہیں۔

لیکن نادان مالی نقصان کے غم، گناہ، دُکھ اور دنیاوی طمع کی وجہ سے گویا مر رہ جاتا ہے، پس جب اتنی سی عقلِ جُزوی کے ذریعہ، جو لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بطورِ حصہ ملی ہے، اس قدر دُکھ ان سے اُٹھ گیا، تو یہ حقیقت حال اس امر کی دلیل ہوتی، کہ عقلِ کل ہی بحقیقت بہشت ہے، کیونکہ اسی کے اثر سے دُنیا میں ساری نعمتیں اور راحتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، اور جو شخص زیادہ دانا اور عقل کے زیادہ نزدیک ہے، تو وہ بہشت کا دروازہ ہے، چنانچہ رسولِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوقات میں سے عقل کے زیادہ نزدیک تھے، آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آنحضرت سے فرمایا، کہ آپ لوگوں کو علم سکھایا کریں اور مسلمانوں کو اس میں کوئی شک ہی نہیں، کہ چنیمبر علیہ السلام بہشت کا دروازہ ہیں، پس ثبوت ہوا کہ حقیقت میں عقل ہی بہشت ہے۔

اب اس بارے میں دلیل پیش کی جاتی ہے، کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشت کا دروازہ ہیں، چنانچہ ہمارا بیان یہ ہے، کہ کسی مقام کا دروازہ وہ ہوتا ہے جس کے بغیر اور کہیں سے کوئی شخص اس مقام میں داخل نہیں ہو سکتا، اور

یہ حقیقت ہے، کہ کوئی شخص بہشت میں داخل نہیں ہو سکے گا، مگر وہی شخص، جو رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، آنحضرت کے نزدیک ہو جائے، آنحضرت کے فرمان کو قبول کرے، اور حضور کے قول و عمل کی حقیقت سمجھے، کیونکہ رسول کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (۳۷)“

یعنی جس شخص نے رسول کی فرمانبرداری کی، تو بے شک اس نے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ اسی طرح ہر رسول اپنے دور میں، مجد قوت بہشت کا دروازہ رہا ہے اس وجہ سے کہ اس کی فرمانبرداری کے راستے پر چلتے ہوئے اس کی شریعت پر علم کے ساتھ عمل کرنے سے کوئی انسان بہشت میں پہنچ سکتا ہے، اور جو شخص رسول کی شریعت کو علم تاویل کے بغیر قبول کرے تو اس شخص کو بہشت کا دروازہ متقل ملا ہوا ہوتا ہے، اور جو شخص عمل دانش سے کرے تو اس کے لئے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

”وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ

إِذَا جَاؤُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا (۳۹)“

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف روانہ کئے گئے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آتے تو بہشت کے دروازے کھول دیتے گئے۔

یہ جو فرماتا ہے کہ ”بہشت کے دروازے کھول دیتے گئے“ تو اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ ان کے آنے سے پیشتر بہشت کے دروازے بند کئے ہوتے ہوں گے اور ان کے آنے کے بعد کھول دیتے جائیں گے، اس قول کے معنی ہوتے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں سب کی سب اشارات و تمثیلات کے ذریعے بندھی ہوتی ہوتی ہیں، اور لوگوں کی نجات ان کے کھولنے میں

پوشیدہ ہے، جس کی مثال ایک ایسے بند دروازے کی طرح ہے، کہ جب وہ کھل جاتا ہے، تو لوگوں کو آرام کی جگہ ملتی ہے اور کھانا پینا مہیا ہو جاتا ہے، جب بہشت کا دروازہ کسی شخص کے لئے، بند کیا ہوا ہو تو اصولاً دوزخ کا دروازہ (اس کے لئے) کھولا ہوا ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

” وَسَيُوقِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ
فَتَحَّتْ أَبْوَابُهَا (۳۹)

اور جو کافر تھے، وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے گئے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئے، تو دوزخ کے دروازے کھول دیتے گئے۔“ بہشت کے دروازے کا کھل جانا، کتاب اقرآن، اور شریعت کی تاویل سے متعلق ہے اور تاویل کا مالک ہر رسول کا وحی ہوتا ہے، اور بہشت کے دروازے کھل جانے سے اصولاً دوزخ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، پس رسول بہشت کے دروازے کی حیثیت سے ہیں، اور بہشت کا دروازہ کھولنے والا ان کے وحی (علی علیہ السلام) ہیں، نیز ہر زمانے میں، سارے مومنوں کے لئے (دروازہ جنت کھولنے والا) امام زمان ہیں۔

جب ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ رسول علیہ السلام بہشت کے دروازے کی حیثیت سے ہیں اور آنحضرت کے وحی اس دروازے کا کھولنے والا ہیں، تو اب ہم بہشت کے دروازے کی کلید کے بارے میں بیان کرتے ہیں، اور اس حقیقت کی دلیل لاتے ہیں، کہ بہشت کے دروازے کی کلید کلمہ شہادت ہے چنانچہ اس کی تشریح کی جاتی ہے، کہ کلید وہ چیز ہے جس کو حاصل کئے بغیر کوئی شخص کسی مقفل دروازے کے پاس جانا نہیں چاہتا، یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے کلمہ شہادت قبول کر لیا، تو وہ محمد رسول اللہ کی طرف آیا، اور جس شخص نے کلمہ شہادت اخلاص سے کہا، تو رسول علیہ السلام نے اُسے بہشت کا وعدہ کیا، اس حدیث کے بموجب جو فرماتے ہیں:-

” قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا تُسْوِفَتُحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ
وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ (۳۳۴)

یعنی کہہ دیجئے کہ ہمارا پروردگار ہمارے درمیان جمع کرے گا، اس کے بعد ہمارے درمیان کھول دے گا، اور وہ دانا کھولنے والا ہے۔ اس معنی سے اللہ تعالیٰ کی مُراد یہ ہے، کہ جب لوگ رسول کا دین قبول کرتے ہیں تو آنحضرت کے ساتھ ہی ان لوگوں کا جمع ہونا ہے، اس کے بعد تاویل کا مالک شریعت کے بند کو شریعت کی تاویل کے ذریعہ کھول دے گا، تاکہ مومن کو معلوم ہو جائے، کہ اس طرح کی شریعت سے جو رسول نے رکھی، اور اس قسم کی مثالوں سے جو آنحضرت نے بیان فرمائیں، کیا مُراد تھی، تاکہ مومن اس پر بصیرت سے عمل کرے، ہم نے اپنے زمانے کے انداز پر بہشت اور اس کے دروازے کی کلید کا بیان کر دیا۔

والسلام

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ
مَدْرَسَةُ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ

کلام - ۶

عالم جسمانی کی حقیقت کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ عقل کُل سے نفس کُل کی "کمی" تخلیق کائنات کا سبب ہے، اور یہ کائنات نفس کُل کے لئے وہ سرمایہ ہے، کہ جس سے وہ اپنی اس کمی کی درستی کر سکے، اور اس قول کی حقانیت کی دلیل ان نفوسِ جُزوی سے مل سکتی ہے، جو اس دُنیا میں موجود ہیں، وہ یہ کہ انسانوں میں سے ہر ایک اس دُنیا میں اپنی کمی کو دُور کر دینے کے لئے کوشاں رہتا ہے اس لئے کہ جب تک اس دُنیا سے نفس کُل کا مقصد پورا نہ ہو، تو کوئی نفسِ جُزوی اس عالم میں بے نیاز نہیں ہو سکتا، اور ایسا ہی ہونا لازمی ہے، کیونکہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ کوئی کُل کسی جُز کو محتاج رہے، اور جُز بے نیاز ہو۔

پنچا پنچہ آسمانوں اور ستاروں کی گردش، ان کی تاثیرات کے لئے عناصر کی پذیرائی، اور عناصر کے ذریعہ نباتات و حیوانات جیسے موالید (بچوں)، کمی بالیدگی (نشوونما، زبانِ حال سے دانشمند کو یہ بتاتی ہیں، کہ جس نے اس عالم کو مرتب و منظم کیا ہے، وہ ایک ایسی چیز کی جستجو کر رہا ہے، جو اس کے پاس موجود نہیں، اور اپنی اس احتیاج کی بنا پر انتہائی عظیم حرکت کر رہا ہے۔

اس صورتِ حال کی مثال ایسی ہے، کہ ایک دانشمند اتفاقاً پن چکی

کے مکان میں جاتا ہے، اور چنگی کو دیکھتا ہے، کہ تیزی سے گھوم رہی ہے اور بڑا سخت کام کر رہی ہے، تو اسے یہ جانتا چاہیے، کہ وہ چیز جو چنگی کو گھم رہی ہے، اس حرکت کرنے والی چنگی سے بھی زیادہ طاقتور ہے، پھر جب وہ اُس مکان سے باہر آئے اور پانی کو دیکھے، کہ کیسے زور سے اپنے آپ کو اوپر سے نیچے کی طرف گمراہا ہے، تو وہ سمجھ لے گا، کہ چنگی کی حرکت سے پانی کی حرکت بڑھ کر ہے، اس لئے کہ چنگی کے پاٹ کی حرکت عارضی ہے اور اوپر سے نیچے کی طرف پانی کی حرکت طبعی ہے، (مگر پاٹ کو حرکت دینے کے اعتبار سے جوہری ہے، اور جوہری حرکت عارضی حرکت سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے، پس ہمارے بیان کا خلاصہ یہ ہے، کہ آسمانوں، ستاروں اور طبائع کی حرکت کے مقابلے میں نفسِ کُل کی اپنی قسم کی حرکت زیادہ طاقتور ہے جب اس دنیا میں انسان سے بڑھ کر اور کوئی شے زیادہ اشرف نہیں، تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ اس کائنات سے نفسِ کُل کا مقصد انسان ہی ہے، اور سب سے زیادہ اشرف وہ انسان ہے، جو دانا ہے (اور نفسِ کُل کا انتہائی مقصد بھی وہی انسانِ کامل ہے)۔

ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے، کہ تخلیق کائنات سے نفسِ کُل کی غرض دانش ہی ہے، اور اس میں یہی دانائی کی کمی ہے، جب دانش صرف انسانی نفس ہی نے قبول کر لی، تو ہم نے دیکھا کہ ساری کائنات میں سے صرف انسان ہی کو نفسِ کُل تک واپسی ہو سکتی ہے، اور جب صورتِ حال یہی تھی، جس کا ہم نے ذکر کیا، تو معلوم ہوا کہ جو نفس زیادہ علمیت کے ساتھ اس جہان سے گزر جائے، تو وہی نفسِ کُل کے ساتھ علمی موافقت سے متحد ہونے کے لئے زیادہ لائق ہوتا ہے، اور وہی نفسِ ابدی راحت و نعمت میں رہتا ہے، اور ہر وہ نفس جو اس عالم سے نادان گزرے، تو وہ نفسِ کُل کی پسند کے خلاف ہوتا ہے، اور نفسِ کُل اس سے پرہیز کرتا ہے، اس لئے کہ وہ یہ عظیم کائناتی عمل نادانی کے خوف سے کر رہا ہے پس

جب اُسے کوئی نادان نفس مل جاتے، تو اس کو نہیں اپناتا، اور ایسا نفس دائمی سختی اور عذاب میں رہ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان رسول کی فرمانبرداری کے ذریعہ نفسِ کُل کی موافقت حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ وہ نفسِ کُل کے بھیجے ہوئے ہیں، اور اس سلسلے میں عقلِ کُل کی تائید تھی، تاکہ رسولِ لوگوں کو علمِ توحید کی طرف بلائیں، اور جب وہ اس عظیم علم کے ذریعہ دانا ہو جائیں، تو نفسِ کُل ان کے ذریعہ اپنی کمی کی درستی کر سکے، اور جب لوگ نفسِ کُل کی مدد کریں، تو وہ ان کی مدد کرے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ (۲۴)“

یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا! پس ہمیں یہ کہنا چاہئے، کہ یہ دُنیا ایک ایسے آئینے کی مثال ہے، جس میں عالمِ آخرت کی نعمتیں خیال و تصور کی طرح چمکتی ہیں، وہ کسی کے ہاتھ نہیں آتیں، کہ وہ محفوظ رکھی جاسکیں، جس طرح حسین صورتیں آئینے میں دکھی جاسکتی ہیں، مگر ان کا مادی وجود پایا نہیں جاسکتا، جب اس دُنیا کی سجاوٹیں اور لذتیں ناپائیدار ہیں، تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ ساری چیزیں عارضی ہیں، اور عارضی چیز کو جوہر سے اثر ملتا ہے، پس ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نعمتیں عالمِ روحانی ہی کے اثرات ہیں، کیونکہ جوہر تو وہی ہے۔ پس دانا وہ شخص ہے، جو اس عمرِ فانی ہی میں اُس حیاتِ جاودانی کی تلاش

کرے، اور اس گزر جانے والی نعمت کو مد نظر نہ رکھے، بلکہ عبادتِ پسندیٰ خواہشاتِ نفسانی سے دُوری اور ناپائیدار چیزوں سے بے نیازی اختیار کرتے ہوتے اُس پابندہ نعمت کے لئے ارادہ کرے، اور جانتا چاہتے کہ یہ جہان اُس جہان کے دروازے کی حیثیت سے ہے، جب تک تو اس دروازے سے نکل نہ جائے، اُس مکان میں پہنچ نہیں سکتا، اور دوسرے اعتبار سے یہ جہان ایک پوشیدہ پٹری ہوئی چیز کی طرح ہے، اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو اس چیز کا ایک ایک حصہ ملا ہے، اور وہ ایک ایسی چیز ہے، کہ اگر تو نے فوراً اسے فروخت

نہیں کیا، تو وہ ضائع ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ کوئی خریدار بھی اسے پسند نہیں کرتا، اور نیک بخت سوداگر وہ ہے، جو فوراً اسے فروخت کرے، اور اس کے بدلے میں ایک ایسی چیز لے رکھے جو تباہ نہیں ہوتی، اور وہ لازوال چیز خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، اور اگر ٹوٹنے اُسے اسی طریقے سے خرچ نہیں کیا، تو وہ پتیر گویا ختم ہو جاتی ہے، پھر اس وقت پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دیتی، چُناچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

” اَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَاكُونَ

مِنَ الْمُحْسِنِينَ (۳۹)

یعنی جب بد بخت نفس عذاب دیکھے، تو کہے گا کہ اگر مجھے ایک بار پھر دُنیا میں واپس لے جاتے، تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا، پھر اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا:-

” بَلَىٰ قَدْ جَاءَ نُّكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ

وَكَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ (۳۹)

ہاں، بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں، سو تو نے ان کو جھٹلایا، اور تو نے تکبر کیا، اور کافروں میں شامل رہا۔“

Knowledge for a united humanity

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ
اس کتاب سے استفادہ کرنے والے
سب کو اللہ تعالیٰ سے
مبارک و نیک کاموں میں
موفق فرمائے۔ آمین

کلام - ۷

دوزخ اور اس کے دروازے کے بارے میں

خدا تعالیٰ کی توفیق سے ہم اس حقیقت کا بیان کرتے ہیں، کہ جو چیز اب موجود ہوئی ہے، وہ اس سے پہلے حدِ قوت میں رہی ہے، اس کے بعد حدِ فعل میں آئی ہے، چنانچہ اگر کوئی انسان اس وقت موجود ہوا ہے، تو وہ کچھ مدت پہلے نباتات کی صورت میں تھا، یہاں تک کہ اس کے والدین نے اُن نباتات کو کھا لیا اور اُن سے ان میں ایک پانی حاصل ہوا، جس کے ذریعہ اولاد پیدا ہوئی، جب یہ حقیقت حال معلوم ہوئی، تو اب ہم یہ بیان کریں گے، کہ دوزخ حدِ قوت میں نادانی کی حیثیت سے ہے، اور بہشت حدِ قوت میں علم کی صورت میں ہے، اس لئے کہ دانا وہ عمل کرتا ہے، جس میں خدا و رسول کی خوشنودی ہے، تاکہ وہ اس فرمانبرداری کے ذریعہ ابدی بہشت میں پہنچ سکے، اور نادان وہ کام نہیں کرتا، جس میں اس کی نجات پوشیدہ ہے، جس کی وجہ سے وہ دائمی جہنم میں گم جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بہشت قوت کی حد میں علم ہے، اور دانا حقیقی بہشت ہے، اور دوزخ قوت کی حد میں جہالت ہے، اور نادان حقیقی دوزخ ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے کافروں (یعنی نادانوں) کے لئے دوزخ کا وعدہ کیا ہے اور تکرانِ پاک کے بہت سے مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے، قولہ تعالیٰ:-

”وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارٌ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ

فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِنَا كَذَلِكَ
نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ (۳۵)

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی تضاآتے
گی، کہ مر ہی جائیں، اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم
ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں؛ ایک اور مقام پر فرماتا ہے، کہ کافر لوگ نادان ہیں،
جو اسی آیت کے معنی سے یہی مطلب ظاہر ہے:-

” قُلْ أَفَعَيِّرَ اللَّهُ تَأْمُرُوْنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا
الْبَجَاهِلُونَ (۳۹)

اے محمدؐ آپ کہہ دیجیئے کہ اے نادانو! کیا تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے
کی فرمائش کرتے ہو؟“ جب حقیقت حال یہی ہے، کہ دوزخ کے رہنے والے
کافر ہیں اور کافر نادان ہیں، پس ظاہر ہو کہ دوزخ کے رہنے والے نادان ہی ہوتے
ہیں، اور یہ کتاب منطق کی شکل اول کا اصول ہے۔

پس ہم نے یہ ثابت کر دیا، کہ دوزخ حد قوت میں جہالت ہے، اور
جو شخص نادانی پر ٹھہرے یا کسی نادان کے پیچھے چلے اور داناؤں کے ساتھ دشمنی
کرے، تو وہ شخص دلیلًا دوزخ کا باشندہ ہے، اور لوگ تو ایسے ہونے چاہئیں
کہ وہ دانا کے دستار بن جائیں، اور دانا بحقیقت اپنے دور میں رسول علیہ السلام ہیں
اور آنحضرت کے وصی و ائمہ زمان میں سے ہر ایک اپنے عصر کے دانا ہیں، اور
جو شخص اپنے زمانے کے امام کے ساتھ دشمنی رکھتا ہو اور اس کی فرمانبرداری نہیں
کرتا، تو وہ شخص گویا خدا کے رسول کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہے، اور جو شخص رسول
کی فرمانبرداری نہ کرے، وہ گویا خدا کی فرمانبرداری نہیں کرتا، پس ایسا شخص کافر ہے، جو
شخص امام برحق کی فرمانبرداری نہ کرے، اسے علم حقیقت نہیں ملتا ہے اور جس کو علم
حقیقت نہ ملے، تو وہ بہشت میں پہنچ نہیں سکتا، اور دوزخ ہی میں رہ جاتا ہے
پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ ہر زمانے میں امام برحق کا حقیقی پیرو بہشت کا دروازہ ہے،

تکلیف پہنچاتے ہیں اور انہیں ہلاک کرتے ہیں اور وہ دوزخیوں کی طرف سے خدا کی عبادت سے پس یہ حال ایسا ہے جیسے انسان بحکم خُدا حج اور جہاد کے سلسلے میں جانوروں کو ذبح کرتا ہے اور انہیں کاٹتا ہے، جس میں اس پر کوئی جرم نہیں، جبکہ وہ اس عمل کے ذریعہ خُدا کی نزدیکی حاصل کرتا ہے، نیز جس طرح فرمایا گیا ہے، قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوں گے اور دوزخ پر پھونک ماریں گے، اور آنحضرت کی پھونک دوزخ کو ٹھنڈا کر دے گی، اور اپنے کبیل کو پھوٹ کر دوزخ میں لٹکا دیں گے، تاکہ اُمت کے گنہگاروں کو اسی طرح نکال لیا جائے اور ان حضور صلعم کی پھونک اور کبیل پر دوزخ کی آتشی قوت اثر انداز نہ ہو سکے گی، اور یہی مثال اس واقعے میں بھی ہے، کہ انسان کا ہاتھ اُس دوسرے انسان کو تکلیف دینے سے رُکا ہوا ہے، جس نے شریعت کی ظاہریت قبول کر لی ہے اور وہ حد قوت میں بہشتی ہوا ہے، اور یہی مثال دُرست ہے۔

پس ہم نے یہ واضح کر دیا، کہ لوگ اسی جہان ہی میں جانوروں اور دُنوں کے لئے دوزخ ہیں، اور یہ تمام جانور دوزخی ہیں، اس لئے کہ ان سے بوجھ اٹھوانے، ان کو ذبح کرنے، جلانے، پکانے، انہیں کھانے وغیرہ سے جو کچھ اُن پر گزرتا ہے، گزرنے دیتے ہیں اور انہیں رنج دیتے رہتے ہیں، اور کوئی شخص ان جانوروں کو جو دوزخی ہیں، معاف نہیں رکھتا، جس طرح اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو جواب دینے کے بائے میں فرماتا ہے، کہ وہ فریاد کریں گے:-

” قَالَ اَحْسَوْا فِيْهَا وَلَا تَكَلِّمُوْنَ (۲۳۸)

فرماتا ہے کہ جب وہ فریاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ دوزخ ہی میں دُور رہو اور مجھ سے بات مت کرو“

تیرہ کہنا ہے، کہ وہ جانور جو انسان کے تحت ہیں اور جن کی اذیت کے لئے انسان کا ہاتھ کھلا ہوا ہے، سات قسم کے ہیں، جن میں سے دو قسم کے جانور پانی میں رہتے ہیں، ان میں سے ایک قسم کے

جانوروں کے پاؤں نہیں ہوتے ہیں، جیسے سانپ، مچھلی وغیرہ اور دوسری قسم کے جانوروں کے پاؤں ہوتے ہیں، جیسے مگر مچھ، کچھوا، کیکڑا وغیرہ، اور ان سات اقسام میں سے پانچ قسم کے جانور خشکی پر رہتے ہیں جن میں سے ایک قسم کے جانور چوپائے ہیں، جو گھاس اور دانہ کھاتے ہیں، جیسے گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ، دوسرے چوپائے ہیں، جو گوشت کھاتے ہیں، جیسے شیر، بھڑیا وغیرہ، تیسرے وہ پرندے ہیں، جو گوشت کھاتے ہیں، جیسے باز، شاہین، وغیرہ، چوتھے وہ پرندے ہیں جو گھاس اور دانہ کھاتے ہیں، جیسے کبوتر، فاختہ وغیرہ، پانچویں حشرات ہیں جن کو فارسی میں خزندگان کہتے ہیں یعنی زمین میں بل بنا کر یا قدرتی سوراخوں میں رہنے والے جانور، اور انسان کا ہاتھ، جوان جانوروں کا دوزخ ہے، ان پر کھلا ہوا ہے، جس طرح دوزخ کے سات دروازے دوزخیوں کے لئے کھلے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (۱۵۱)“

دوزخ کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لئے ان لوگوں کے

الگ الگ حصے ہیں۔“

جب ہم نے ان جانوروں کی سات قسمیں واضح کر دی، جو دوزخی ہیں اب یہ بتائیں گے، کہ انسان میں سے بھی انہیں اقسام میں بٹے ہوئے سات گروہ ہیں، جو ہر ایک گروہ ان دزدوں اور جانوروں کی کسی قسم کی طرح عادت رکھتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ

إِلَّا أُمَّةٌ أَمْثَلُكُمْ (۱۵۲)“

اور جتنے قسم کے جانور زمین پر چلتے ہیں، اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں، کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں، ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری ہی طرح کے گروہ نہ ہوں؛ پس جو شخص ان جانوروں اور دزدوں کی

کلام - ۸

پینغمبروں کے بھیجے جانے کی واجبتیت اور ان کی تعداد کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مدد سے یہ بتائیں گے، کہ جب انسان دو بنیادی چیزوں سے بنا ہوا ہے، تو اس کے یہ معنی ہوتے، کہ وہ مفرد نہیں، بلکہ مرکب ہے، اور وہ بنیادی چیزیں اس ترکیب میں جسم کثیف اور نفس لطیف ہیں، جسم کثیف کی خوراک چار عناصر سے پیدا ہوتی، جن میں سے دو عنصر کی طرح لطیف ہیں، وہ آگ اور ہوائیں اور دو جسم کی طرح کثیف ہیں، جو مٹی اور پانی ہیں جب یہ جسم کثیف نفس لطیف کے ساتھ مل گیا، تو اس نے ان نباتات سے غذا حاصل کر لی، اور طاقتور ہوا، جو ان دو لطیف اور دو کثیف عناصر سے پیدا ہوتی ہیں پس بتقاضائے حکمت یہ لازم آتا ہے کہ اس نفس لطیف کی غذا بھی، جو جسم کے ساتھ مل گیا ہے، چار حدود سے پیدا ہو، جن میں سے دو حدیں تو نفس کی طرح روحانی ہوں، اور دو جسم کی طرح جسمانی، تاکہ نفس اس غذا سے طاقتور ہو سکے، جو ان حدود سے پیدا ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے چار حدود شریف سے انسانی نفس (روح) کی غذا پیدا کر دی، جن میں سے دو لطیف تھے، وہ نفسِ گلی اور عقلِ گلی ہیں جن کے آثار یہ انسانی نفسِ جزوی اور عقلِ جزوی ہیں، اور ان چار

اللہ اعلم بالصواب

حدود میں سے دو مرکب ہیں، وہ ناطق اور اساس ہیں، جو جسم کے اعتبار سے بشر ہیں اور عقل و نفس کے اعتبار سے فرشتگانِ مقرب ہیں تاکہ وہ اپنے علم شریف کے ذریعہ لوگوں کو درجہ دیوبی سے درجہ فرشتگی میں پہنچا سکیں، اسی طرح ان دونوں چیزوں رجم و نفس، کو جن سے انسان کی ترکیب ہوئی ہے، ان کے خالق کی طرف سے صحیح معنوں میں اپنا اپنا حق مل گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

” ذَالِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّ (۳۲۸)

یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس خدا کا جو زبردست اور علم والا ہے۔“
جب ہمیں یہ معلوم ہوا، کہ انسان چار کثیف عناصر، اور لطیف نفس سے مرکب ہوا ہے، جس کے سلسلے میں لطافت کثافت کے ساتھ متصل ہوئی ہے اور عالم لطیف سے انسان کا اپنا حصہ پیدائشی عقل کی صورت میں مل چکا ہے جو دوسرے حیوانات کے لئے میسر نہ تھا، تو یہ لازمی ہوا کہ اُس اصل یعنی عقل کُل سے، جس سے انسانوں کو مذکورہ جزوی حصہ متصل ہو رہا ہے، انسانوں میں سے ایک شخص کو مکمل حصہ متصل رہا کرے، تاکہ یہ پیدائشی عقول اسی واحد شخص سے اپنی علمی ضروریات حاصل کر سکیں، وہ شخص جس کو عقل کُل سے یہ مکمل عنایت اور حصہ متصل رہا، پیغمبر علیہ السلام تھے، اور اگر وہ واحد شخص فائدہ بخش نہ ہوتے، تو یہ ساری دانش پذیر عقول ضائع ہو جاتیں، اور تخلیق کائنات کا یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کا ایک کھیل ہوتا جس طرح اطفال کھیل کے طور پر کوئی چیز بناتے ہیں، پھر اسے ضائع کر دیتے ہیں، یا وہ خود بخود ضائع ہو جاتی ہے، لیکن صالح حکیم کھیل سے برتر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

” اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنكُمُ الْاِيْنَا

لَا تَرْجَعُوْنَ (۲۳۵)

تو کیا تم نے یہ گمان کیا تھا، کہ ہم نے تم کو یوں ہی کھیل کے طور پر پیدا

کر دیا ہے، اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لاتے جاؤ گے۔“

جب انسان بلحاظ نفسِ لطیف ایک دوسرے کے موافق تھے اور باعتبار جسم و صورت ایک دوسرے کے مخالف تھے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے، کہ انسان مختلف مقامات اور جہاں اوقات میں پیدا ہوتے ہیں، نیز ان پر مختلف اوقات گزرتے ہیں تو لازم آتا ہے، کہ اُس رسول کا علم، جس نے خدا کا کلام لایا تھا، دو قسم کا ہو، جس میں محکم نفس ہی کی طرح موافق ہو، اور متشابہ جسم ہی کی طرح مختلف ہو، اور اس کلام کا ظاہر جسم کی طرح ہو اور باطن نفس کی طرح ہو۔

چُنا چہ جب انسان جسمِ کثیف اور نفسِ لطیف ہی کا مجموعہ ہے تو عملِ جسم کے حصے میں آیا، اور علمِ نفس کے حصے میں آیا، یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو ایک ایسے عمل کے لئے فرماتے ہیں، جو علم کے ذریعہ کیا جاسکے، تاکہ وہ اپنے جسم کے ذریعے عمل کریں، اور نفس کے ذریعہ وہ علم سمجھ لیں، جو اس عمل میں پوشیدہ ہے، اور تقاضائے حکمت سے یہی لازمی ہوا کہ جسم اور نفس اپنی اپنی طاقت کے مطابق عمل اور علم کی تکمیل کریں، چُنا چہ جسم نے نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کے اعمال کو انجام دیا اور انبیاء علیہم السلام نے انسانی نفس کو ان اعمال کے معنی سے شناسا کر لیا۔

جب انسانی جسم کی، جو کارکن تو وہی تھا، چھ اطراف تھیں، یعنی آگے، پیچھے، داہنے، بائیں، نیچے اور اوپر، تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف چہرہ کا فرما دیا یعنی کام بتانے والے، پیغمبر بھیجے، چُنا چہ علمی رُوحانیت کی، مثال میں آدم علیہ السلام انسانی اطراف میں سے اوپر کی طرف سے آیا، نوح علیہ السلام لوگوں کی بائیں طرف سے آیا، ابراہیم علیہ السلام لوگوں کی پچھلی طرف سے آیا، موسیٰ علیہ السلام لوگوں کی پچھلی طرف سے آیا، جو آدم علیہ السلام کا مقابل ہوتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے داہنے ہاتھ کی طرف سے آیا، جو نوح علیہ السلام کا مقابل ہوتا ہے، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی اگلی جانب سے آئے جو ابراہیم علیہ السلام کے مقابل ہوتے ہیں، جب یہ چہرہ کا فرما رسول انسانی جسم کی چھ اطراف سے آئے، اور ہر ایک نے

اپنے زمانے میں لوگوں کو کام بتایا، اور ان سے اس کام کے اجر کا وعدہ کیا، کہ ایک دن ان کو یہ اجر اسی طرح دیا جانے والا ہے، پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ جب انسانی جسم کی چھ اطراف ہیں، اور جسم ہی کام کرنے والا ہے، اور ہر طرف سے ایک ایک کار فرما آپکا ہے تو عقل کے فیصلے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ اس کے بعد بھی کوئی آکر لوگوں کو دوسرا کوئی کام بتائے، اور یہ عقلی دلیل ہے۔

ہماری مذکورہ بالا دلیل سے یہ ثابت ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، اور جب لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کام کر کے اس کی ہجرت کام بتانے والے ہی سے طلب کرتے ہیں، تو لازمی ہے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کوئی شخص آئے گا، جو ان کام کرنے والوں میں سے ہر شخص کو اس کے کام کے مطابق بدلہ دیا کرے گا، اور وہ قائم القیامت علیہ السلام ہیں، کیونکہ وہی حضرت (مذکورہ) پیغمبروں کی وضع کردہ، شریعت کے مالک ہیں، بلکہ جملہ حساب کے مالک ہیں، جو ان کئے ہوئے کاموں کا حساب کر دیں گے اور کام کرنے والوں کو بدلہ دے دیا کریں گے، اور عقل کے فیصلے سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت قائم آئیں گے، جس طرح یہ ممکن نہیں، کہ پھر کوئی کار فرما آجائے، اس لئے کہ لوگوں کے جسم کی کوئی ایسی جانب باقی نہ رہی ہے، کہ اس جانب سے کوئی کار فرما نہ آیا ہو۔

جب خدا نے عزیز و جلیل کے یہ کار فرما آگئے، تو انہوں نے لوگوں کو مختلف کام بتادیا، اور ان کاموں میں سے ہر ایک کے کچھ ایسے معنی تھے، کہ انہی معنوں کے سبب سے کام کی وہی صورت (یعنی ظاہریت) بن گئی تھی، چنانچہ جانور اور نباتات کی صورتیں مختلف ہیں، جن میں سے ہر ایک چیز میں جو معنی ہیں، وہ دوسری چیز میں نہیں، جس طرح انروٹ کی صورت سیب کی صورت سے جدا ہے، اس لئے کہ انروٹ میں کچھ ایسے معنی (باطنیت)، ہیں کہ وہ معنی سیب میں نہیں، اور دوسروں کی دونوں صورتوں کے ایک ہی معنی اور ایک ہی ظاہریت

ہے، جس طرح دو اخروٹ کی مثال ہے، پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں لوگوں کی طرف ایک کارفرما بھیجا تو ایک معنی دان (حقیقت سمجھنے اور سمجھانے والا) بھی بھیجا، تاکہ لوگوں کو بتا دیا جائے کہ ان کاموں کے کیا معنی ہوتے ہیں، تاکہ ان پیغمبروں کے آنے کے بعد قیامت میں لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

” لَسَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (۳۴)

تاکہ پیغمبروں کے (بھیجے جانے کے) بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور ان پیغمبروں سے اللہ کی مراد ماکان تنزیل و تاویل (ناطقان و اساسان) ہیں۔ نیز ائمہ برحق ہیں، جو کتاب آسمانی اور شریعت کی تاویل ظاہر کر دیتے ہیں، جس کے بارے میں ایک اور مقام پر فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذُّبُرِ وَ
بِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ (۳۵)

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا، ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر دلائل، علوم اور کتاب روشن (وعیان یعنی فصول) لے کر آئے تھے۔ اس مقام پر جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا ذکر فرمایا، تو انہیں ایک ہی جماعت قرار دیتے ہوئے ذکر فرمایا، اس لئے کہ ان کی شریعت کی ظاہریت مختلف ہے اور جب اُس نے ماکان تنزیل و تاویل کا ذکر فرمایا، تو انہیں ایک فرد کی حیثیت دیتے ہوئے ذکر فرمایا، اور کتاب کو روشن کہا، اس لئے کہ انبیاء کی ساری کتب اور شریعتوں کے موضوعات کی حقیقت ایک ہی ہے، گو کہ اقوال، اعمال، الفاظ اور ظاہریت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

پیغمبروں کو جماعت قرار دینے اور ماکان تنزیل کو ایک فرد کی حیثیت دینے

کی دلیل یہ ہے کہ "بیئات" کے معنی عملی معجزات اور واضح دلائل ہیں، اور "زُبر" کے معنی کتابیں، صحیفے، علوم اور دانشیں ہیں، پس "دلائل" اور "علوم" کے دونوں الفاظ میں آنحضرت سے اگلے پیغمبروں کی لائی ہوئی تمام مقدس ظاہری چیزوں کا ذکر آیا اور بہت سی دلیلوں اور بہت سی کتابوں یا کہ علوم کے ذکر و مفہوم سے پیغمبروں کی انفرادیت اور جماعت ثابت ہوئی، اس کے عکس کتابِ منیر یعنی روشن کتاب کا ذکر صیغہ واحد میں آیا، جس سے یہ مطلب صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت سے قبل کے پیغمبروں میں بظاہر کوئی مشترکہ واحد روشن کتاب جاری و ساری نہیں تھی مگر نورانیت باطن کی کتاب تھی جو نبوت و امامت کا واحد نور ہے، اور وہی کتابِ منیر، حقیقت، تاویل وغیرہ کے ناموں سے موسوم ہے پس مالکانِ تاویل کی وحدت کے بارے میں یہی دلیل کافی ہے، علاوہ برانِ توراہ، انجیل وغیرہ مشہور آسمانی کتب کی اصلی اور ظاہری حیثیت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان میں "نور" تھا، لیکن یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ان کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب "کتابِ منیر" کی حیثیت سے تھی، اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ پس ہم یہ بیان کرتے ہیں، کہ آدمؑ کے وحی مولانا شیت علیہ السلام تھے، نوحؑ کے وحی مولانا سام علیہ السلام تھے، ابراہیمؑ کے وحی مولانا اسماعیل علیہ السلام تھے، موسیٰؑ کے وحی مولانا ہارون علیہ السلام تھے، عیسیٰؑ کے وحی مولانا شمعون علیہ السلام تھے، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے وحی علی المرتضیٰ علیہ السلام تھے، اور نبوت کے ہر دور کہیں کے درمیان انہی پیغمبروں (یعنی مالکانِ تاویل) میں سے ہر دو پیغمبروں کے درمیان چھ امام تھے، جس طرح دو مجموعے دنوں کے درمیان چھ دن ہوتے ہیں (کیونکہ ایک اعتبار سے دور کہیں کو ایک ہفتہ مانا گیا ہے جس میں ہر ناطق پیغمبر روز جمعہ کی طرح ہے، اور چھ مالکانِ تاویل ہفتہ کے باقی چھ دنوں کی طرح ہیں، پس دوناطقوں کے درمیان چھ مالکانِ تاویل اس طرح ہیں جس طرح اگلے اور پچھلے دو مجموعوں کے دنوں کے درمیان باقی چھ دن ہوتے ہیں، اور

یہ چھ (ناطق) پیغمبر جو آتے ہیں، وہ بھی ہفتہ کے چھ دنوں کی طرح آتے ہیں، اور جو قائم، آنے والا ہے وہ ان کا سا تو ال ہے، اور جب (حضرت قائم) آئیں تو یہ دور مہین ختم ہو جائے گا، اور قیامت برپا ہوگی، اور ہر شخص کو اپنے کام کا اجر ملے گا کیونکہ دوسرے اعتبار سے دور مہین کو ایک ہفتہ مانا گیا ہے، جس میں چھ ناطق پیغمبر ہفتہ کے چھ دنوں کی طرح ہیں، اور حضرت قائم علیہ السلام سینچر کی طرح ہیں۔

پس آدم علیہ السلام التوار کی طرح ہیں، اور اس قول کی حقانیت کی دلیل یہ ہے، کہ حدیث میں یہ ذکر آیا ہے، کہ حق تعالیٰ نے تخلیق کائنات التوار کے دن شروع کی، جمعہ کے دن اس سے فارغ ہوا اور سینچر کے دن آرام کیا، اس قول کی تاویل و حقیقت ان دنوں کے شروع ہی سے لوگوں سے مخفی رہی ہے، اور ہر شخص نے اس قول کو اپنی ہی عقل کے مطابق قبول کر لیا ہے، اور یہ وہی سبب سے سینچر کے دن کو عظیم سمجھتے ہیں، وہ اس روز کام نہیں کرتے، جس سے ان کا مطلب یہ ہے، کہ خدا نے اس روز آرام کیا ہے، اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ جن پیغمبروں نے لوگوں کو یہ خبر دی ہے، وہ یہ چاہتے تھے، کہ سمجھ لیا جائے، کہ بموجب فرمان الہی چھ حضرات دنیا میں آئیں گے، تاکہ لوگوں کو کام بتا دیا جائے، اور جو ان کا سا تو ال حضرت آئے گا، وہ کوئی کام نہیں تہمتے گا، بلکہ وہ تو لوگوں کو دان کے ہر کام کا، بدلہ دے دیا کریگا، اسی روز (یعنی زمانہ، کو سینچر کہا گیا ہے، اور اس کے احترام کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے، اور وہ قائم القیامت علیہ السلام کا دن ہے۔

پس ہم بطور خلاصہ، یہ کہتے ہیں، کہ آدم علیہ السلام عالم دین کے اتوار ہیں، نوح علیہ السلام سوموار ہیں، ابراہیم علیہ السلام منگل وار ہیں، موسیٰ علیہ السلام بدھوار ہیں، عیسیٰ علیہ السلام جمعرات ہیں، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دین کے روز جمعہ ہیں، اور سینچر کے آنے کا انتظار کیا جاتا ہے، اور

کلام - ۹

قرآن اور اس کی تاویل کے اثبات کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق یعنی مدد و یاری سے یہ بتائیں گے، کہ عالم جسمانی کی پائیداری کا انحصار قرآن پاک پر ہے، اس قول کی واقعیت کے متعلق ہم ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ انسان دنیا کی تمام مخلوقات میں سے انتہائی آخری مخلوق ہے، کیونکہ عالم کی تینوں مخلوقات یعنی معدنیات، نباتات اور حیوانات کا خلاصہ اسی میں پایا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ خود اپنی ذات کے اعتبار سے ایک گرانقدر گوہر بھی ہے، اور اس گوہر کے پہچاننے اور قدر و قیمت کرنے والا بھی، نباتات کی طرح اُگنے بڑھنے والا بھی ہے، اور حیوانات کی طرح کھانے پینے والا بھی، نیز نطق و دانش کے عالم میں نباتات اور حیوانات سے افضل بھی ہے۔

پس یہ بات درست ہوئی، کہ انسان سے زیادہ مکمل اور کوئی چیز اس عالم سے وجود میں نہیں آئی ہے، اور جو چیز ایسی ہو، کہ اس سے بہت سی چیزیں پیدا ہوتی ہوں، اس سبب سے کہ وہ سب سے زیادہ مکمل ہے، تو ایسی چیزیں دراصل اُن پہلی چیزوں سے بھی بہلی اور ان کی جڑ کی حیثیت سے ہوا کرتی ہے

اللہ اعلم بالصواب

اور ان پہلی چیزوں کا دائرہ ایسی چیز پر ہوتا ہے، اور چیزوں کی پائیداری کا انحصار تو اصولاً اس چیز پر ہوتا ہے، جو ان کی اصل (یعنی جڑ) کی حیثیت سے ہے۔

مذکورہ فضل کی ایک مثال یہ ہے، کہ انروٹ کے درخت سے بہت سی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، جیسے پتے، شاخیں، جڑیں اور چھلکے اور جو چیز اس درخت سے سب سے اخیر میں پیدا ہوتی ہے وہ انروٹ ہی ہے، جس میں ان دوسری چیزوں کے تمام خلاصے (یعنی) موجود ہوتے ہیں اور یہ اپنے تیل اور ذائقہ کی وجہ سے ان چیزوں پر فضیلت رکھتا ہے، وہی سب سے مکمل چیز ہے، وہی انروٹ کے درخت کی اصل ہے، اور درخت کی پائیداری کا انحصار اسی پر ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر وہ ابتدائی انروٹ نہ ہوتا، تو یہ درخت وجود ہی میں نہیں آسکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ درخت انروٹ کا پھل نہ لاتے، تو اسے کاٹ دیا جائیگا، اور اس کو جلانے کی لکڑی کر دیا جائیگا۔

ہم اپنے اصلی بیان کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں، کہ جب اس عالم میں انسان سے بڑھ کر کوئی اکمل شے پیدا نہیں ہوتی، تو لازم آتا ہے کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا نفس کُل ہی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ انسانی نفس جو نفس کُل کی تخلیقات میں سب سے اخیر میں پیدا ہوا، نفس کُل کا جزو ہے، جب یہ حقیقت حال ثابت ہوتی، تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انسان کو بفرس حال دُنیا سے اُٹھا لیا جائے، تو لازمی ہے کہ دُنیا دو وجہوں سے نیست ہو جائے گی، ایک وجہ یہ ہوگی کہ انسان کا خاتمہ اس کے سرمایہ (یعنی خور و نوش وغیرہ کی چیزیں) عالم سے منقطع ہونے کے سبب سے ہوگا (اور یہ تو صرف، دُنیا سے نفس کُل کے دست بردار ہو جانے کے سبب سے ہوگا، پس اگر دُنیا بنانے والے کی عنایت دُنیا سے منقطع ہو جائے، تو وہ فنا ہو جائے گی، دوسری وجہ یہ کہ اگر عالم میں انسان نہ ہو، تو عالم بیابان ہوگا، اور نباتات نہیں اُگیں گی، اس لئے کہ یہی انسان ہے، جو (نہروں کے، پانی سے زمین آباد کرتا ہے تاکہ اس میں نباتات اُگ سکیں

اللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ الطَّيِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ
 وَبَعْدُ

اور جہاں کوئی انسان نہیں وہاں کوئی آبادی نہیں، اگر انسانی ذرائع نہ ہوں، تو درندے دوسرے ان جانوروں کو جن میں تعمیری، بہتری ہے، ہلاک کر دیں گے، اور انسان کے نہ ہونے کی وجہ سے عالم نیست ہو جائے گا، اس لئے کہ عالم یعنی جانتے والا، تو انسان ہے، اور عالم (یعنی جانا ہوا) جہاں ہے، پس جانتے والے کے بغیر جانا ہوا نہیں ہو سکتا، اور یہ ایک کفایہ کُن بیان ہے۔

جب ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ بقائے عالم کا دار و مدار انسانی بقا پر ہے تو ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں، کہ انسانی بقا کا انحصار قرآن پاک پر ہے، اس لئے کہ قرآن اور اس کے احکام ہی کی بدولت ہر شخص دنیا میں اپنی ملکیت کا مالک ہے، اور اگر لوگوں کے درمیان خدا کی کتاب نہ ہو، تو وہ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے، اور کوئی شخص حصولِ علم اور طلبِ فضیلت کے قابل نہ ہو سکے گا، پھر لوگ مویشیوں ہی کی طرح ہوں گے، جس طرح ان علاقوں کا حال ہے جہاں کے لوگوں کے درمیان علم و حکمت نہیں، اور وہ لوگ مویشی اور درندے جیسے ہوئے ہیں، جس طرح ملک خراسان میں "یکوب" قوم کے لوگ ہیں جو بکرمان میں "کونج" کے لوگ ہیں، اور عرب میں "بدو" ہیں، جن سے بُرائی کے سوا اور کچھ نہیں آتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ہی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور پھر جنگل و بیابان ہی میں انسانیت کی حد بندیوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

مباحثہ

اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں، کہ وہ بہتری کے ساتھ ہیں، حالانکہ وہ قرآن کو نہیں مانتے ہیں، جیسے رومن، روسی، ہندو وغیرہ، میں اسے یہ جواب دوں گا، کہ جس گروہ کے پاس کوئی آسمانی دلیل (آسمانی کتاب، موجود ہو، تو یوں سمجھنا چاہئے کہ ان کے درمیان خدا کی کتاب موجود ہے، اور خدا کی ساری کتابیں (اپنی اصلی صورت میں، قرآن ہی ہیں، اور ان

کتابوں میں بحقیقت کوئی اختلاف نہیں، اور نادان لوگ جو کچھ توراہ، انجیل اور قرآن کے درمیان اختلاف سمجھتے ہیں، وہ حقیقت میں کوئی اختلاف ہی نہیں، سوائے اس کے کہ لفظ، مثال اور اشارہ کی ظاہریت میں اختلاف ہے، پس رومنوں کے درمیان انجیل، رومیوں کے درمیان توراہ اور ہندوؤں کے درمیان صحفِ ابراہیم موجود ہے، اور جو نادان ہندوؤں کا حال پوچھے، تو اسے معلوم ہو گا کہ وہ لوگ سارے دُنیا والوں میں سب سے زیادہ تقلید کرنے والے ہیں کیونکہ وہ ایک ایسے شخص کے کہنے سے اپنے آپ کو جلا دیتے ہیں، جس نے ان کو بتایا ہے، کہ اگر تم اپنے آپ کو جلا دو گے تو بہشت میں پہنچو گے، تاکہ تناسخ کے ذریعہ پھر دُنیا میں آسکو، تناسخ ایک ایسا مذہب ہے جس کے ماننے والے یہ کہتے ہیں، کہ جسم کی فنا (یعنی جلانے) کے بعد (رُوح کی، ہر اس گمراہ کو بے تعلق کیا جاتا ہے، جس کا تعلق اس جسم کے ساتھ ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ کسی آسانی، کتاب کی ظاہریت کے بغیر لوگ قیدِ تقلید میں نہیں ٹھہر سکتے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہندو دانشمند انتہائی پرہیزگار ہوتے ہیں، ان کے درمیان زنا اور اغلام نہیں، وہ جھوٹ نہیں بولتے اور جھوٹی قسمیں نہیں کھاتے، اور ان کے پاس ایک کتاب ہے جس کے متعلق وہ کہتے ہیں، کہ یہ خدا کا کلام ہے، میں نے ان کے دانشمندانوں سے ایسی بہت سی باتیں سُنی ہیں، پس یہ ثابت ہوا، کہ انسانی بہتری قرآن میں ہے، اور عالمی بہتری انسان میں ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ عالم کی پائیداری اور بہتری (دراصل، قرآن میں ہے، اور قرآن خدا کا وہ کلام ہے، جو علم و عمل قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو فرمایا گیا ہے اس لئے کہ انسان ان دو طریقوں پر قادر ہیں: یا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ کو عمل میں لاتے ہیں، یا ان کے معانی جانتے ہیں، نفسِ لطیف کو پہچانتے ہیں، عالمِ لطیف کا تصور کرتے ہیں اور دلائل کے ذریعہ اس عالمِ کثیف ہی سے اُس

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا يَنْفَعُنِي وَأَعْمَالَ تُرِيحُنِي

عالم لطیف کی رسائی کر لیتے ہیں۔

پُچنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (بھی، قرآن میں دو وجہوں سے ہے، یا تو عمل کے لئے فرمایا ہوا ہے، پُچنانچہ۔

”وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (۲۴۱)“

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور جیسا کہ فرمایا۔

”وَقُلْ أَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (۹)“

(اے محمدؐ، آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ، سو دیکھ لے گا تمہارے عمل کو

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ۔ یا فرمایا ہوا ہے، کہ جان لو، جیسا کہ فرمایا۔

”وَاعْمَلُوا إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۲۸)“

اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے۔

اور جس طرح فرمایا۔

”فَاعْمَلُوا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳۵)“

جان لو، کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس ہمیں یہ کہنا ہو گا کہ قرآن (درحقیقت)، اس شخص نے قبول کر لیا ہے

جو کام کرنے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی، عربی میں کام کو عمل اور جاننے

کو علم کہتے ہیں، اور یہ دونوں لفظ تین حروف سے بنے ہیں، جیسے (علم)؛

ع، ل، م، اور عمل بھی انہی تین حروف کا ایک لفظ ہے، جیسے: ع، م، ل، اسی طرح

انسان کا دینی کام ایک ہی ہے، جو اس کی تین چیزوں سے متعلق ہے، جس میں

سے ایک تو انسان کے کان کا کام ہے، جو دین کے بارے میں انسان حق

بات سنتا ہے، دوسرا انسان کی زبان کا کام ہے، جو دین کے بارے میں انسان

حق بات کہتا ہے، جس میں کلمہ اخلاص اور دوسری باتیں آتی ہیں، تیسرا انسان

کے جسم کا کام ہے، جو کرتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ، اور علم بھی

تین حروف کا ایک لفظ ہے، جس طرح انسان کی دانش ایک ہے، جو انسانی

نفس کی تین قوتوں پر مشتمل ہے، جن میں سے ایک تو قوتِ حسی ہے جس کے ذریعہ انسان دین سے متعلق محسوسات، از قسم شرعی موضوعات کی ظاہری صورتیں سمجھ لیتا ہے، کہ نماز کس طرح پڑھنی چاہئے، روزہ کس طرح رکھنا چاہئے، مناسک یعنی جن چیزوں کے ذریعہ حج درست ہوتا ہے، کیا ہیں اور کس طرح ہیں وغیرہ دوسری قوتِ علق ہے، جس کے ذریعہ انسان اقوال کہتے ہیں اور نفسِ ناطقہ کو سناتے ہیں اور سننے والا ان اقوال پر حاوی ہو جاتا ہے، تیسری قوتِ عقل ہے، جس کے ذریعے انسان توحید کو تشبیہ اور تعطیل سے مجز ذکر کرتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدت کو نہ تو کسی چیز کے مانند قرار دیتا ہے اور نہ اس کی وحدت سے انکار کرتا ہے) اور وہ جانتا ہے، کہ انسان کی عقل چیزوں پر حاوی ہو جاتی ہے، اور وہ اس کے لئے ایک عطا ہے، کہ وہ عطا سے ایک ایسی ہستی کی طرف سے ہے، جو خود اس کی احتیاج سے برتر ہے، اور یہ توحید کو مجز ذکر کرنے کا ایک اشارہ ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا، کہ انسان کی دینداری سے متعلق، ساری چیزیں مجموعاً دو ہیں، جو ایک علم ہے اور دوسری چیزِ عمل، جب یہ دونوں چیزیں کسی انسان میں جمع ہو جائیں تو لوگ اسے دیندار کہتے ہیں، جس طرح انسان میں رُوح اور جسم ہے، جب دونوں چیزیں جمع ہو جائیں، تو اسے انسان کہا جاتا ہے، عمل دین کے لئے جسم کی طرح ہے اور علم دین کے لئے رُوح کی طرح ہے، اور جو شخص علم کے بغیر عمل کرتا ہے، تو اس کے دین میں جان نہیں، بلکہ مُردار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مُردار کو حرام کر دیا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ بے علم عمل نامقبول یعنی حرام ہے، جس طرح مُردار حرام ہے، اور جو شخص علم سیکھے اور عمل نہ کرے، تو اس کا کوئی دین ہی نہیں، اس لئے کہ دنیا میں کسی بلا جسم رُوح کا اثبات ہو نہیں سکتا، اور بے علم سے بے علم عمل بہتر ہے، چنانچہ کچھ نہ ہونے سے مُردار بہتر ہے۔

حسابِ جبل کے مطابق ”علم“ اور ”عمل“ دونوں (لفظوں) میں سے ہر ایک کا مجموعہ ایک نٹو چالیس بنتا ہے، جن کے چودہ عقد ہوتے ہیں، یعنی وہ اس طرح، کہ نٹو کے دس عقد ہوتے ہیں اور چالیس کے چار عقد بنتے ہیں، کیونکہ ہر دس کا ایک عقد ہوتا ہے (اسی طرح دس اور چار) مجموعاً چودہ عقد ہوتے ہیں اور چودہ دو دفعہ سات ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو احسان جتنا ہے، چنانچہ فرمایا:-

” وَ لَقَدْ اَتَيْنَاكَ مَسْبَعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (۱۵)

یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو ایک ایسا سات دیا جو دہرا ہے، اور قرآنِ عظیم دیا، اور اس آیت کی تاویل یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ایک ایسا دین دیا، جو ان دو چیزوں سے آراستہ تھا، ان میں سے ایک تو علم تھا اور دوسرا عمل، کہ ہر ایک عقود کے حساب سے دو دفعہ سات ہے اور قرآنِ عظیم علم و عمل کا جامع ہے، جس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا۔

اب ہمیں یہ کہنا ہے کہ قرآنِ دہ ہے، جس کے ذریعے دُنیا کا قیام ہے مسلمانوں میں (قرآن کی ماہیت کے متعلق، اختلاف ہوا، ایک گروہ نے کہا، کہ یہ خُدا کا کہا ہوا ہے، اور دوسرے گروہ نے کہا، کہ یہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اور دونوں گروہوں نے سچ کہا، مگر انہوں نے خود ان (دونوں باتوں) کے معنی نہیں سمجھا اور ہم اس مقام پر اس کا بیان کر دیں گے، کہ قرآن اس اعتبار سے خدا کا قول ہے، اور مخلوق نہیں، کہ عقلِ کل کی تائید نفسِ کل کی وساطت سے ان کلمات کی حقیقت کے ساتھ آتی ہے، جو آج مصحفوں میں رکھے ہوئے ہیں، اور (یہ تائید و حقیقت) رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ نفس ہی کو پہنچی ہے، اور عقلِ کل مخلوق نہیں، نہ نفسِ کل مخلوق ہے، بلکہ وہ دونوں بندگانِ بسیط

سے: بسیط، مفرد، غیر مرکب، یعنی وہ چیز جو یکتا ہو، مرکب کے برعکس، جو کئی چیزوں سے مل کر

ہیں، اور بغیر کسی چیز سے پیدا کئے گئے ہیں، اور مخلوق وہ چیز ہوتی ہے، جو کسی دوسری چیز سے پیدا کی گئی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
 ” وَكَذَٰلِكَ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ

طِينٍ (۲۳۱)

یعنی ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، اور جب قرآن اُس غیر مخلوق عقل و نفس سے ہے، تو درست ہوا، کہ مخلوق نہیں ہے، اور جب انسان کی طاقت ان دو طریقوں میں تھی (جن میں سے ایک تو یہ) کہ جب کسی نے کچھ کہا اور کچھ کیا، تو انسان نے اُسی (قول و عمل) کو مخلوق سمجھا، اور (دوسرا یہ کہ) جو چیز غیر مخلوق تھی، تو اسے احاطہ قول سے برتر سمجھا، لیکن قرآن اس کے باوجود بھی مخلوق نہیں خدا کا قول ہے، اور ہم قرآن کو خدا کا قول اس وجہ سے کہتے ہیں، کہ قرآن عقل کُل کی تائید اور نفس کُل کی وساطت سے ہے، اور عقل و نفس خدا کے امر سے موجود ہوتے ہیں، اور خدا کا امر (ایک خاص) کلمہ ہے، جس کی (بلفظ دیگر) ”کن“ سے عبارت کی گئی ہے، پس ہم نے کہا کہ قرآن وہی کلمہ ہے، جو دوسرے لفظ میں ”کن“ ہے تو وہ کسی چیز سے بنا ہوا نہیں (یعنی مخلوق نہیں)۔

اب ہم قرآن کے ظاہری پہلو کی طرف متوجہ ہوتے، تو بتائیں گے، کہ قرآن مخلوق ہے، اس اعتبار سے کہ آج مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، اس میں سُوے ہیں، جو آیات سے مرکب ہیں، آیات کلمات سے مرکب ہیں، اور کلمات حروف سے بنے ہیں، اور جو چیز بہت سی چیزوں سے مرکب ہوتی ہو، وہ مخلوق ہی ہے پس آج جو کچھ مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، وہ مخلوق ہے، مگر جس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر نازل ہوا، تو مخلوق نہ تھا لیکن رسول علیہ السلام نے جو جب فرمان الہی اُسے عربی زبان میں کہا، تو مخلوق ہوا، اس لئے کہ رسول علیہ السلام مخلوق تھے، اور

بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

مخلوق سوائے مخلوق کے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہو سکتا، آج اگر قرآن مخلوق نہ ہوتا، تو لوگ اس پر قادر نہ ہوتے اور اس سے واقف نہ ہوتے، اس سے قبل کہ رسول علیہ السلام نے قرآن کو عربی زبان میں کہا، آنحضرت نے اپنے پاک نفس کے ذریعہ اس کو حاصل کر لیا تھا، جو حروف و کلمات کے بغیر بیض (غیر مرکب) تھا، آج مخلوق ہے۔ اب ہم اس کا بیان لفظ "قرآن" ہی سے ظاہر کریں گے، کہ لفظ "قرآن" چار حروف سے بنا ہوا ہے، ان میں سے دو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، جیسے "ق" اور "ر" (قر) اور دو ایک دوسرے سے جدا ہیں، جیسے "ا" اور "ن" (آن) اور یہ دو لفظ قرآن (یعنی قر اور آن) قزین سے لئے گئے ہیں، پس لازم آتا ہے، کہ قرآن چار قزین (ساتھی) سے گزر کر لوگوں کو پہنچا ہے، اور ان چاروں میں سے دو "قر" کی طرح مرکب ہیں، اور دو "آن" کی طرح بسیط ہیں، اور ہمیں قرآن ان دو مرکب سے ملا ہے، جن کو قرآن ان دونوں بسیط سے ملا تھا، اور وہ دونوں مرکب ناطق اور ان کے اساس ہیں، جو ایک دوسرے کے قزین (ہمنشین) ہیں، اور جسم و نفس سے مرکب ہیں، لفظ قرآن کے ان پہلے دو حروف کی طرح جو مرکب ہیں، جیسے "قر" اور یہ دو مرکب (ناطق و اساس) ان دو بسیط کے ذریعہ مکمل ہو جاتے ہیں، جس طرح لفظ "قرآن" الف و نون کے ذریعہ مکمل ہے۔

پس الف و نون عقل و نفس کی مثال ہیں، کہ ناطق اور اساس کی تالیف و تاویل میں انہی سے تائید حاصل ہے، اور وہ مرکب نہیں بلکہ بسیط ہیں، جس طرح یہ دونوں حروف مرکب نہیں، اور الف عقل کل کی دلیل ہے، کیونکہ وہ ساکے حروف سے جدا ہے، کہ جب لکھنے والا اس تک پہنچے تو اس کا سلسلہ تحریر ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے کہ الف کے اوپر کی طرف سے کوئی چیز متصل نہیں، اور وہ تحریری چیزوں کا آغاز ہی ہے، حروف الف کے ساتھ نیچے سے مل جاتے ہیں مگر الف دوسرے حروف کے ساتھ نیچے سے نہیں ملتا، جس طرح ساری چیزیں اپنے اوپر کی طرف سے عقل کے ساتھ متصل ہیں، مگر عقل اپنے اوپر کی طرف سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ
 وَجَعَلْ لَنَا مِنْ حَقِّہٖ
 حَقًّا مَّا نَحْنُ بِاَعْمٰرِہٖ
 وَجَعَلْ لَنَا مِنْ حَقِّہٖ
 حَقًّا مَّا نَحْنُ بِاَعْمٰرِہٖ

کسی چیز کے ساتھ متصل نہیں اور نون نفس کُل کی دلیل ہے، چنانچہ وہ ایک ایسا خط ہے، جو مے سے ہر متصل ہوا چاہتا ہے، اور ہنوز متصل نہیں ہوا ہے، جس طرح نفس کُل کا حال عقل کُل سے فائدہ لینے سے عقل کُل کے درجہ میں پہنچ ہی رہا ہے، مگر ابھی نہیں پہنچا ہے۔

اسی طرح ترتیب تلفظ میں یعنی حرف "نون" کے حروفِ تشریحی میں پہلے نون آیا ہے اور اخیر میں بھی نون ہی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ ہر آخر اپنے اول کی طرح ہوگا، (یعنی ہر دوسری چیز اپنی پہلی چیز کی طرح ہوگی، اول عقل ہے اور آخر نفس ہے، پھر نفس عقل ہی کی طرح ہوگا، اور ان چار حروف میں سب سے پہلے "قاف" ہے، جو اس کی دلیل ہے، کہ مومن کو اسی سے ناطق کا راستہ مل سکتا ہے، اور اُس کو پہنچاتا ہے اور "را" ناطق کی دلیل ہے "قاف" کا حساب جمل نلوئے اور "را" کا دوسو ہے، یعنی کہ ناطق تاویل و تالیف کے دو مراتب کے مالک ہیں اور اساس ایک ہی مرتبے کے مالک ہیں، جو تاویل کا مرتبہ ہے، عالم دین میں ناطق کو جو اولیت کا مرتبہ ہے، اور اساس کو نسوانیت کا مرتبہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ (۱۶۴)

یعنی ایک مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، "الف" جو عقل کی دلیل ہے، حساب میں ایک کا عدد رکھتا ہے، جس کے معنی ہیں کہ عقل ساری موجودات کی علت (سببِ پیدائش) ہے، جس طرح گنتی میں "ایک" سارے اعداد کی علت ہے، اور "نون" نفس کی دلیل ہے، کیونکہ وہ چار عناصر کا اور مولید کا، جو ان کا پانچواں ہے، پیدا کرنے والا ہے، جس طرح نون کا حساب پچاس ہوتا ہے، جس کے پانچ عقد بنتے ہیں، اور لفظ قرآن کے "قاف" اور "را" عمل کی مثال ہیں، جو جسم مرکب کا حصہ ہے، اور اسی لفظ کے "الف" اور "نون" علم کی مثال ہیں، جو نفسِ سبب کا حصہ ہے، علم کے بغیر عمل چوپایوں کا حصہ ہے، عمل کے بغیر علم فرشتوں کا حصہ ہے اور علم و عمل دونوں انسانوں کا حصہ ہے، کیونکہ وہ جسم کے اعتبار سے

حیوانات کے ساتھ شریک ہیں، اور نفس دانا کے لحاظ سے حیوانات کے ساتھ شریک نہیں، بلکہ وہ فرشتوں کے ہمسر ہیں (پس دونوں امکانی صورتوں کی وجہ سے ابتداءً انسان، حیوانات اور فرشتوں کے درمیان متوسط ہے، تاکہ وہ علم و عمل کے ذریعہ حیوانیت سے ملکوتیت میں پہنچ سکے۔

قرآن کے الفاظ مختلف آتے ہیں، نیز تمام پیغمبروں کی شریعتوں کے اعمال بھی مختلف واقع ہوتے ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں انسان کے جسم کی طرح تھے، کہ انسانوں کے اجسام مختلف ہی ہوتے ہیں، مگر خدا کی کتابوں کے معنی اور انبیا کی شریعتوں کی تاویل ایک ہی آتی ہے، اور وہ (حقیقت) حال خود ایک ہی ہے، اس لئے کہ وہ رُوحِ انسانی کی مثال ہے، اور رُوح کا حال بدل جانے والا نہیں، پس لفظ کو تنزیل اور معنی یعنی حقیقت، کو تاویل کہا گیا ہے۔

پس ہم ایک قریب تر مثال بیان کریں گے، اور تنزیل و تاویل کے درمیان فرق ظاہر کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

” وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا (۱۱۳)“

یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی چاشتگاہ کی، اور چاند کی جب اس کے پیچھے چلے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قسم ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ اس سورج سے اللہ تعالیٰ کی مُراد رُسول ہیں، جو عالم دین کے سورج ہیں اور چاشتگاہ سے مُراد ان کے دین کی روشنی ہے اور چاند سے مُراد دین میں ان کا وصی ہیں، اور چاند سورج کے پیچھے پیچھے چلنے سے اللہ تعالیٰ کی مُراد عالم دین میں رسول کے پیچھے ان کے وصی کا چلنا ہے، اور ان کی قابلِ تعریف سیرت مُراد ہے، اور تنزیل کے بعد کتاب کی تاویل کرنا مقصود ہے، اور یہی زیادہ بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول اور آنحضرت کے وصی کی قسم کھائے، یہ نسبت اس کے کہ بلا سمجھ گمروش کرنے والا سورج اور چاند کی قسم کھائے، جن کی روشنی کسی فرق و تمیز کے بغیر، ہر پاک و پلید پر پڑتی رہتی ہے، ہم نے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰی اٰلِهِ وَرَحْمَتِكَ
 اَبَدًا

قرآن کی ماہیت، کی تشریح و توضیح کردی، اور اس کی تاویل کی واجبت اور اہت دانی ترکیب کا بطور اختصار و اکتفا تذکرہ کر دیا۔



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ عَمِلْ سَعِيًّا لَمْ يَكُنْ لِحَقِّهِ
مِنْهُ شَيْءٌ وَ مَنْ عَمِلْ عَمَلًا
مِنْهُ لَمْ يَكُنْ لِحَقِّهِ شَيْءٌ
وَمَنْ عَمِلْ عَمَلًا لَمْ يَكُنْ
لِحَقِّهِ شَيْءٌ وَ مَنْ عَمِلْ
عَمَلًا لَمْ يَكُنْ لِحَقِّهِ شَيْءٌ
وَمَنْ عَمِلْ عَمَلًا لَمْ يَكُنْ
لِحَقِّهِ شَيْءٌ

کلام - ۱۔

کتاب (قرآن) اور شریعت کے ظاہر و باطن کے بارے میں

باری سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق سے بتایا جاتا ہے کہ دین اسلام کے بعض
انجان اور سست لوگ شیعہ حق کو باطل قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ
کافر ہیں، بغیر اس کے کہ وہ ان کے مذہب کی حقیقت تک رسا ہو جائیں
اور کسی دانشمند کے لئے بہتر طریقہ وہ ہوتا ہے، کہ اپنے مخالف کے احوال
کی بابت پوچھا کرے، اور اس کے ساتھ گفتگو اس کی حقاری کے اندازے
سے کرے، تاکہ وہ جاہلوں کی عادت کا عامل نہ بن جائے، اور اس کو بد
نصبت نہ دی جائے، جو شخص اسلام کے کسی مومن کو کوئی طعنہ دیتا ہو،
اس کے بغیر کہ وہ اس کے اعتقادات جانتا ہے، اور بجز اس کے کہ اس کو اس
شخص سے کوئی تکلیف پہنچی ہے بلکہ بلا وجہ دعویٰ بد کو عمل میں لانے کے
لئے اسے تکلیف دیتا ہے تو اس کی مثال گتے کی طرح ہے، کہ ایک شخص اپنے
راستے پر نظر جماتے ہوئے اپنے کام کے لئے جا رہا ہے، تو وہ ایک گلی سے
بکل کر اس شخص پر حملہ آور ہوتا ہے، اس کے کپڑوں کو پھاڑتا ہے، اور اسے
زخمی کر دیتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

” فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ
أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصِصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ (١٧٦)

یعنی اس کی مثال کتے کی مثال جیسی ہے، اگر تو اسے مائے تب بھی
زبان ڈالتا ہے، یعنی بھونکتا ہے یا اسے چھوڑے تب بھی بھونکتا اور رنج
دیتا ہے، اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے، جنہوں نے ہماری نشانوں کو
جھٹلایا (یعنی انہوں نے امان حق کی اطاعت نہیں کی، پس آپ اے محمد
قصے بیان کیجئے، شاید وہ لوگ کچھ سوچیں) اور وہ نادان لوگ شیعوں کو ستاتے
ہیں، اس لئے کہ یہ ان سے الگ ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا،
لازماً وہ تاریکی، نادانی اور نابینائی میں ہلاک ہو جاتے ہیں، ہم اس مقام
پر باطن کے اثبات کے باب میں بیان کریں گے، تاکہ شاید اللہ تعالیٰ
کسی کو ہوش دے، جس سے وہ حق دیکھے اور مومنوں کو انجامانے نہ ستائے۔
ہمارا بیان ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے، وہ دو قسم کا ہے، یا تو ظاہر
ہے یا باطن جو کچھ ظاہر ہے وہ آشکار ہے، کہ آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ
پایا جاتا ہے، جن کو جو اس کہا جاتا ہے، اور جو چیزیں جو اس کے ذریعہ پائی
جاتی ہیں، انہیں محسوسات کہتے ہیں، اور جو چیزیں باطن یعنی پوشیدہ ہیں
اور لوگ ان کو جس کے ذریعہ پانہیں سکتے، بلکہ حکمت والے ان کو عقل و علم
ہی کے ذریعے پاسکتے ہیں، تو ان کو معقولات کہتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں
کہ جو کچھ آشکار ہے وہ بذات خود آشکار ہے۔ اس وجہ سے نہیں، کہ لوگ
اس کو جو اس کے ذریعے پالیتے ہیں، بلکہ لوگ اس کو پائیں یا نہ پائیں وہ تو
خود آشکار ہی ہے، جس طرح یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، کہ اگر لوگ اس
کو نہ دیکھیں، تو یہ پوشیدہ نہ ہوگی، بلکہ اس کی ظاہریت یہ ہے کہ اگر درست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَمِعُ السَّوْیٰتِ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِیَوْمِ الْقٰدِمِ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

جس اس تک پہنچے تو اس کو پالیتی ہے، ہمارا کہنا ہے کہ اسی طرح وہ چیز جو پوشیدہ ہے، بذاتِ خود پوشیدہ ہے اور اگر لوگ اس کو عقل کے ذریعہ پائیں تو وہ چیز پوشیدگی کی حد سے باہر نہ آتے گی، اور انسان کے پالینے سے بھی وہ ظاہر نہیں ہوگی، جس طرح جو کچھ آشکار ہے، وہ انسان کے نہ پالینے سے پوشیدہ نہیں ہوتی، اور پوشیدہ کی مثالیں عالمِ لطیف، انسان کی جانِ عالم کی محدثی، وقت کا گزر جانا، صانع کا اثبات وغیرہ ہیں، اور ان چیزوں کی پوشیدگی یہ ہے، کہ لوگ جو اس کے ذریعہ ان کو نہیں پاسکتے ہیں۔

جب ہم نے یہ ثابت کر دیا، کہ جو کچھ ظاہر ہے وہ ہرگز پوشیدہ نہ ہوگا اور جو کچھ پوشیدہ ہے، وہ ہرگز آشکار نہ ہوگا، تو ہمارا کہنا ہے کہ اس بارے میں شیعہ اگر وہ امامیہ، کا قول یہ ہے، کہ جو عبادت عمل میں لائی جاتی ہیں اور جس کے ذریعہ پائی جاسکتی ہیں، تو وہ ظاہر کہلاتی ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ، اور مادی چیزوں میں سے آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے کہ جن کے حواس درست ہیں وہ ان چیزوں کے پانے میں برابر ہیں اور یہ ساری چیزیں ظاہر ہیں، اس لئے کہ ہر جس والے کو دوسرے پر ان چیزوں کے دیکھ پانے میں کوئی فضل نہیں، اور جب ”باطن“ کہا جاتا ہے تو باطن سے ان کی مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں جن کو پانے کے لئے جس کو کوئی راستہ نہیں، جیسے ہر اس چیز کا سبب پیدائش جو عنصر، طبع اور ارکان (مادی اجزاء) سے بنی ہے، اور جو کچھ موجود پایا گیا ہے، اس کو تقسیم کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کوئی مطلوبہ چیز آشکار چیزوں میں سے ہے، یا پوشیدہ چیزوں میں سے، اور جان لیں کہ مطلوبہ چیز جس کے ذریعہ پائی نہیں جاتی ہے، اور نہ وہم و فہم کے ذریعہ پائی جاتی ہے، جیسے علم توحید، اثباتِ نبوت، بہشت، دوزخ، ثواب، عذاب، حشر، حساب، فنا تے عالم وغیرہ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی پوشیدگی کی وجہ سے لوگ ان کی دریافت میں ایک دوسرے پر فضل و شرف

طالعیہ و صدقہ و عبادت و انوار و نور و نور

وَاللَّهُ يَخْتَارُ
 مَا لَمْ يَكُن لَكُمْ
 وَاللَّهُ يَخْتَارُ
 مَا لَمْ يَكُن لَكُمْ

کوئی ظاہر چیز نہیں، مگر اس کا قیام اس کے باطن پر ہے، آسمان سے لے کر
 زمین تک، اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے، اس لئے کہ آسمان سے جو
 کچھ ظاہر ہے، وہ یہی نیلارنگ ہے، جو دکھائی دے رہا ہے، اور سورج، چاند
 اور ستاروں سے اس روشنی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں، چنانچہ آسمان
 میں یہ ظاہر نہیں، کہ جب سورج برج حمل میں پہنچتا ہے، تو زمین کیونکر
 ہری بھری ہو جاتی ہے، اور جب سورج برج میزان میں پہنچتا ہے، تو درختوں
 کے پتے (کس وجہ سے) پیلے ہو جاتے ہیں، پھر وہ پتے (کس سبب سے)
 جھڑ جاتے ہیں، اور اسی طرح دوسرے موسموں کی حقیقت بھی جو اس کے لئے
 ظاہر نہیں کہ سال میں (کس طرح) بارہ مہینے ہوتے ہیں، اور یہ ظاہر نہیں
 کہ ماہِ رمضان جو عربوں کے سال کا نواں مہینہ ہے (کیونکہ افضل ہے)
 بلکہ وہ ان ساری (معقولات) کی طرح معقول ہے، نہ کہ محسوس، اور ہر ظاہر کا
 قیام اس کے باطن پر ہے جس طرح مجموعی طور پر عالم کا قیام انسان پر ہے
 چنانچہ اس کی دلیل قبلًا ہم نے اسی کتاب میں ظاہر کی ہے، اور ہر گوہر کی
 قیمت نہ اس کے ظاہر کی وجہ سے ہے، بلکہ اس کے باطن کی وجہ سے ہے
 چنانچہ سونانہ اس سبب سے قیمتی واقع ہوا ہے، کہ وہ زرد اور گھلنے والا ہے
 کیونکہ اگر اس کی قیمت اسی وجہ سے ہوتی تو پیتل بھی زرد اور گھلنے والا
 ہے، سو یہ بھی قیمت میں اس کے برابر ہوتا، بلکہ سونے کی قیمت اس معنی
 (یعنی حقیقت) کی وجہ سے ہے، جو اس کے اندر ہے، اور وہ پیتل سے
 جدا ہے، اور وہ ایک لطیف حقیقت ہے، اور نفس لطیف اس حقیقت
 کو سمجھ سکتا ہے، اور وہ حقیقت کسی لفظ میں لائی نہیں جاسکتی، مگر تقریبی
 مثال میں، اور اسی طرح زمین کے ظاہر میں یہ آشکار نہیں کہ اس سے اتنی
 قسم کی نباتات کس طرح اُگتی ہیں اور نباتات میں بھی یہ آشکار نہیں کہ اس
 سے کس طرح حیوان کو زندگی ملتی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اسی طرح ہی انسان کا جسم کثیف آشکار ہے، اور روح لطیف پوشیدہ ہے، یہ جہانِ فانی آشکار، اور وہ جہانِ باقی پوشیدہ ہے؛ مصنوع آشکار اور صنایع پوشیدہ ہے، بُرے لوگ اچھے لوگوں کی نسبت آشکار ہیں اور اچھے لوگ بُرے لوگوں کی نسبت پوشیدہ ہیں، پس اسی طرح خدا کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت آشکار ہے اور ان کے معنی و تاویل نادانوں سے پوشیدہ ہے مگر داناؤں کے لئے عیان ہے، کیونکہ وہ تو اسی وجہ سے نادانوں سے ممتاز ہوئے ہیں۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ کتب (سادہ) اور شریعت دو اجسام کی طرح ہیں، اور معنی و تاویل ان اجسام کی دو ارواح کی طرح ہیں، اور جس طرح بغیر روح کے جسم خوار ہو جاتا ہے، اسی طرح تاویل اور معنی کے بغیر کتاب و شریعت کی بھی خدا کے نزدیک کوئی قدر نہیں چنانچہ رسول علیہ السلام نے فرمایا:-

” اِنَّ اللّٰهَ اَمْسَسَ دِيْنَهُ عَلٰی اَمْثَالِ خَلْقِهِ لِيُسْتَدَلَّ

بِخَلْقِهِ عَلٰی دِيْنِهِ وَبِدِيْنِهِ عَلٰی وَحْدَانِيَّتِهِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بنیاد اپنی خلقت کی طرح رکھی، تاکہ اس کی خلقت سے اس کے دین کی دلیل مل سکے، اور اس کے دین سے اس کی وحدانیت کی دلیل مل سکے۔ جب دنیا کی خلقت میں یہ عیان ہے کہ چیزوں کے باطن ان کے ظاہر سے اشرف ہیں اور ہر چیز کے ظاہر کا قیام اس کے باطن پر ہے، تو لازم آتا ہے، کہ خدا کا کلام اور رسول کی شریعت بھی اپنے باطن ہی کی وجہ سے اشرف ہے، اور جو شخص اس کے باطن کو نہ سمجھتا ہو وہ دین کے کسی شمار میں نہیں اور رسول اس سے بیزار ہے، بموجب قولِ خدائے تعالیٰ:-

” فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ (۶) ”

پس آپ نادانوں سے نہ ہو جتے، اور اس شخص سے زیادہ نادان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ
 عَلٰی رُحُوْمِ
 الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ
 الَّذِیْ عَلَّمَ
 الْقُرْاٰنَ
 عَلٰی رُحُوْمِ
 الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَا يَسِّرُ وَيُبْسِطُ
 وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَا يَسِّرُ وَيُبْسِطُ
 وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَا يَسِّرُ وَيُبْسِطُ

کوئی نہیں، جو ایک ایسا کام کرتا ہے، کہ اس کے معنی نہیں سمجھتا، پس درست
 ہو کہ مومن شریعت کے باطن ہی کو سمجھنے سے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم سے مل سکتا ہے، اس لئے کہ وہ دانا ہو جاتا ہے، جبکہ رسول کے
 لئے یہ فرمان ہے، کہ آپ نادانوں سے نہ ہو جیتے، تو یہ اس بات کی دلیل
 ہے، کہ وہ داناقوں میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے،
 تاکہ ہم دانش سے عمل کریمس مسلمانوں کو دکھ نہ دیں، اپنی دانش پر مغرور نہ ہو
 جائیں، اور ہم یہ سمجھ لیں کہ (بحکم) "أَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" (۱۶)

ہر دانا سے برتر ایک اور دانا ہے۔

جبکہ انسان جسم اور نفس ہے، جبکہ جسم اس جہان کا ہے اور نفس
 اس جہان کا ہے، جبکہ رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ" کے ظاہر قول کے ذریعہ لوگوں کو قتل کئے جانے، فروخت ہو
 جانے اور ان کے مال و اولاد لٹ جانے سے بچایا، جبکہ قول کا ظاہر جسم کی
 مثال ہے، اور معنی رُوح کی مثال ہیں، اور جبکہ انسانی جسم ظاہر قول کے
 ذریعہ (ظاہری عذاب سے) چھٹکارا پاتا ہے، تو یہ ہمیں اس حقیقت کی دلیل
 ہوتی، کہ نفس، جو باطن ہے، جسم کے لئے ایسا ہے، جیسے قول کے معنی
 اور شریعت کی تاویل ہوتی ہے، پس نفس کا چھٹکارا کتاب (سماوی) اور
 شریعت کے باطن میں ہے، اور یہ حقیقت حال ہر اس شخص پر پوشیدہ
 نہ رہے گی جو چشم بصیرت رکھتا ہے، مگر جو شخص حق کو چھپانا چاہتا ہے،
 اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس کے بُرے کاموں کی سزائیں اندھا کر دیا ہو، تو
 اس کے لئے کوئی علاج ہی نہیں، چنانچہ عربو علانے فرمایا۔

"صُمْ بَكُمْ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" (۲۱)

یعنی بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں سمجھتے ہیں۔

والسلام

کلام - ۱۱

کلمہ اخلاص

یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بارے میں

اب ہم بیان کرتے ہیں، کہ یہ کلمہ، بندے کی طرف سے خدا تعالیٰ کی رہستی و وحدت کی، گواہی ہے، پس بندہ (اس بارے میں) گواہی دینے والے کی حیثیت سے ہے، اس کا قول (یعنی کلمہ پڑھنا) گواہی ہے، اور خدا تعالیٰ وہ ہے، جس کے لئے یہ گواہی دی جاتی ہے (یعنی بندہ شاہد ہے، اس کا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنا شہادت ہے، اور حق تعالیٰ مشہود ہے، جس کی لفظی، مثال خالق، تخلیق اور مخلوق کی طرح ہے۔

اجانتا چاہتے کہ، ہر چیز کی تمامیت و کمالیت تین چیزوں پر ہے، یعنی اس کا آغاز، درمیان اور انجام، چنانچہ اس حقیقت کا آغاز جس کا ہم یہاں تذکرہ کر رہے ہیں، گواہ (بندہ) ہے، درمیان گواہی (یعنی کلمہ) ہے، اور اس حقیقت کا انجام وہ ہے، جس کے لئے گواہی دی جاتی ہے (یعنی حق تعالیٰ)۔ گواہی دو طرح کی ہوا کرتی ہے، کہ وہ یا تو سچی ہوتی ہے، یا جھوٹی، سچی

لے: مشہود۔ جس کے لئے گواہی دی جاتی ہے۔

گواہی گواہ کے ایک قول کی صورت میں ہوتی ہے، مشہود کی اس چیز کے اثبات کرنے کے لئے، جو واقعاً اسی کی ہو، یا کہ کسی حق یا کسی صفت کی نفی کرنے کے لئے جو بحقیقت اسی کی نہ ہو، اور جھوٹی گواہی (بھی) گواہ کے ایک قول کی صورت میں ہوتی ہے، مشہود کی ایک ایسی چیز کے اثبات کرنے کے لئے، جو دراصل اس کی نہ ہو، یا کہ کسی حق یا صفت کی نفی کرنے کے لئے، جو اسی کی ہو جب گواہی دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے، جس کا ایک حصہ ”الذالہ“ کی طرح نفی اور ایک حصہ ”الذالہ“ کی طرح اثبات ہے، پس نفی جھوٹ کی مثال ہے اور اثبات سچ کی مثال ہے، اور دین اسلام میں مومن کے لئے (یہ ہرگز، روا نہیں) کہ وہ کسی چیز کے بارے میں گواہی دے، جس کو اس نے نہ دیکھا ہو۔

جب واقعہ کو دیکھے بغیر گواہی نہ دینے کا، یہ حکم دین حق میں ثابت ہے، تو ہمارا یہ کہنا غلط ہوگا، کہ رسول علیہ السلام نے عادل گواہوں کے ذریعہ اس حقیقت حال کو معلوم کئے بغیر حق تعالیٰ کے متعلق یہ گواہی دی تھی، مگر دین حق میں یہ جائز ہے، کہ ایک شخص دوسرے شخص کی جگہ گواہ ہو جایا کرے، جبکہ یہ گواہی دو عادل گواہوں نے دی ہو، پھر یہ شخص (یعنی نائب گواہ) حق والے کے لئے گواہی دے سکتا ہے اس شخص (یعنی گواہ سابق) کے قول سے، جس نے اپنی جگہ پر اس کو گواہ بنایا ہو۔

پس میں کہتا ہوں، کہ روا نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو، کیونکہ یہ امر ناممکن ہے، لیکن اس کے لئے حق تعالیٰ کی وحدانیت پر دو عادل گواہوں نے گواہی دی، اور ساری مخلوق اُن دونوں گواہوں کی گواہی سننے سے قاصر و عاجز تھی، اور اُن دو گواہوں میں سے ایک تو آفاق (عالم جہانی) تھا۔ دوسرا نفس تھا، کہ وہ دونوں آنحضرت کے لئے ایک واضح قول میں گواہی دے رہے تھے، کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں، یہاں تک کہ آنحضرت نے حق و صداقت کے ساتھ اُن کی گواہی پر گواہی دی۔

چُننا چہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث اس قول کی تصدیق کرتی ہے کہ کچھ لوگوں نے، آنحضرت سے پوچھا، کہ کون ہے، جو آپ کے اس دعوے اور قول کی گواہی دیتا ہے؟ تو رسول علیہ السلام نے فرمایا: "لَيْشْهَدُنِي كُلُّ حَاجِبٍ وَمَدْرٍ" یعنی ہر پتھر اور ڈھیلہ میرے لئے گواہی دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول سے اس حدیث کے ثبوت کی سند ملتی ہے، جو اپنی کتاب (قرآن) کے آیہ محکمہ میں فرماتا ہے۔

”مَسْرِيَهُمْ اِيَّا تَنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (۳۱۱)“

ہم ان کو اس عالم میں اور خود ان کے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھاتے رہیں گے، یہاں تک کہ انہیں ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہو کہ پوشیدہ حقائق آفاق و انفس کی گواہیوں ہی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

پس میرا کہنا ہے، کہ بندے کی طرف سے یہ قوی شہادت خدا کے لئے ہے، اور وہ دو حصوں میں ہے، ایک حصے کی نسبت مخلوق کی جانب ہے، کیونکہ گواہی دینے والا مخلوق ہے، اور وہ نفی کا حصہ ہے، چُننا چہ گواہی دینے والا "لَا اِلَهَ" کی نفی کی طرح فانی ہے اور دوسرے حصے کی نسبت باری سبحانہ کی وحدانیت سے ہے، کیونکہ گواہی اسی کے لئے ہے اور وہ اثبات کا حصہ ہے، چُننا چہ گواہی نے اُس (وحدانیت) کو "اِلَّا اللّٰهُ" کی طرح لازوال پائی ہے پس شہادت سے مخلوق کا حصہ خدا تعالیٰ سے ان صفات کی نفی کرنا ہے، جو صفات جسمانیوں اور روحانیوں میں باقی ہیں، اور جو حصہ باری تعالیٰ کی وحدت کی جانب ہے، لطیف اور کثیف دونوں مخلوق کی صفات میں جو بھی چیز موجود ہے اس کے ساتھ کسی آمیزش کے بغیر اثبات محض کرنا ہے، نہ نفی کے طریقہ پر اور نہ اثبات کے طور پر، اور اس قول کے معنی یہ ہیں، کہ جسمانی (یعنی مخلوق کثیف،

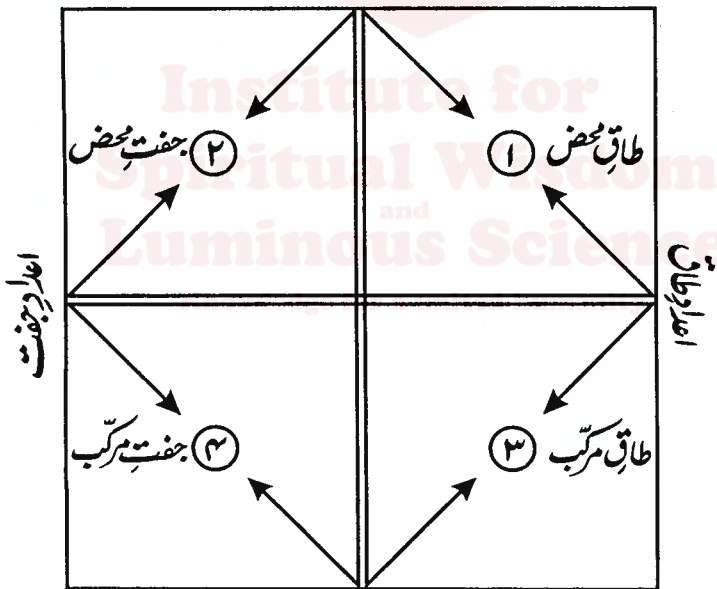
کیونکہ وہ اثبات ہے، اور اس قول کے قائل (یعنی کلمہ پڑھنے والے) کو جینے دیا
 اور اس کا مال نہ چھینا جو یہ دونوں چیزیں قولِ فانی کی طرح جسمِ فانی کے حصے
 میں آتی ہیں اور خالص اعتقاد والوں کے لئے، کہ وہ باقی ہے، بہشتِ باقی کا وعدہ
 کیا، اور اس شہادت کی حقانیت کی دلیل، جو رسولِ علیہ السلام نے لائی
 اور ہم پر اس کا کہنا اور اس پر اعتقاد رکھنا لازم کر دیا، یہ ہے کہ مذکورہ شہادت
 دو قسم کی مخلوق کے مطابق ہے، کہ ایک مخلوق جسمانی اور کثیف ہے، یعنی یہ عالم
 جو نفی کی طرح فانی ہے، دوسری لطیف اور رُوحانی ہے، یعنی وہ عالم جو
 اثبات کی طرح باقی ہے اور جسِ خدا کے لئے یہ شہادت ہے، وہ ان دونوں
 مخلوقات کا خالق ہے اور وہی عقلِ کل اور نفسِ کل جیسے جنتِ بسیطہ وغیر مگر تب
 جوڑے، کا پیدا کرنے والا ہے، کسی چیز سے نہیں (بلکہ امرِ محض سے) جس کی مثال
 یہی شہادت ہے، جو نفی و اثبات سے ہے، نہ کہ کسی اور قول سے لی گئی ہے
 نیز شہادت ایک اور دو کے حساب کے ساتھ برابر ہے کہ اس میں نفی مقام
 اول پر اور اثبات مقام دوم پر ہے، کہ یہ ایک اور دو بسیطہ اور رُوحانی عدد
 میں سے ہیں، اسی طرح دو ایک کے مجموعے سے تین کا عدد بنا ہے، کہ مگر تب
 اور طاق ہے، جو عالمِ دین کے جد، فتح اور خیال جیسے تین فروع کے برابر ہے
 اور عالمِ جہانی میں طول، عرض اور عمق جیسی تین سُنافتیں ہیں، اسی طرح شہادت
 کی ترکیب تین حروف سے ہے، اور وہ حروف غیر مکرر حالت میں الف لام
 اور مھا ہیں، پھر حساب میں تین کے بعد چار آتا ہے، جو دو اور تین کی
 وساطت سے پیدا ہوا ہے چنانچہ عالمِ دین میں باری سُبْحانہ کے امر سے
 عقل و نفس کی وساطت سے، پھر اراتین رُوحانی فروع کی وساطت سے جن
 کا ہم نے ذکر کیا، اساسین یعنی ناطق، اساس اور فرعین (دو فرع، یعنی امام و
 جنت جیسے چار فروع پیدا ہوئے ہیں، اسی طرح عالمِ جسمانی میں دو اور تین
 کے بعد چار عناصر پیدا ہوتے ہیں، کہ دو: ہیولی و صورت ہیں اور تین: طول

باری سُبْحانہ
 عالمِ دین میں
 باری سُبْحانہ
 عالمِ جہانی میں
 باری سُبْحانہ
 عالمِ جہانی میں

عرض اور عمق کی مسافتیں ہیں، اسی طرح شہادت کے دو حصوں اور تین اطراف سے چار کلمات کی ترکیب ہوتی ہے، جب گنتی چار تک پہنچتی ہے، تو اس کا پہلا حصہ مکمل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ پہلا حصہ طاق اور جفت پر مشتمل ہے، جس میں ایک طاق محض، دو جفت محض، تین، طاق مرکب اور چار، جفت مرکب ہیں، اور چیزیں یا تو بسیط ہوتی ہیں یا مرکب، پس لازم آتا ہے کہ جب بسیط طاق (۱)، اور جفت (۲)، کے اعداد مرکب طاق و جفت (۳، ۴) کے اعداد کے ساتھ آئیں تو اس کی اصل تمام ہو جاتی ہے۔

اعداد کی قسمت اول کی توضیح

اعداد روحانی و بسیط



اعداد جسمانی و مرکب

پس بتا دیتا ہوں کہ گنتی میں چار کے بعد بھی ترکیب آتی ہے، اور سب

پانچ الف ہیں، یہ پانچ الف ان پانچ حواسِ باطن کی مثال ہیں، جو انسان میں لطیف ہیں، اور پانچ لام ان حواسِ ظاہر کے مانند ہیں، جو انسان میں کثیف ہیں، اور شہادت کے دو (ہاں میں سے ایک) تو جسمِ انسانی کی مثال ہے، کیونکہ پانچ حواسِ ظاہر اسی کے ہیں، اور (دوسرا (ہاں) نفسِ انسانی کی مثال ہے کیونکہ پانچ حواسِ باطن اسی کے ہیں۔

پیغمبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے ان تین حروف سے توحید کے بارے میں ایک ایسا قول کہا جس میں آنحضرت کا مشکل ترین علم موجود ہے، اتنے معنوں کے ساتھ جو اس میں ہیں کہ اگر دنیا کے سب لوگوں کو اس امر کے لئے تکلیف دی جائے، تاکہ وہ ان تین حروف پر مشتمل کوئی ایسی بات بنائیں، کہ وہ جس بارے میں بھی ہو (کلمہ شہادت کی طرح) معنی دار ہو تو دنیا والے اس سے عاجز رہیں گے، پھر دانشمند کے لئے ظاہر ہے، کہ آنحضرت کی یہ علمی قوت خالقِ کائنات ہی کی عطا ہے۔

نیز بتاؤں گا، کہ شہادتِ مجموعی طور پر اہل زمانے عالم کے مطابق ہے، اس لئے کہ عالمِ حدّ ترکیب (تخلیق) میں قائم ہوا ہے، تاکہ انسانِ تمام (یعنی انسانِ کامل) کو ظاہر کیا جائے، کیونکہ اس عالمِ جسمانی کا حاصل وہی ہے، اسی طرح شہادتِ حدّ تالیف میں قائم ہوئی ہے تاکہ قولِ تمام کو ظاہر اور ثابت کر دیا جائے، کیونکہ ساری شہادت سے مراد وہی ہے، اور وہ قولِ اللہ ہے، جس طرح ساری کائنات سے مراد انسان ہے، جب ہم نے کلمہ شہادت کا مشاہدہ کیا، تو اس کو ترکیب، فصول اور حروف (کے حساب میں) عالمِ جسمانی کے برابر دیکھ پایا، اس لئے کہ عالمِ ایک ہے اور شہادت بھی ایک ہے، اور عالم کے دو حصے ہیں، جن کا ایک حصہ کارکن اور پائیدار ہے، جیسے سماد اور ستارے، اور دوسرا حصہ کار پذیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جانے والا ہے، جیسے اہتات (ماتیں) یعنی عناصرِ رجب، اسی طرح شہادت دو حصوں میں ہے، ایک حصہ نفی کا ہے (مذکورہ)

کار پذیر اور ناپائیدار کی طرح، اور دوسرا حصہ اثبات کا ہے، کارکن اور پائیدار کی طرح، اور چار اہمات کی قوت سے جو آگ، ہوا، پانی اور زمین ہے، دُنیا کی خلقتیں پیدا کی گئی ہیں جیسے جمادات، نباتات اور حیوانات، اسی طرح کلمہ شہادت چار کلمات سے بنا ہے، جیسے لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ، اور عالم اپنی تخلیقات پر سات ستیاروں کے ذریعہ اثر ڈالتا ہے، جس طرح شہادت سات پاروں سے مکمل ہوتی ہے، اور مولید میں تاثیر کرنے والے ان سات ستیاروں کا اپنا چکر مکمل ہو چکا ہے، نیز جس طرح عالم جہانی کی ترکیب تین مسافتوں سے پیدا ہوتی ہے جو لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہیں، اسی طرح شہادت کی تالیف تین حروف سے پیدا ہوتی ہے، جو الف، لام اور ہا ہیں، جس طرح انسان کائنات کی ترکیبی سالمیت کا ایک جزو ہے، اور کائنات سے مقصود وہی ہے، اسی طرح کلمہ "اللہ" شہادت کا ایک جزو ہے اور شہادت سے مقصود وہی ہے، اور یہ دو مقاصد یعنی نامِ اللہ اور انسان ایک دوسرے کے مانند ہیں۔

اس قول کا بیان یہ ہے، کہ انسان ایک شخصیت ہے، جس طرح نامِ اللہ ایک قول ہے اور انسان کی دو حقیقتیں ہیں، ایک جسم، دوسری رُوح، اور کلمہ "اللہ" کے دو پائے ہیں، جیسے کہ: ا- للہ اور انسان کی ترکیب چار طبیعتوں سے ہے، جیسے صفر، سودا، نُخون اور بلغم، اسی طرح کلمہ "اللہ" کی ترکیب چار حروف سے ہے، کہ ایک الف، دو لام، اور ایک ہا ہیں اور انسان کا قیام ان سات اعضاءے رتیبہ پر ہے، جو اس کے اندر ہیں، اور لفظ "اللہ" کے چار حروف جمع ان حروف کی درمیانی کشادگی سات ہیں، اس طرح: ا ل ل ہ ، اور انسان میں بارہ مجرا جاری ہونے کی جگہ ہیں، جن میں سے نو تو کھلے ہیں جیسے: دو آنکھیں، دو کان، دو نتھنے، ایک مُنہ اور دو نثرنگا ہیں اور ان بارہ مجراؤں میں سے تین بند ہیں، جیسے: دو پستان اور ناف، اسی طرح حروف "اللہ" کا حساب بارہ ہے، اس وجہ سے کہ الف کا حساب ایک ہے، دو لام کا ساٹھ اور ہا کا پانچ

(تخلیق) میں، جس میں نفس کو عقل کی تائید حاصل ہے، عقل کی اس تائید اور تخلیق کی تکمیل کے درمیان کیسٹل حدود ہیں، جیسے: صورت، ہیولی، سات سیارات اور پارہ بروج، اور انسان میں ان کیسٹل حروف کے برابر جسم، رُوح، سات اعضاءِ ربیہ، یعنی دماغ، دل، کلیجہ، پھیپھڑے، پتلا، تلی، گمڑے اور بارہ مجرا ہیں لام نفس کی دلیل ہے اور ہا ناطق کی دلیل ہے اور حروف کی ترتیب میں لام و ہا کے درمیان تین حروف واقع ہیں **رل [من و]** ہ جس طرح نفس عقل اور ناطق کے درمیان تین روحانی حدود ہیں، جیسے: جد، فتح اور خیال، اور حروف "ہا" کے بعد "یا" ہے، اور وہ اس حقیقت کی دلیل ہے، کہ ناطق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف ایک ہی حد ہے، اور وہ قائم علیہ السلام ہیں، اور اس قول کی سچائی پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث گواہی دیتی ہے: "بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ، یعنی میں اور قیامت (قائم) ان دو (انگلیوں) ہی کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں" یعنی کہ ان دونوں حضرات کے درمیان کوئی دوسرا درجہ نہیں۔

پس کہوں گا، کہ ان چار عظیم حدود میں سے عقل و نفس دونوں روحانی ہیں، اور ناطق و اساس دونوں جسمانی ہیں، اور ایک روحانی، ایک جسمانی کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہیں، چنانچہ عقل اساس کے ساتھ اور نفس ناطق کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہیں اور ایک (یعنی عقل) تو صاحب تائید ہے، جو ابتداء و آغاز وہی ہے، اور دوسرا (اساس) صاحب تاویل ہیں، کہ چیزوں کے معنی کو حالِ اول پر لے جایا کرتے ہیں، اور نفس ناطق کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں آجاتا ہے، کیونکہ ایک تو ترکیبِ عالم کا مالک ہے، اور دوسرا تالیفِ شریعت کا مالک ہے، اور اجسام کی ترکیب اور قول کی تالیف دونوں ایک جیسی ہیں، پس کہوں گا کہ شہادت کے چار کلمات چار اصول کی دلیل ہیں، جس میں ہر کلمہ ایک اصل کے مقابل ہے، لا اساس کی دلیل ہے، کیونکہ وہ

اللاہ فیہ ہدانا
والصراط المستقیم
الذی انزلنا
بکتابنا فیہ
آیات لعلنا
نؤذنبکم
بہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِیْنَ وَالْاَرْضَ
 وَجَعَلَ مِنَ النُّجُوْمِ کَوکَبًا
 وَجَعَلَ مِنَ النَّارِ اِسْفٰلًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْمَیْمٰنِ اِیْمٰنًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْمَشْرِیْقِ اِسْرٰقًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْمَغْرِبِ اِغْرٰقًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْجَبَلِ اِجْرٰقًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْوَادِیِّ اِیْرٰقًا
 وَجَعَلَ مِنَ السَّیْرِ اِسْرِیْرًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْوَسْطِ اِیْسٰرًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْوَسْطِ اِیْسٰرًا
 وَجَعَلَ مِنَ الْوَسْطِ اِیْسٰرًا

اپنی تاویل کے ذریعے عالم لطیف و کثیف دونوں کی چیزوں کو توحید کے مشابہ ہونے سے نفی کرتے ہیں، جس طرح یہ کلمہ (لا، دو حرف پر مشتمل ہے، ایک الف ہے، لطیف و بیسط کی طرح اور دوسرا لام ہے، کثیف و مرکب کی طرح اور جو کوئی ان دو تشبیہوں کو توحید سے نفی کرتا ہے، تو اس نے خدا تعالیٰ کی توحید کے متعلق نفی بجالاتی ہے، اور کلمہ "اللہ" ناطق پر دلیل ہے، کہ وہ جسمانیوں میں سب سے پہلا شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو خدا کی پرستش کی طرف بلایا، اور یہ کلمہ تین حروف پر مبنی ہے، جس طرح رسالت، وصایت اور امامت ناطق کے تین مرتبے ہیں اور اساس کے دو مرتبے ہیں ایک وصایت، یعنی اساسیت کا دوسرا امامت کا۔ جس طرح لفظ اساس دو حرفوں (یعنی الف اور سین) سے ہے، نیز ناطق کا مادہ (تائید) جدّ فتح اور خیال جیسے تین روحانی فروع سے ہے، اور اساس کا مادہ (تائید) فتح اور خیال سے ہے، اور جدّ سے ان کی بہرہ یابی تو ناطق کی وساطت سے ہے، ذاتی طور پر نہیں، اور کلمہ الاثنانی (نفس کل) پر دلیل ہے، اس لئے کہ ثانی ہی تھا، جس نے خدا کو اول (عقل کل) سے برتر مانا، اور جبکہ انتہائی عاجزی کے ساتھ اس نے خدا کی فرمانبرداری کی تو اس نے عقل کے مبدع (یعنی عقل کو کسی مادہ کے بغیر پیدا کرنے والے) کو دیکھ پایا، اور کہا، کہ نہ میں خدا ہوں، نہ میرا سابق، کوئی خدا نہیں، مگر جس نے اپنی وحدت سے میرے سابق یعنی (فرشتہ) عقل کو پیدا کیا، اور یہ کلمہ (لا،) بھی تین حروف پر مشتمل ہے، جس طرح لفظ ثانی یعنی نفس تین حروف (ن ف س) سے ہے۔ ثانی ترکیب کا مالک ہے اور ناطق تالیف کے مالک ہیں اور تالیف و ترتیب کے درمیان مناسبت ہے، اور لفظ ثانی کے تین حروف کے معنی یہ ہیں کہ وہ تین مراتب کا مالک ہے، چنانچہ وہ عقل سے بلا واسطہ فائدہ حاصل کرتا ہے، عالم ترکیب کا مالک ہے، اور عقل کل سے ناطق کی طرف تائید بھیجنے والا ہے اور کلمہ "اللہ" عقل کل پر دلیل ہے، کیونکہ وہ ساری لطیف

اور کشف مخلوقات کی انتہا ہے، جس طرح یہ کلمہ ”اللہ“ شہادت کی انتہا ہے، اور اثبات کا کلمہ ہے جیسے الٰہ نفی کا کلمہ ہے، یعنی توحید کا اثبات عقل کل سے ظہور میں آیا ہے، اگر ثانی عاجزی کے ساتھ عقل کے پیدا کرنے والے (مُبدِع) کی فرما برداری نہ کرتا تو کوئی رُوحانی و جسمانی مخلوق خدا تعالیٰ کو عقل سے برتر قرار نہ دے سکتی اور کلمہ اللہ چار حروف کا ہے، جس کی وجہ یہ ہے، کہ اساس کی تاویل، ناطق کی تالیف، ثانی کی ترکیب اور اول (عقل کل) کی تائید سب کی سب سابق یعنی عقل کل کی ہوتی (حقیقت) میں یکجا ہیں، اور یہ بہشت کی وہ چار نہریں ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں سے کیا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ
مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۖ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ
يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۖ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ۖ
وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى (۳۶)

اس جنت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے (یہ ہے) کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں، جس میں ذراتِ تغیر نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں، جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا۔ اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا۔

بہشت کی تاویل کلمہ باری ہے، اور مذکورہ چار نہریں یہی چار حدود ہیں کیونکہ انہی (چار) نہروں کے ذریعہ عالم رُوحانی کی نہروں میں سے ہر ایک میں کلمہ باری کے مایہ سے ایک ایک حصہ روان ہے، اس لئے کہ ساری رُوحانی و جسمانی چیزوں کی زندگی اسی سے ہے، اور اس پانی سے مُراد جو کلمہ باری سے عقل کی نہریں بہہ گیا، عقل کے ماتحت حدود ہیں، جس طرح پانی مٹی کے ساتھ مل جانے سے نباتات اور حیوانات پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح عقل کلمہ باری کے ساتھ

مستعد ہونے سے ثانی، جد، فتح، خیال اور دوسرے علوی و سفلی حد و پیدا ہوئے
 ہیں، پس یہ پانی جو عقل کی نہر سے بہ رہا ہے، گندہ ہونے والا نہیں، یعنی اپنے
 حال سے بدل جانے والا نہیں، نہ اس کی ذات میں تغیر آتا ہے، اس قول کی
 درستی پر دلیل یہ ہے، کہ جب انسان کسی چیز کو اپنی عقلی قوت سے معلوم کر لیتا
 ہے تو ہمیشہ کے لئے اس چیز کو ویسی ہی حالت میں دیکھ پاتا ہے، جیسے کہ اس
 نے پہلے دیکھ پایا تھا، کیونکہ وہ چیز عقلی مشاہدہ میں، اپنی حالت سے بدلتی نہیں
 چنانچہ پانی فعل میں سرد ہے، اب پانی جس قدر بھی عارضی گرمی قبول کرے
 عقل جانتی ہے، کہ اس کا جوہر سرد اور تر ہی ہے، اور اس کو وہ ویسا ہی دیکھ پاتی
 ہے، جیسا کہ وہ (اپنی اصلی طبیعت میں) ہے اور کلمہ باری سبحانہ سے نفس کل
 میں دودھ بہ گیا ہے، جو ہر پختہ کی غذا ہے، اور حیوان کو دودھ کے ذریعہ اپنی
 قسم کا ایک پختہ حاصل آتا ہے، اور نسلی طور پر، اس کی ذات میں کوئی تبدیلی
 نہیں آتی، اسی طرح نفس کل سے اس عالم کی ترکیب (تخلیق) پیدا ہوئی، تاکہ
 اس تخلیق کے نتیجے میں ایک ایسا فرزند ظہور میں آئے، جو نفس کل کے تمام فوائد
 کو قبول کر سکے اور وہ قائم قیامت علیہ السلام کی حیثیت سے ایک مرد ہیں، جو
 نفس کل کے سارے فوائد کو صرف وہی قبول کر سکیں گے، اور کلمہ باری سبحانہ
 سے ناطق میں شراب بہ گئی ہے جس سے جسم کی قوتیں میسر ہوتی ہیں، اور جس
 سے لوگ حیران یا بکواسی ہو جاتے ہیں۔ پس اس طرح ناطق سے شریعت کی
 تالیف ہو چلی ہے، جس کے ذریعہ عادات و خواہشات محفوظ رہ سکتی ہیں، جس
 طرح شراب سے جسم طاقتور ہو جاتا ہے، اور ان تمثیلات و اشارات کی وجہ سے
 جو کتاب (قرآن) اور شریعت میں ہیں، لوگوں میں اختلاف پڑا ہے جس کے
 سبب سے لوگ حیران اور بہوش ہوتے ہیں، جس طرح شراب کے پینے
 سے بہوش ہو جاتے ہیں، اور کلمہ باری سبحانہ سے اساس میں شہد بہ گیا ہے
 جو میٹھا اور دلپسند ہے، اور اس میں اُن بیماریوں سے صحت یابی (کی تاثیر)

الحمد لله رب العالمین
 والصلوة والسلام
 علی سیدنا محمد
 وآلہ الطیبین
 الطاهرین
 وسلم

ہے، جو تہری کی زیادتی سے پیدا ہو جاتی ہیں، اور اس میں طبیعت کی گرمی بڑھانے کی قوت موجود ہے، اسی طرح اساس سے کتاب اور شریعت کی تاویل آئی جس کے ذریعہ حیرت اور اختلاف ختم ہو گیا، اور حق کی سچائی ظاہر ہوئی اور جن پر ہمیں زگاروں سے اللہ تعالیٰ نے بہشت کا وعدہ کیا ہے ان سے سات امام اور بارہ حجت مُراد ہیں، اور یہی چار چیزیں ہیں، جن کے ناموں کے حروف گیارہ ہیں، جیسے، ما، کتب، خمر، عسل، رم، ال، ب، ن، ح، م، ر، ع، س، ل، ا، پس یہ گیارہ حروف، چار حدود اور سات اماموں کی دلیل ہیں، اور اس میں یہ اشارے ہیں کہ عالم علوی کی ان چار نہروں کے ذریعہ سات اشخاص کا ظہور ہوا ہے، ادوار میں سے ہر دور میں ان کے نور کو پھیلانے کے لئے اور خدا تعالیٰ نے انہی چار حدود کی قسم کھائی ہے، چنانچہ فرماتا ہے، قوله تعالیٰ،

” وَاللَّيْنِ وَالزَّيْتُونَ وَطُورِ سَيْنِينَ وَهَذَا

الْبَكْدِ الْأَمِينِ (۱۹۵)

قسم ہے انجیر کی، اور زیتون کی اور طورِ سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔ پس بتاؤں گا، کہ انجیر سے اللہ تعالیٰ کی مُراد سابق (عقلِ کل)، ہے، جو کسی واسطہ کے بغیر کلمہ باری سے بلا ہوا ہے، اور اس کو انجیر کا نام اس لئے دیا کہ انجیر کا بیرون بیرون فی حصہ کھانے کے قابل ہے، طبیعت اس کی کوئی چیز واپس نہیں کرتی، اسے قبول کرتی اور پوسے انجیر کو اپنی غذا بنا لیتی ہے، جس طرح کوئی پاکیزہ نفس عقل کے سارے فوائد کو قبول کرتا ہے، اور ان میں سے کسی چیز کی تردید نہیں کرتا اور عقل کے فوائد ہی نفس کے لئے غذا ہیں، [روحانی بالیدگی اور تکمیل کے بعد] صورتِ لطیف پیدا کرنے کے لئے۔

زیتون نفسِ کل کی مثال ہے، کیونکہ عقلِ کل کے فوائد بلا واسطہ وہی قبول کر سکتا ہے، اور اس کی مثال زیتون سے اس لئے دی گئی ہے، کہ زیتون کا کچھ حصہ تو کھانے کے قابل ہے، جیسے تیل اور چھلکا، اور کچھ حصہ پھینک دینے کے قابل

ہے، جیسے گٹھلی اور پھوک، جس کے معنی یہ ہوتے، کہ ہر وہ نفس جو پاکیزہ ہو، عقل کی اطاعت کرتا ہے، جو کچھ اس کو عقل فرمادیتی ہے، اور وہی نفس عقل کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے، زیتون کے تیل اور اس کے پھل کے پھلکے کی طرح، جو کھانے کے قابل ہے، اور ہر وہ نفس جو ناپاک اور کمینہ ہے عقل کی اطاعت نہیں کرتا، جو کچھ وہ اسے فرمادیتی ہے، نہ وہ رکتا ہے، جس چیز سے وہ اسے روک لینا چاہتی ہے، وہ عقل کے فوائد قبول نہیں کرتا، اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے، تو وہ شخص زیتون کی گٹھلی اور پھوک کی طرح دھتکارا ہوا، پھینکا ہوا اور ذلیل کیا ہوا ہے، یہی وجہ تھی کہ جس سے بعض نفوس کو ثواب اور بعض کو عذاب لازمی ہوا۔

طورِ سینین ناطق کی مثال ہے، کیونکہ انہوں نے نفسِ گل کے فوائد کو پوشیدہ طور پر قبول کیا ہے، اور انہوں نے یہ فوائد دنیا دالوں کو شریعت کے ذریعہ پہنچایا، اور اساس مقرر کر دیا، تاکہ وہ شریعت کی تاویل لوگوں کو پہنچاتے رہیں اس لئے کہ طورِ سینین ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کا ظاہر بدنما، گھردرا اور سیاہ ہے، کہ ہمیشہ کے لئے سامنے کھڑے نظر آنے کی وجہ سے اس کے دیکھنے والے کو اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے، مگر اس پہاڑ کے اندر ایسے گرانمایہ اور بہترین جواہر ہیں، کہ دیکھنے والے کو ان کے دیکھنے سے مسرت ہوتی ہے، جیسے یاقوت، زرد، بیجاوہ، سونا، چاندی پتیل، تانبا اور دوسرے جواہر، پس اسی طرح ناطق کی شریعت ظاہر اشک اور اختلاف پر ہے اور دانشمند کو اس کے قبول کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔ لیکن جب تاویل کے ذریعے وہ اس کے حقائق تک رسا ہو جائے اور اس کے معنوں کو سمجھے، تو دانشمند کا نفس اسے قبول کرتا ہے، اور مطمئن ہو جاتا ہے، پھر وہ اس سے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا، جس طرح پہلے بغیر معنی کے ظاہر شریعت سے وہ اکتا گیا تھا، چنانچہ پہاڑ اپنے باطن ہی میں پوشیدہ طور پر ستاروں کے فوائد قبول کرتا ہے، اور ناطق بھی اپنے باطن ہی میں پوشیدہ طور پر حدودِ علوی کے فوائد کو قبول کرتے ہیں۔

هَذَا الْبَدِّ الْأَمِينِ اساس کی مثال ہے، کیونکہ انہی کے ذریعہ دانشمند کو ظاہر کے شکوک و شبہات سے امن ملا، اور جو کوئی ان کی تاویل تک پہنچ نہ سکا، تو وہ اختلافات اور شبہات کے راستے پر چلنے لگا، اور جو شخص ان کی تاویل تک رسا ہوا تو اس نے ظاہری اختلافات سے چھٹکارا پایا، اور ان چار چیزوں میں سے، جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، دو چیزیں تو نباتات ہیں، اور دو چیزیں مقامات ہیں اور کسی مقام کے بغیر نباتات کا اگنا ناممکن ہے، پھر اس کے معنی یہ ہوتے کہ عقل و نفس روحانی ہیں، جیسے کہ نباتات کی رُوح ہوتی ہے، اور ناطق و اساس جسمانی ہیں، لیکن یہ دونوں نباتات (انجیروں، پھاڑ اور شہر میں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح عقل کُل اور نفس کُل کے فوائد اور انوار ناطق و اساس ہی کے ذریعے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں، مذکورہ رُوحانی و جسمانی دونوں قسم کے میوؤں کی لذت صرف وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں، جو ان میوؤں کو کھاتے ہوں "وَالزَّيْتُونَ" دونوں ایک ایک کلمہ ہیں، وَطُورِ مَسِينِينَ وَهَذَا الْبَدِّ الْأَمِينِ "دونوں دُودُو کلمے ہیں، تاکہ دانشمند یہ سمجھ سکے، کہ عقل و نفس جو روحانی ہیں، ایک ہی حال پر قائم ہیں، اور ناطق و اساس جو جسم اور رُوح ہیں، دو حالات کے مالک ہیں۔ اسی طرح ذیل کی آیت سے اللہ تعالیٰ کا مقصود چار اُصول ہی ہیں جس میں ارشاد فرماتا ہے، اور اصحابُ الیمین (یعنی داہنے والوں) کے لئے بہشت کا وعدہ فرماتا ہے، اور وہ علم حقائق والے ہیں، قولہ تعالیٰ:-

" فِي سِدْرٍ مِّنْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ وَظِلِّ مَمْدُودٍ
فَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ (۵۶-۶۸)

وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار سیر کے درخت ہوں گے، اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے، اور لمبا لمبا سایہ ہوگا، اور چلتا ہوا پانی ہوگا (مذکورہ آیت میں) اللہ تعالیٰ سب سے پہلے عقل کُل مراد دیتا ہے، پھر نفس کُل مراد دیتا ہے، کیونکہ اسی سے عالم تہ بہ تہ اور منظم ہوا ہے، تیسرے درجے پر ناطق کا اشارہ فرماتا

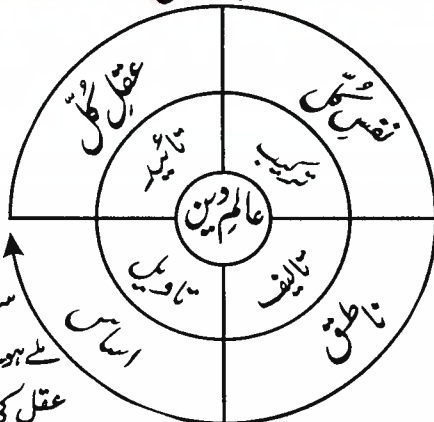
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار اُصول بیان کیے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا مقصود چار اُصول ہی ہیں

ہے، کیونکہ شریعت کا بوجھ قیامت تک تو انہوں نے اٹھایا ہے اور چوتھے درجے پر اللہ تعالیٰ اس اس کا ذکر چاہتا ہے، کیونکہ لواحق یعنی امیران دین، جیسے امام، مجتہد اور داعی حق کے ذریعہ انہی کی تاویل انسانی نفوس پر برس رہی ہے، جب ان چار اصول کے ذکر سے حق تعالیٰ فارغ ہوا، تو سلسلہ امامت کی طرف اشارہ فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے، قوله تعالیٰ:

” وَفَاكِهِتْ كَثِيرَةً لِّمَا مَقْطُوعَةً وَلَا مَمْنُوعَةً (۳۳-۳۴) ”

اور کثرت سے میوے ہوں گے، جو نہ ختم ہوں گے، اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اس اشارہ سے اللہ تعالیٰ کی مراد ائمہ علیہم السلام ہیں، کیونکہ ان کی جانب سے ملنے والی، بھلائی کائنات سے منقطع ہونے والی نہیں، اور ان کی بہت سی تعداد ہے، پس جہاں اللہ تعالیٰ نے چار اصول کی مثال چار نہروں سے دی ہے وہاں اس نے عقل کی مثال پانی سے دی، اور اس مقام پر جبکہ اس نے ان چاروں اصول کی مثال مذکورہ چار چیزوں سے دی، تو اس کی مثال پانی سے دے دی تاکہ دانشمند کو معلوم ہو، کہ دائرہ عقل کے دونوں سرے اس میں ہی پر ملے ہوئے ہیں اور پانی پانی کے ساتھ ملا ہوا ہے (یعنی وہ بادل، بارش اور دریا کی صورت میں چکر کاٹنے کے بعد سمندر میں داخل ہوتا رہتا ہے)۔

دائرہ عقل
Knowledge united humanity



دائرہ عقل کے دونوں سرے اس میں ہی پر آئیں ہیں، یعنی اس میں ہی عقل کی ابتداء وانہا ہیں۔

پس بیان کروں گا، کہ ان چاروں اصول کے درمیان بحقیقت یکساں حال پایا جاتا ہے، اور وہ تمام اصول کلمہ باری سبحانہ و تعالیٰ سے جو کچھ فائدہ قبول کرتے ہیں اس کی حقیقت ایک ہی ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے، قولہ تعالیٰ:-

”سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ يَلِيْلٍ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ (۱۳۰)“

تم میں سے جو شخص پوشیدہ بات کہے، اور جو آشکارا بات کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جائے، اور جو دن میں چلے پھرے، یہ سب برابر ہیں۔ پس جس کے بارے میں ”پوشیدہ بات“ کا ذکر فرماتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی مُراد عقل ہے، کیونکہ اسی سے نفس، ناطق اور اساس جیسے ماتحت حدود کو پوشیدہ تائید ملتی ہے، اور جس کے بارے میں ”آشکارا بات“ کہتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی مُراد نفس ہے، کیونکہ عالم ترکیب اسی سے ظاہر ہوتی ہے، اور جس کی مثال ”رات میں چھپ جانے“ سے دی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی مُراد اساس ہیں، کیونکہ ان کا ذور پوشیدہ طور پر چل رہا ہے اور ان کا علم لوگوں کو بہتر یعنی باطنی طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے، اور ”دن میں ظاہر ہونے“ کی مثال سے اللہ تعالیٰ کی مُراد ناطق ہیں، کیونکہ ان کی شریعت اور کتاب کی ظاہری دعوت آشکار ہے، پس ہم بتائیں گے کہ پوشیدہ طور پر اساس کا علم تاویل دینا عقل کے مانند ہی ہوا، کیونکہ اس کی تائید نہیں ماتحت کو پوشیدہ طور پر ہی ملتی ہے، اور ناطق کتاب و شریعت کے ظاہر کرنے میں نفس کے مانند ہیں کیونکہ نفس نے عالم ترکیب ظاہر کی ہے۔

نیز ہم یہ بتا دیتے ہیں، کہ شہادت کے چار کلمات بہشت کی ان چار نہروں کی دلیل ہیں، جن کا ذکر قرآن میں ہے، اس مقام پر فرماتا ہے:-

”وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ (۵۴)“

اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہتا ہے،

اس کے لئے دو بہشت ہیں۔ اور ان دو بہشتوں سے اللہ تعالیٰ کی مُراد عقل و نفس ہی ہیں۔

”ذَوَاتَا أَفْتَانٍ“ (۵۸)

فرماتا ہے کہ ”یہ دونوں بہشت شانوں والی ہیں۔ اور ان شانوں سے اللہ تعالیٰ کی مُراد ناطق، اساس اور آئتمہ برحق علیہم السلام ہیں۔

”فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ“ (۵۹)

فرماتا ہے کہ ”ان دونوں بہشتوں میں دو چشمے بہتے جا رہے ہیں۔ پانی اور دودھ کے چشمے جو باری سُبْحَانَهُ و تعالیٰ کے کلمے سے عقل اور نفس کے لئے جاری ہوئے، چنانچہ ہم نے قبلاً اس کی تشریح کر دی ہے۔

جب ان دو رُوْحَانِي حُدُود سے فارغ ہوا تو فرمایا۔

”وَمِنْ دُونِهِمَا بَحْتَانِ“ (۶۰)

فرمایا، کہ ”اُن دو بہشتوں کے تحت اُن سے کمتر دو بہشت اور ہیں۔ اور ان دونوں بہشتوں سے اللہ پاک کی مُراد ناطق اور اساس ہیں۔

”مُدَاهَا مَتَّانِ“ (۶۱)

وہ دونوں گہرے سبز ہیں۔ سبز رنگ نیلے اور پیلے جیسے دو خالص رنگوں سے بنتا ہے، اور ان دونوں بہشتوں کا، یہ سبز رنگ دو رنگوں سے مرکب ہے جس کے معنی یہ ہیں، کہ ناطق اور اساس جسمانی اور مرکب ہیں، اور جو کوئی ان کے ساتھ وصل ہو جائے، تو اسے (حقیقی) رُوْح مل جاتی ہے۔ چنانچہ نباتات میں سے جو کچھ ہر ہے، تو اس میں رُوْح موجود ہوتی ہے۔

”فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ“ (۶۲)

فرماتا ہے کہ ”اُن دونوں بہشتوں میں دو چشمے ہیں جو شش مارتے ہوئے، وہ شراب و شہد کے چشمے ہیں، جو کلمہ باری سُبْحَانَهُ سے ناطق اور اساس کے لئے جاری ہوتے ہیں۔

اسی طرح خُدا نے تعالیٰ اس آیت میں حدود کا ذکر فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-
 ” وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي
 خَلَقَهُنَّ (۳۴)

فرماتا ہے کہ اُس کی نشانیوں میں سے ہیں، رات اور دن، سورج اور چاند، پس تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اور (صرف) اُس خُدا ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔ پس رات سے حق تعالیٰ ناطق مُراد لیتا ہے، کیونکہ انہوں نے (رموز و امثال میں علمی، چیزیں چھپا رکھی ہیں، اس مثال کے برعکس کہ دن چیزوں کو آشکارا کر دیتا ہے، اور دن سے حق تعالیٰ اس اس مُراد لیتا ہے، کیونکہ وہی رموز و امثال، کا بیان کرنے والے ہیں، جیسا کہ دن ان چیزوں کا آشکارا کرنے والا ہوتا ہے، جن کو رات چھپا رکھتی ہے۔

سورج سے عقل اور چاند سے نفس مُراد ہیں، کیونکہ عقل نفس کو اسی طرح فائدہ دے رہا ہے، جس طرح سورج چاند کو نور دیتا رہتا ہے، اور یہ جو فرماتا ہے، کہ تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کیا کرو، بلکہ اس خُدا کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اس سے یہ چاہتا ہے، کہ خُدا کو عقل و نفس کی صفات سے موصوف نہ کیا کرو، اور اس قسم کا اعتقاد مت رکھو، کیونکہ خُدا ایسا نہیں جیسے تائید کا مالک ہے یا جیسے ترکیب کا مالک ہے، کیونکہ یہ دونوں تو مخلوق ہیں، مگر افسوس کہ آج بہت سے لوگ عقل پرست اور نفس پرست ہیں، ایسے لوگ گمان کرتے ہیں، کہ وہ موجد (یعنی وحدت شناس) ہیں، جیسے معتزلہ اور کرامی متکلمین، اللہ تعالیٰ ہمیں ماسوا اللہ کی پرستش سے بچائے رکھے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر انہی حدود کا ذکر فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ (۵۵)
 فرماتا ہے، کہ ”دو مشرقوں کا پروردگار“ جن سے اللہ تعالیٰ کی مُراد عقل و نفس

ہیں، کیونکہ نور وحدت انہی سے طلوع ہوا، اور فرماتا ہے، کہ ”دو مغربوں کا پُر درگاز“ جن سے ناطق اور اساک مُراد ہیں، کیونکہ جو نور ان دونوں مشرقوں سے طلوع ہوا، وہ ان دونوں مغربوں میں غروب ہوا۔

نیز ہم یہ بیان کریں گے، کہ اس بارہ حرمی کلمہ شہادت کے سات پائے ایسے ہیں، کہ ان میں سے تین پائے ایک ایک حروف کے ہیں جیسے: ۱۱۱، تین پائے دو حروفوں کے ہیں، جیسے: لا، لہ، لا اور ایک پارہ تین حروف کا ہے جیسے: اللہ، چنانچہ ان یک حرمی پاؤں کی مثال عالم جسمانی میں طول، عرض اور عمق کی تین مسافتیں ہیں، کیونکہ یہ مسافتیں ایک ایک خط (نیکر) ہیں، دو حرمی پاؤں کی مثال اعضائے ربیسیہ ہیں، جو کمیت، کیفیت اور اضافت کے حامل ہیں، اور سہ حرمی ایک پائے کی مثال جسم ہے، جو تین مسافتوں کا حامل ہے۔

(اسی سلسلے میں) بتائیں گے، کہ اللہ تعالیٰ ذیل کی آیت میں مالکان تائید کے متعلق ذکر فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (۴۳)“
سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے (یعنی روحانی غذا، کی طرف نظر کرے“ تاکہ اسے معلوم ہو، کہ عالم بالا کس طرح اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، چنانچہ فرماتا ہے:-

” أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۴۵)“
کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا، یعنی نفسِ کُل سے ناطق کی طرف تائید نازل ہوئی، چنانچہ فرماتا ہے:-

” شَقَّ شَقْفًا الْأَرْضَ شَقًّا (۴۶)“
پھر ہم نے عجیب طور پر زمین کو پھاڑا اور اس زمین سے اللہ کی مُراد ناطق کا دل ہے، کہ وہی تو آنحضرت کی روحانی، جائے سکونت اور مقام تائید ہے، اور تائید قبول کرنے کے لئے شق ہوا ہے، چنانچہ فرماتا ہے:-

” فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (۸۶)“

پھر ہم نے اس میں دانہ اُگایا اور اس دانے سے خُدا نے تعالیٰ کی مُراد اساس ہیں، جو ناطق کے دل کی زمین میں اور ناطق کی تعلیم سے اُگ آیا جس سے سات خوشے نکلے اور وہ اس دور کے امامانِ برحق ہیں؛ ”وَعِنْبًا“ فرمایا، کہ اور انگور، جس سے خُدا تعالیٰ نے پہلا امام (حضرت حسن علیہ السلام) مراد لیا، اور ان کی مثال انگور سے اس لئے دی کہ جب انگور کو پھوڑ لیا جاتا ہے، تو تمام رس اس سے نکل جاتا ہے، اور دوبارہ وہ انگور نہیں بنتا، اسی طرح جب امامت ان سے منتقل ہوئی تو ان کی اولاد کو لوٹ نہیں آئی۔ ”وَقَضْبًا“ فرمایا ”اور پست“ (وہ تین پتی گھاس جس کا پھول آسمانی رنگ کا ہوتا ہے، اور اس سے خُدا تعالیٰ کا مقصود دوسرا امام ہیں، جن کی اولاد میں امامت برقرار ہے، ”پست“ کی طرح کہ جب اسے کاٹ لیا جائے تو دوبارہ اُگتا رہتا ہے ”وَزَيْتُونًا“ فرمایا اور زیتون “ جس سے تیسرا امام مُراد ہیں، کہ وہ زیتون مبارک تھے، کیونکہ امامت ابھی اُنہیں نہیں ملی تھی، کہ تائید ملنے لگی، جن کے بارے میں خُدا نے تعالیٰ نے فرمایا:-

”شَجَرَةٌ مُّبَارَكَةٌ زَيْتُونَةٌ لَا تُشْرِقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ
يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ

عَلَى نُورٍ (۳۵)“

فرمایا کہ زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، اس کا تیل روشن ہوتا ہے، اگرچہ اس کو اُگ نہ چھوئے۔ ”وَنَخْلًا“ (۸۷) فرمایا ”اور کھجور کا درخت“ جس سے چوتھا امام مُراد ہیں۔ ”وَحَدَّ أَبَقٍ غُلْبًا“ (۸۸) فرمایا ”اور گنجان باغ“ جس سے پانچواں امام مُراد ہیں۔ ”وَفَاكِهَةً“ فرمایا ”اور میوہ“ جس سے چھٹا امام مُراد ہیں کہ ان کے والد کی موجودگی ہی میں امامت ان سے ہو کر ان کے فرزند کو منتقل ہوئی، جس طرح درخت کی موجودگی ہی میں پھل کی کٹھلی سے ایک اور درخت پیدا ہو جاتا ہے، ”وَأَبًا“ (۸۹) اور چارہ (یعنی گھاس)، جس سے خُدا نے تعالیٰ ساتواں

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

امام مُراد لیتا ہے، کہ ان کو مرتبہ قیامت حاصل ہے۔

نیز ہمیں یہ بیان کرنا ہے، کہ نفی کے دونوں کلمات تین پاروں پر مشتمل ہیں، جیسے: لا الہ، اور تیسرا مرتبہ ناطق کا ہے، کیونکہ وہ چار اصول میں تیسرا نہیں، اور اثبات کے دونوں کلمات چار پاروں پر مبنی ہیں، جیسے: اِلَّا اللّٰہ، اور چوتھا مرتبہ اساس کا ہے، کیونکہ وہ چار اصول میں چوتھا نہیں اور یہ دانشمند کے لئے اس بات کا اشارہ ہے، کہ ناطق کی تنزیل و شریعت میں جو کچھ تشبیہ پائی جاتی ہے وحدت سے اس کی نفی کرنا واجب ہے، اس کے بعد اساس کی تاویل کے ذریعہ اثبات کر دینا چاہئے، جنہوں نے مخلوقات کی ساری صفات سے ایک ہوئیت (یعنی حقیقت ہو، جُدا کر دی ہے، اور شہادت کی تالیف (ساخت) لام، الف اور ہا کے تین حروف سے ہے اور اس کے پاسے بھی تین درجوں میں ہیں جن میں سے تین پاسے ایک ایک حرف کے ہیں، جیسے تین الف تین پاسے دو حرفوں کے ہیں، جیسے: لا، لہ، لا اور ایک پارہ تین حروف کا ہے، جیسے: اللہ۔ پس عالم کلمہ شہادت کی سچائی پر اپنی ترکیب (کی اس عددی موافقت، سے گواہی دیتا ہے، جو طول و عرض و عمق کی مسافتوں سے متعلق ہے، اور فرداً فرداً تینوں مسافتیں بھی گواہی دیتی ہیں، اور وہ عالمی مخلوقات بھی (یہی گواہی دیتی ہیں جو، تین مراتب پر ہیں، یعنی جن کی رُوح ہے، جیسے نباتات، حیوانات اور انسان، پس ان میں سے نباتات شہادت کے ان تین پاروں کی مثال ہیں، جو ایک طرفی ہیں، اس لئے کہ نباتات میں صرف ایک ہی قوت ہے، اور وہ قوت نامیۃ (نشوونما) ہے، لیکن اس کے باوجود کہ اس میں صرف یہی ایک قوت ہے، یہ تین قسموں میں ہے، ایک تو بغیر بیج والی گھاس ہے، دوسری بیج والی گھاس ہے، اور تیسرا پھلدار درخت ہے، یہ ان تین پاروں کی مثال ہوئی جو ایک ایک حرف کے ہیں، اور عالم میں حیوانات ان تین پاروں کی مثال ہیں جو دو طرفی ہیں، اس لئے کہ حیوانات میں دو نفس ہیں، ایک نامیۃ اور دوسرا جتیبہ، اور یہ جانور بھی

تین قسم کے ہوتے ہیں، ان میں سے ایک تو پیٹ کے بل رینگتا ہے، دوسرا وہ ہے جو چار پیروں سے چلتا ہے اور تیسرا وہ ہے جو دو پیروں سے چلتا ہے اور عالم میں انسان شہادت کے اس ایک پاسے کی مثال ہیں جو سہ حرفی ہے اس لئے کہ انسان میں تین نفس ہیں، جیسے، نامیہ، حسیہ اور ناطقہ، اور انسان کی نوع میں کوئی اور قسم کی مخلوق نہیں، جس طرح شہادت میں اس سہ حرفی پارے کے بعد کوئی اور حرف نہیں، اور ان تین حرفوں کی مثال، جو کلمہ اخلاص کی بنیاد کی حیثیت سے ہیں، عقل، نفس اور جہد ہیں۔

نیز ہم یہ بتائیں گے، کہ شہادت کے سات پارے بارہ حرف پر مبنی ہیں یہ اس حقیقت کی دلیل ہے، کہ سات امام ان بارہ جہتوں سے خطاب کر رہے ہیں جن کو دعوتِ حق کی عرض سے بارہ جزائر میں قائم کیا گیا ہے، پس جانتا چاہئے، کہ رسولِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا، لیکن آنحضرت نے آفاق و انفس کی اس گواہی کے ذریعہ یہ گواہی دی اور ہمیں بھی فرمادیا، جو حضور نے ان دونوں میں دیکھا، کہ وہ اپنے عملِ تخلیق کی زبانِ حال سے گواہی دے رہی الفاظ، کہہ رہے تھے۔

اب ہم بقولِ مختصر یہ کہیں گے، کہ عالم، انسانی جسم، زمانہ، نماز اور تہران میں سے ہر ایک اپنی ترکیب و تشکیل کے ذریعہ کلمہ شہادت پڑھتا ہے، چنانچہ عالم کا کلمہ شہادت پڑھنا اس طرح ہے، کہ عالم مجموعاً ایک ہے، جیسے کلمہ شہادت ایک قول ہے، اور عالم دو قسموں میں ہے یعنی اس میں نفی کی طرح غیر آبادی ہے اور اثبات کی طرح آبادی ہے، اور عالم کی تین مسافتیں ہیں، طول و عرض و عمق، شہادت کے الف، لام اور ہا کی طرح، اور عالم چار حصوں میں ہے، جیسے مشرق، مغرب، جنوب اور شمال، جس طرح کلمہ شہادت کے چار حصے ہیں، اور عالم کی سات اقلیم ہیں شہادت کے سات پاروں کے برابر اور عالم کے بارہ لے، بارہ جزیرے، عرب ترک، بربر، زندگ، جشہ، خزر، چین، فارس، روم، ہند، سندھ، اور صقلیہ۔

جزیرے ہیں، شہادت کے بارہ حروف کے برابر۔

انسانی جسم، یعنی عالمِ صغیر کا کلمہ شہادت پڑھنا اس طرح ہے، کہ انسان من حیث المجموع "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی واحد شہادت کی طرح ایک ہے، اور انسان کا یہ جسم دو حصوں میں ہے: اگلا حصہ اور پچھلا حصہ، پچھلا حصہ نفی کی مثال اور اگلا حصہ اثبات کی مثال ہے، نیز انسان میں نامی، حسی اور ناطقی کے تین نفوس ہیں شہادت کے تین حروف کے برابر اور انسانی جسم چار کششوں میں ہے، جیسے صفرا، سودا، خون اور بلغم، ان چار کلمات کے برابر جو شہادت میں ہیں اور انسانی جسم میں سات اعضائے رئیسہ ہیں، جیسے: دماغ، دل، کلیبہ، پھیپھڑے، تلی، پیتا اور گھرے، شہادت کے سات پاروں کے برابر، اور انسان کے جسم میں بارہ مجرا ہیں، جیسے ڈوکان، ڈوآنکھ، ڈونٹھنے، ایک مُنہ، ڈوشرنگا ہیں ڈوپستان اور ایک ناف، شہادت کے بارہ حروف کے برابر۔

سال کا کلمہ شہادت پڑھنا، جس پر زمانہ گردشِ کمر رہا ہے، اس طرح ہے کہ سال اپنے اجزاء کے جامع ہونے کی حیثیت سے ایک ہے، شہادت کے اُحد کلمے کے برابر، جو اپنے حروف کا جامع ہے، اور سال دو قسموں میں ہے، جیسے رات اور دن، جس میں رات شہادت کی نفی کی مثال اور دن اثبات کی مثال ہے، اور سال میں تین حالات پائے جلتے ہیں، جیسے رات کے ساتھ دن کی برابری اور ان کی ایک دوسرے کے مقابلے میں کمی بیشی، یہ شہادت کے تین حروف کے برابر ہے، اور سال میں چار موسم ہوتے ہیں، جیسے بہار، گرما، خزان اور سرما، یہ شہادت کے چار الفاظ کے برابر ہیں، اور سال میں سات دن چکر کاٹتے ہیں، جن کے شروع میں اتوار اور آخر میں سینچر ہے، جو شہادت کے سات پاروں کے برابر ہیں، اور سال میں بارہ چینیے روان ہیں ان بارہ حروف کی طرح جو شہادت میں ہیں۔

کلمہ شہادت کی سچائی پر نماز کی گواہی اس طرح ہے، کہ نماز قائم کرنا

ایک حق ہے، جسے شہادت کے حقوق کے سلسلے میں ادا کیا جاتا ہے، چنانچہ نماز تک ہے اور وہ دو قسم کے اوقات میں پڑھی جاتی ہے، یا فریضہ کے طور پر مقررہ وقت پر یا نفل کے طور پر غیر معین وقت پر (نماز کی یہ صورتیں، شہادت کی نفی اور اثبات کی برابر ہیں، چنانچہ غیر معین وقت نفی کی مثال اور معین وقت اثبات کی مثال ہے اور نماز کے اسباب تین ہیں، جیسے فریضہ، سنت اور نفل، جو ان تین حروف کی مثال ہیں، جن پر شہادت کی بنیاد ہے، اور نماز ایک سلام میں چار رکعت سے زیادہ نہیں، ان چار کلمات ہی کے برابر جو شہادت میں ہیں، اور نماز میں نمازی کے اعضاء کے سات مقامات زمین کو چھوتے ہیں، جیسے دو قدم، دو گھٹنے، دو ہتھیلیاں، اور ایک ماتھا، شہادت کے سات پاروں کے برابر، اور نماز میں بارہ امور ایسے ہیں کہ جن سے نماز مکمل ہو جاتی ہے جیسے: پہلی تکبیر، اٹھنے رہتا (۲)، الحمد پڑھنا (۳)، سورہ پڑھنا (۴)، رکوع کرنا (۵)، تکبیر رکوع (۶) سجدہ (۷) تکبیر سجدہ (۸)، سمع اللہ من حمدہ کہنا (۹)، کھڑے ہو جانا (۱۰)، تحیات پڑھنا (۱۱)، سلام پھیرنا (۱۲)۔ جو شہادت کے بارہ حروف کے برابر ہوئے۔

قرآن کلمہ شہادت کی حقانیت پر اس طرح سے گواہی دے رہا ہے، کہ قرآن کلمہ شہادت کی طرح ایک ہے اور شہادت کی نفی و اثبات کی طرح دو حصوں میں ہے، اور یہ تین اسباب سے ظاہر ہو رہا ہے، ایک سبب یہ ہے، کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دل پر نازل کیا، چنانچہ ارشاد ہوا ہے، قوله تعالیٰ بہ۔

” نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ

مِنَ الْمُنذِرِينَ (۱۹۳-۱۹۴)

(اے محمد صلعم، اس قرآن، کو روح الامین نے تیرے قلب پر لایا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں) دوسرا سبب ہے (حقیقت) مجرہ کی زبان حال سے، اس کو عربی زبان میں پیغمبر علیہ السلام کا ترجمہ کرنا، جیسا کہ فرمایا، قوله تعالیٰ:-

”لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ (۲۶-۱۹۵)“

تاکہ آپ واضح عربی زبان میں ڈرنے والوں میں سے ہوں اور تیسرا سبب ہے قرآن کا لکھنا، چنانچہ ارشاد ہوا، قوله تعالیٰ:-

”وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْقَالِبِينَ (۲۶-۱۹۶)“

اور قرآن اگلے لوگوں کے نوشتوں میں ہے، یہ تین حالات شہادت کے تین بنیادی حروف کے برابر ہیں، اور پیغمبر علیہ السلام نے قرآن کو چار ذرائع سے (لوگوں پر) ظاہر کیا، تنزیل (یعنی خالص روحانی ہدایت، شریعت، دعوت اور رسالت) (یعنی اپنی طرف سے کسی اور شخص کے ذریعہ پیغام رسانی)، یہ ذرائع شہادت کے چار کلمات کے برابر ہیں، اور قرآن شہادت کے سات پاؤں کی طرح سات سات کا مجموعہ (یعنی سبع المثانی) ہے اور قرآن بارہ اسباب پر واقع ہے، جیسے: امر، نہی، وعدہ (یعنی اُمید دلانا)، وعید (یعنی ڈرانا)، ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ، خبر، قصہ، حروف معجم (حروف منقوٹ)، اور حروف مفرد (حروف غیر منقوٹ)، جو شہادت کے بارہ حروف کے برابر ہیں۔

لیکن آسمان کا کلمہ اخلاص کہنا اس طرح ہے، کہ آسمان مجموعاً ایک چیز ہے چنانچہ شہادت ایک کلمہ ہے اور آسمان میں حرکت و سکون جیسے دو حالات ہیں جو شہادت کی نفی و اثبات کے برابر ہیں، کہ حرکت نفی کی مثال اور سکون اثبات کی مثال ہے، اور آسمان میں تین انوار ہیں، جیسے: سورج، چاند اور ستارے، ان تین حروف کی طرح جن پر شہادت کی بنیاد ہے، اور آسمان میں چار طبیعتیں ہیں، جیسے: گرمی، سردی، تری اور خشکی، جو شہادت کے چار کلمات کے برابر ہیں اور آسمان میں سات ستارے بادشاہ ہیں، جیسے: زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ، عطارد، اور قمر، جو شہادت کے سات پاروں کے برابر ہیں، اور آسمان میں بارہ بُرج ہیں جیسے: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، اور حوت، ان بارہ حروف کے برابر جو شہادت میں ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا مقصد جو رسول علیہ السلام نے کہا اور کہنے کے لئے فرمایا، یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے، کہ رُوحانی و جسمانی مخلوقات کے ان دو گروہوں، تین فرشتوں، جیسے: جَد، فَتْح اور خِیَال، دین کے چار اُصول، یعنی اَوَّل، ثانی، ناطق اور اساس، سات اماموں بارہ جتوں میں سے کوئی شخص خُدا نہیں، اور جب رسول کہتے ہیں: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کوئی خدا نہیں، مگر اللہ، تو وہ اس میں یہ معنی رکھتے ہیں، کہ رُوحانی و جسمانی مخلوقات کے یہ دونوں گروہ، تین فرشتے، دین کے چار اُصول، سات ائمہ اور بارہ جت لالہ ہیں، یعنی ان میں سے کوئی خُدا نہیں، اِلَّا اللَّهُ، مگر خدا وہ ہے، جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

پس جو کوئی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کو اسی طرح سمجھے اور پڑھے اور پہچان لیا کرے، کہ یہ ایک کس پر دلیل ہے، دو کس پر دلیل ہے، تین کس پر دلیل ہے چار اور سات کس کی دلیل ہیں اور بارہ کس پر دلالت کرتا ہے، تو وہ شخص ابدی عذاب سے بچ سکتا ہے، انہی حدود پر عالم اور انسانی جسم نے گواہی دی اور زمانہ، سال، قرآن، نماز، آسمان، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں نے بھی یہی گواہی دی، اور یہیں سے دانشمند انسان کو ثبوت ملتا ہے، کہ یہ شہادت حق ہے، چنانچہ خُدا نے تعالیٰ فرماتا ہے، قَوْلُ تَعَالَى:۔

”مَا خَلَقْنَا هُمْ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

يَعْلَمُونَ (۳۳)

یعنی ہم نے آسمان و زمین کو پیدا نہیں کیا، مگر حق کے ساتھ، لیکن ان میں اکثر لوگ اس حقانیت کو نہیں جانتے ہیں۔ اور حقانیت کا جانتا یہ ہے کہ آفاق اور انفس نے اس پر گواہی دی اور جو کچھ انسان برہم کی آنکھ سے دیکھتا ہے، وہ حق پر گواہی دے رہا ہے، اور منافقوں کے دعویٰ کے لئے کوئی گواہی نہیں مگر زبانی طور پر وہ کہتے جاتے ہیں اور اس کی حقیقت نہیں جانتے اُن بولنے والے پزندوں کی طرح جو اپنی بولی کے معنی نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ نے ان حدود کا

نشان ہمارے جسم میں رکھا ہے اور عالم میں ہر چیز میں ان کا نشان رکھا ہے اور اس کے بعد اس نے ہم سے گواہی طلب کر لی ہے، اور فرمایا ہے کہ: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہا کرو، اور جس نے اس کلمے کو قبول نہیں کیا، اور نہ کہا تو اس کو قتل کرنا واجب کر دیا اور اس کی اولاد و مال پر قبضہ کرنے کے لئے فرمایا (یا یہ کہ) جس گروہ نے یہ نہ پڑھا، تو ان پر جزیہ رکھنے کے لئے فرمایا، جزیہ کا مطلب ہے، بارہ درہموں کا وہ سالانہ ٹیکس، جو وہ لوگ (یعنی اسلامی حکومت کے غیر مسلم محکوم، اپنے مال سے دے دیا کرتے ہیں، جو شہادت کے بارہ حروف کے برابر ہے، اور دنیا میں کوئی ایسی چھوٹی یا بڑی چیز نہیں جس میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا نشان نہ پایا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قَوْلَهُ تَعَالَىٰ:

"سَتَرْنَاهُمْ الَّتِي نَأْتِي الْآفَاقَ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۳۱)

ہم ان کو اس عالم میں اور ان کی جانوں میں اپنے نشانات دکھاتے رہیں گے، تاکہ انہیں ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا، قَوْلَهُ تَعَالَىٰ:

"وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (۳۱-۳۲)

اور یقین والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہارے نفوس و اجسام میں بھی، اور کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا، قَوْلَهُ تَعَالَىٰ:

"وَكَايِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (۱۳)

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے، اور وہ ان نشانیوں سے روگردان ہوتے ہیں: ایک اور جگہ فرمایا،

قوله تعالى:-

” أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۸۵)

اور کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔“ دوسری جگہ فرماتا ہے، قوله تعالى:-

” وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا

تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۱۸۶)

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو (قال یا حال کے ذریعہ، اس کی حمد میں تسبیح خوانی نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان کی تسبیح خوانی کو نہیں سمجھتے ہو، اُن کی تسبیح خوانی سمجھنا یہ ہے کہ ان حدود کے نشان کو سمجھ لیا جائے، جو ہر چیز میں رکھا ہوا ہے، تاکہ حقانیت پر دلیل ہو، اور وہ تسبیح یہ ہے کہ ہر چیز ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے ساتھ ساتھ گواہی دیتی ہے، کیونکہ ہر ایک چیز میں ایک، دو، تین، چار، سات اور بارہ کی خاصیت و علامت پائی جاتی ہے، تاکہ ہر چیز ان حدود پر دلیل ہو، کیونکہ وہ خدا اور مخلوق کے درمیان وسیلے ہیں، ہم نے شہادت کے بیان میں سے ایک کافی مقدار کا ذکر کر دیا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَوَجْهِهِ

کلام - ۱۲

سُورَةُ اخْلَاصِ كَمَا يَسْتَلِمْ

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ کلمہ اخلاص جو لا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ہے، دین اسلام کے دروازے کی کلید ہے، اور جو کوئی اس کلید کو لے لے تو وہ بیت الاسلام کے مکان میں داخل ہو سکتا ہے، اور اس کو کلمہ اخلاص اس لئے کہتے ہیں کہ اخلاص کے معنی عربی زبان میں پاکیزہ کرنے کے ہیں، اور اس قول کے کہنے والے کو چاہئے کہ وہ اس کلمے کے ذریعے اپنے دین کو بُت پرستی کی آلائش، آتش پرستی کی سیاہی (گدلا پن)، ثنویوں (دو خدا میں ماننے والے) کے قول کی پلیدی اور دہریوں وغیرہ کے مذاہب کی تاریکی سے پاک کرے، جب لطیف و کثیف دونوں قسم کی مخلوقات کی صفات کو توحید سے دُور کر دینے کے ذریعہ اس کلمہ گو کا اعتقاد اپنے قول (یعنی کلمہ خوانی) کے مطابق ہو جائے، تب وہ شخص قول اور اعتقاد (دونوں) میں سچا ہو سکتا ہے، اور اس کے بعد اس اعتقاد اور قول کے مطابق اسے کوئی عمل کرنا چاہئے، تاکہ اس کا یہ عمل اس کے قول کو بلند کر کے عالم بالا تک لے جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، قولہ تعالیٰ:-

” اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ
يَرْفَعُهُ (۳۵)“

اچھا کلام خُدا تک پہنچ جاتا ہے، اور اچھا کام ہی اس کلام کو اٹھالے جاتا ہے۔ جس طرح کلمہ اخلاص دین کا آغاز ہے (اسی طرح، سورۃ اخلاص دین کا انجام ہے، اور صنایع حکیم کے فرمان کی رُو سے یہ لازمی ہے، کہ دین کے آغاز اور انجام ایک دوسرے کے مطابق ہوں۔

ہمارا کہنا ہے، کہ سورۃ اخلاص سارے قرآن کا خلاصہ اور انجام ہے، جو (انجیر میں، نازل ہوا ہے، تاکہ دین کے دروازے کا کھولنا اور بند کرنا دونوں پالینگی سے ہوں، لیکن سارے کام اور ساری چیزیں پہلے تو حدِ قوت میں ہوا کرتی ہیں، اور جو کچھ حدِ قوت میں ہو وہ کمزور ہوتا ہے، اور آخر کار حدِ فعل میں آکر وہ طاقتور ہو جاتا ہے، پس اسی طرح کلمہ اخلاص شہادت کی صورت میں حدِ قوت میں ہے اور سورۃ حمد کے مقام پر حدِ فعل میں ہے، پس ہم توضیح کر دیں گے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ اے محمد (صلعم) کہہ دیجئے کہ وہ خدا ایک ہے" اس کی تاویل اس طرح ہے کہ جیسے: "ہو" کہتا ہے اس سے خدائے تعالیٰ کی مُراد ایک ایسا کلمہ ہے، جو خالص ہوتیت ہے، اور ہوتیت کے لئے حقیقت کے بغیر چارہ نہیں (یعنی وہی کلمہ باری ہی خدائے تعالیٰ کی ہوتیت اور اس کی حقیقت ہے، اور لفظ اللہ کے ان چاروں حروف سے مُراد چار اصول دین ہیں، کیونکہ وہی کلمہ باری کے اثرات کے لئے چُننے ہوئے ہیں، جن میں سے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق دو رُو حانی اور دو جسمانی ہیں اور أَحَدُ سے یہ مُراد لیتا ہے، کہ جب ان چار اصول میں سے ہر ایک نے کلمہ باری سے اپنا اپنا حصہ، جو کچھ حاصل کرنا تھا، حاصل کر لیا، تو انہوں نے توحید کو جملہ صفات سے (پاک اور) بے نظیر مانا، اور ہر اس چیز سے بھی (پاک و بے نظیر مانا، جس کی جفت ہے، خواہ لطیف ہو یا کثیف، اور انہوں نے سُبْحَانَہ کو ایسی صفات والے ناموں سے موسوم کرنے سے بھی برتر سمجھا، جو (صفات، قول کے اعتباراً) شے عمل کے اعتبار سے اور رُو حانی و طبعی لحاظ سے ایک دوسرے کی مقابل (یعنی

ضد یا مخالف ہوں، جیسے اہست اور نیست، مکانی اور لامکانی، تعریف کیا ہوا اور تعریف نہ کیا ہوا وغیرہ، پھر وہ اصول ساری روحانی اور جسمانی مخلوقات میں سے اسی بزرگی کے سبب سے ممتاز ہوتے اور اسی وجہ سے بے نظیر ہوتے، پس فرمایا: "اللَّهُ الصَّمَدُ۔ یعنی خُدا صمد ہے" اور صمد کے معنی سید کے ہیں، یعنی جس کی طرف مہمات میں رجوع کیا جائے، نیز صمد کے معنی ٹھوس کے ہیں، یعنی جس میں جوف یا کہ کھوکھلا پن نہ ہو (نیز یہ بے نیاز کے معنی میں بھی آیا ہے) اس آیت کی تاویل یہ ہے، جو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، کہ ان چار حدوں نے، جن پر (لفظ اللہ کے) یہ چار حرف دلالت کرتے ہیں، جب خُدا کی توحید کو بحقیقت پہچان لیا، تو انہوں نے اس کو ہر قسم کی آلائش سے پاک مانا، اور ان میں سے ہر ایک حد روحانیوں کا سید (سردار) اور آقا (بار خدای) ہوا، اور سارے روحانیوں اور جسمانیوں نے فائدہ حاصل کرنے کے لئے انہی کی طرف رجوع کیا، مگر وہ خود بے نیاز ہیں، اور ان کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے ان کے ماتحت روحانیوں اور جسمانیوں کو ان کی ذات کی طرف کوئی راستہ نہ ملا، یہ ایک ایسی (ٹھوس) چیز کی مثال جیسی ہے، جس کے درمیان (چھانکنے کے لئے، کوئی راستہ ہی نہ ہو تو جو کچھ اس کے اندر پوشیدہ ہے، کوئی شخص اس کی کیفیت سے اطلاع نہیں پاسکتا، پھر فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

"لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، یعنی نہ اس نے کسی کو جنا، اور نہ کسی نے اس کو جنا" اس کی تاویل یہ ہے، کہ باری سبحانہ جو کسی ابتدائی مایہ اور ذریعہ کے بغیر چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اور اس نے ابتدائی چیز (عقل) کو دوسری چیزوں کے لئے علت (یعنی سبب و مایہ) ٹھہرا دی ہے، اور وہ خود اس بات سے برتر ہے، کہ کسی چیز کی علت و مایہ ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے، کہ چیزیں اسی (باری سبحانہ) سے پیدا ہوتی ہیں، اگر واقعاً ایسا ہی ہوتا تو وہ خود ہی چیزوں کی علت ہو جاتا (حالانکہ) علت چیزوں کے باپ کے مانند ہے، اور باپ جننے والے کے مانند ہے، اور

اللہ جل جلالہ
 اعلم بالصواب
 من جملة
 ما لا یحکم
 فیہ
 الا اللہ
 العزیز
 الخبر

فرزند گویا اس کا جنا ہوا ہے، اور وہ جلیل القدرت خدا چیزوں کی علت نہیں، یہ
لَمْ يَلِدْ کی تاویل ہوئی۔

وَلَمْ يُولَدْ کی تاویل یہ ہے، کہ وہ جلتِ عظمتہ کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا،
تاکہ وہ چیز اس کی علت کہلائے، اور وہ جل جلالہ معلول بنے، چنانچہ فرزند باپ کا معلول
ہوتا ہے، اور ہر وہ چیز جس کی کوئی علت ہو، تو گویا وہ اپنی علت ہی سے جنی ہوئی
ہوتی ہے، پس خدائے تعالیٰ جس طرح چیزوں کی علت نہیں، اسی طرح وہ ان کا
معلول بھی نہیں، اور جو کوئی خدائے تعالیٰ کو عالم کہتا ہے، یا حکیم یا قادر کہتا ہے
تو علم، حکمت اور قدرت کو اس کی علت مانتا ہے، اس لئے کہ عالم کی علت اس
کا علم ہے، حکیم کی علت اس کی حکمت ہے اور قادر کی علت اس کی قدرت
ہے، پس اس شخص نے (نتیجے کے طور پر) یہ کہا ہوگا، کہ خدا کو جنم دیا گیا ہے، پھر
فرمایا: "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" (یعنی اس کے برابر کا کوئی نہیں)۔ اس
کی تاویل یہ ہے، کہ احدیت (یکتائی) جو ابداع (یعنی کسی مایہ و ماخذ کے بغیر
چیزوں کو پیدا کرنے کی طاقت) ہے وہ عقل کُل کی علت ہے، اور عقل کُل اپنی
تمام لطافت اور جلال کے باوجود مبداً حق کے برابر نہیں، اور ابداع وہ ہے
کہ انسانی اوہام (یعنی تصورات) کے لئے فوری طور پر اُس (حقیقت) تک راستہ
مل نہیں سکتا، اس لئے دانا حکما نے ابداع کو "نیست" کا نام دیا ہے، اس
کی وجہ یہ ہے، کہ وہ سب سے پہلا موجود، جس سے دوسری تمام موجودات
پیدا ہوئیں، عقل کُل تھا، اور عقل کُل احدیت سے پیدا ہوا، اور انسانی عقل کے
فیصلے سے یہ لازم آتا ہے، کہ ہمت نیست ہی سے پیدا ہو، اور جب احدیت کے لئے
کوئی اثبات ہی نہ تھا، تو اُنہوں نے اس کو "نیست" کا نام دیا، اور کسی انسانی وہم و
تصور کی یہ طاقت نہیں کہ مایہ اوہام (وہوں کی بنیاد) یعنی عقل کُل سے آگے گزر
سکے، چہ جائیکہ عقل کُل کے پیدا کرنے والے تک پہنچ جائے، اگر کوئی شخص
(اس مقام تک پہنچنے کے لئے، قوت و اہمہ چلائے، تو یہ ایک ناممکن

صُورَتِ مَادَّة، کو اس عالم میں صُورَتِ مَلِّ چُکھی ہو، تو وہی اپنی حد میں اور صُورَتِ
کے بعد پہچانا جا سکتا ہے۔

جب عالم میں یہی (قائُون) تھا، تو اس لئے کلمۂ اِخْلَاص میں نکرہ معرفہ
سے پہلے آیا ہے، یہ بتانے کے لئے کہ ہر چیز پہلے تو نکرہ یعنی اَنْ پہچانی ہوتی
ہے، پھر معرفہ یعنی پہچانی ہوتی ہوتی ہے، جس میں نکرہ تو اِلٰہ ہے، اور معرفہ اللہ
ہے، اور خُدَا کے نام کی نفی کرنا لام و الف کے ذریعہ ہے، جو ایہ دونوں
حرف، ایک دُوسرے پر واقع ہوتے ہیں، جیسے: لا (جو رُسُولٌ اور رُحْمٰی
کی مثال ہے، کہ ان کا نُور ایک دُوسرے کی ذات میں اِس طرح داخل ہے،
جس طرح کلمۂ اِخْلَاص کے یہ لَام اور الف = لا اور اِنہی کے ذریعہ تَنْزِیْل و تَاوِیْلِ اور مَحْسُوس
و معقول کے چہروں کی شناخت حاصل ہو سکتی ہے، نیز اِنہی کے ذریعہ ہر چیز کی
نفی اور اثبات ہو سکتا ہے، جس طرح کلمۂ اِخْلَاص میں نکرہ و معرفہ اور
نفی و اثبات کا ذریعہ صرف الف اور لام ہی ہیں یعنی لا اور اِلَّا، اور
اِس کے بعد نکرہ آتا ہے، جیسے اِلٰہ، اور جس طرح نفی لام و الف سے ہوتی
تھی، اِسی طرح، اثبات بھی الف و لام، ہی سے ہوتا ہے، جو لام و الف کا برعکس ہے،
جیسا کہ نکرہ معرفہ کا برعکس ہے، اور سُورۂ اِخْلَاص میں خُدَا سے تعالیٰ نے اپنی یکتائی اِشْکَار
کردی، اور فرمایا، قَوْلُهُ تَعَالٰی: " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " اور کلمۂ اِخْلَاص میں
یہی حقیقت اشارے کے طور پر ہے، جس میں فرمایا کہ کوئی معبود نہیں سوا
خُدَا کے، یعنی وہی یکتا ہے، ہم اِس لئے اِس سے پہلے بتا چکے ہیں، کہ توحید
سُورۂ اِخْلَاص میں فعل میں آتی ہے، اور کلمۂ اِخْلَاص میں قُوْت میں موجود ہے
اِس لئے کہ چیزیں پہلے توحید قُوْت میں پائی جاتی ہیں اور کمزور ہوتی ہیں، پھر
وہ حدِ فعل میں پہنچ کر طاقتور ہو جاتی ہیں۔

پس ہمارا بیان یہ ہے، کہ خُدَا سے تعالیٰ نے اپنے متعلق احد یعنی یکتا کہا،
اور وہ تبارک و تعالیٰ جلِ ذِکْرہ اپنی خلقت اور فرمان کی طرح اپنی ذات میں یکتا ہے

دُجنا پنچہ اپنے فرمان کے بارے میں فرماتا ہے،

” وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَفَمَحٍ بِالْبَصَرِ “ (۳۵)

اور ہمارا امر ”مُن“ صرف ایک ہی بار ہے، جیسے: آنکھوں کا جھپکنا پس اس فرمان واحد اور اس کے تحت پیدا شدہ خلقتِ واحدہ کی دلیل پر خدائے تعالیٰ اپنی ذات میں لیتا ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی طرح پڑھا ہے: **قُلْ هُوَ اللَّهُ الْأَحَدُ** اور اسی طرح ہی لازم آتا ہے، کیونکہ اللہ معرفہ ہے، اور احد نکرہ ہے، اور جب معرفہ کو نکرہ سے موصوف کیا جائے تو اس صفت کے معنی اُس پر واقع ہونے سے معرفہ اور نکرہ کے درمیان معنوی شرکت ہوتی ہے، جب تو معرفہ کو معرفہ ہی سے موصوف کرے گا، تو وہ صفت اُس معرفہ کے لئے کسی دوسری چیز کی شرکت کے بغیر مخصوص ہو جاتی ہے، اور دلیل ملتی ہے، کہ نزول کی اصل ”قُلْ هُوَ اللَّهُ الْأَحَدُ“ ہے، اس لئے کہ فرماتا ہے: ”اللَّهُ الصَّمَدُ“ چنانچہ نام معرفہ ہے، اور صفت بھی معرفہ ہے اور صمد کے یہ معنی ہیں، کہ دوسرے سب اپنی حاجات کے لئے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اس کے معنی یہ بھی ہیں، کہ وہ جزو جزو ہو ہی نہیں جاتا، نیز صمد وہ ہوتا ہے، جس کے درمیان کوئی خلانہ ہو، اور یہ صمد لفظ احد کی احدیت کے معنی کو مضبوط کر دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ گنتی کی جُفتیس ایک سے پیدا ہو جاتی ہیں، اور وہ سب ایک کی محتاج رہتی ہیں، کیونکہ ان کی ہستی اُسی سے ہے، پس صمد کے یہی معنی ہیں اور جب یہ سورۃ اخلاص کلمۃ اخلاص کا دُوسرا رُخ ہے، تو لازم آتا ہے، کہ اس سورے کا آغاز معرفہ اور اس کا خاتمہ نکرہ ہو، اس واقعہ کے برعکس کسی کلمۃ اخلاص کا آغاز نفی اور نکرہ ہے، جیسے لا اِلهَ، اور اس کا خاتمہ اثبات

لے: اس مطلب کے سلسلے میں مزید معلومات کے لئے، نیز سورۃ اخلاص والے پورے اسماء اللہ کی شرح کی تحقیق و تصدیق کے لئے کتاب التزییۃ جلد دوم صفحہ ۳۲ تا ۴۵ ملاحظہ ہو۔

اور معرفہ ہے، جیسے: اَلَا اللّٰهُ۔

نیز ہم یہ بتائیں گے، کہ احد اور صمد کے معنوں کو خدائے تعالیٰ کا یہ قول محکم کر دیتا ہے: "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ" اس لئے، کہ ولادت (جنم) تو جنفتوں کے درمیان موجود ہے، اور طاق سے کوئی تولید ہی نہیں، اور مولود کو اس جوڑے کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو کیونکہ یہ ان دونوں کا تیسرا ہے، اور باری سبحانہ تعالیٰ کا ان جنفتوں کو پیدا کرنا کسی جفت کے ذریعہ سے نہیں، تاکہ ان جنفتوں کو اس کے ساتھ مناسبت ہو، بلکہ وہ کوئی ایسے "ایک" سے پیدا ہوئی ہیں، کہ کسی وجہ سے بھی اُس کی تقسیم اور تجزیہ نہیں ہو سکتا، اور ہر مولود اس شخص کے مانند ہوتا ہے، جس سے یہ پیدا ہوا ہے جیسے معلول علت کے مانند ہوتا ہے، اور خدائے تعالیٰ کا چیزوں کو پیدا کرنا علت کے اپنے معلول کو پیدا کرنے کی طرح نہیں، کیا تو نہیں دیکھتا، کہ خدائے تعالیٰ یوں فرماتا ہے: "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"۔ یعنی کوئی شخص اس کے لئے لائق و ہمسر نہیں، اس لئے کہ وہ ذات اور فعل میں یکتا ہے، جس نے اپنے امر کے ذریعہ لاشی سے شئی پیدا کی، اور یہ اسم احد سورے کے اخیر میں نکرہ ہے، جس طرح یہ شروع میں معرفہ ہے، اس لئے کہ احدیت (یعنی ایک کی صفت و خاصیت) مخلوقات میں پائی نہیں جاتی اور وہ پہچانی ہوئی نہیں، بلکہ وہ خدا ہی کی ہے، اور احد کے معنی "کوئی شخص" کے ہیں، اور واحد کے معنی ایک کے ہیں، اور ان دو لفظوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، مثلاً اگر ہم یہ کہیں، کہ "زید کو کوئی شخص پسند نہیں آتا" یہ مطلب اس سے بڑا ہے، جو ہم کہیں، کہ "زید کو ایک شخص پسند نہیں آتا ہے" پس جو کچھ فرماتا ہے، کہ اس کا "کفو" نہیں، تو اس سے خدائے تعالیٰ کی مراد یہ ہے، کہ أَحَدٌ (حقیقی معنوں میں) مخلوق کے لئے نہیں۔ یہ فصل دانش والوں کے لئے لکھی گئی، اور جس کی دانش نہیں، یا (دانش حاصل کرنے کی صلاحیت) نہیں رکھتا، تو اس کے لئے اس حقیقت کا سمجھ لینا دشوار ہے، مگر وہ شخص

(سمجھ سکتا ہے، جس کو علم تاویل میں کچھ تجربہ حاصل ہوا ہو۔
والسلام۔



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

اللہ اعلم
بما فی
الصدور
وہو
الغیوب
واللہ
اکبر
واللہ
اکبر

کلام - ۱۳

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کی تاویل کے بارے میں

اس بارے میں ہمارا بیان یہ ہے، کہ بموجبِ فرمانِ الہی آنحضرت نے لوگوں کو کلمۂِ اخلاص (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کی دعوت کی، اور اس کلمے میں آنحضرت نے باری سبحانہ و تعالیٰ سے مخلوقات کی صفات کی نفی کر دیا، اور اس کی یکتائی کا اثبات کر دیا، پس لوگ نفی و اثبات کی طرح دو گمروہ ہوئے، جن میں ایک گمروہ اہل حق کا ہوا اور دوسرا گمروہ اہل باطل کا، اہل حق نے ان صفات کی نفی کر کے توحید کو مجرّد کر دیا، جن کا اہل باطل نے اثبات کیا تھا، جبکہ اہل باطل کے لئے وہ اشارہ واضح نہ ہو سکا، جو کلمۂِ اخلاص میں تھا، اور خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیورا ندہ الشیطان الرجیم سے بچ کر خداوند کے حضور میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے فرمایا، اس آیت کے بموجب، قولہ تعالیٰ:-

” فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۱۶)

(اے رسول!) جب آپ قرآن پڑھیں تو اپنے آپ کو شیطانِ رانذہ سے خدا کے حضور میں محفوظ رکھئے، پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھنے سے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَنْزَلَ هَذِهِ السُّورَةَ
وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمَعْنَى

پہلے "أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" کہنے کے لئے فرمایا، اور عربی لغت کے اعتبار سے "رجیم" وہ شخص ہوتا ہے، جو بغیر دیکھے اور بغیر سُنے اپنی ہی طرف سے باتیں بناتا ہو، اور یہ لفظ "رجیم" عربی میں فعیل کے وزن پر ہے، جس کے معنی فاعل کے ہیں، چنانچہ علیم اور عالم کا مطلب ایک ہی ہے، اسی طرح قدیر اور قادر کا مطلب ایک ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے۔

"خَمْسَةٌ مَسَادٍ مَسَّهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ" (۱۱۶)

اصحابِ کہف کے قصے کے سلسلے میں فرماتا ہے: "ایک گروہ نے کہا، کہ وہ لوگ پانچ نفر تھے اور ان کا چھٹا ان کا کتا تھا، انہوں نے غائبانہ یعنی بغیر دیکھی اور بغیر سُنی بائیں کیس، اور ان دیکھی چیزوں کے بارے میں ذکر کرنا جائز نہیں، مگر یہ ہے، کہ تو نے وہ چیز دیکھی ہو یا اس کے بارے میں تو نے کسی سچ بولنے والے سے سُننا ہو، نیز رجیم کے معنی ہیں، سنگسار کیا ہوا، اور راندہ کیا ہوا، اور یہ تمام معانی ایک دوسرے کے نزدیک اور آپس میں ملے ہوئے ہیں، کیونکہ جب کوئی شخص نادیدہ اور ناشیدہ بات کرتا ہے تو اس کو گویا سنگسار کر دیا جاتا ہے اور نکال دیا جاتا ہے، اور اسی طرح، دین کے مالک کے فرمان کے بغیر جب کوئی شخص دین میں اپنے نفس کی غرض پر چلتے ہوئے اپنی ہی دعوت کرنے لگتا ہے تو اسے (دین) سے نکال دیا جاتا ہے، اور اس کو دُور کر دیا جاتا ہے، اور یہ لفظ "رجیم" جس کی صفت سے شیطان کو موصوف کیا گیا ہے، اس شخص پر دلیل ہے جس نے رسولِ صلعم، کے فرمان کو چھوڑا ہے اور اپنی رائے اور قیاس کے پیچھے چلا ہے، اور "أَعُوذُ بِاللَّهِ" کے اس قول میں تو یہ کہتا ہے کہ: "میں اپنے آپ کو خدا کے حضور میں محفوظ رکھتا ہوں"

یہ ایک ایسے شخص کی پیروی پر دلیل ہے، کہ وہ جو کچھ کہتا ہے تو اپنی ہی طرف سے نہیں کہتا، جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی تعریف کی، کہ آنحضرت خُدا تعالیٰ کی فرمائندگی کرتے تھے، اور اپنی غرض کی بات نہیں کرتے تھے، قولہ تعالیٰ:

عَلَىٰ مَنْ يَأْتِيهِمْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۵۳-۳۴)“

(رسول) اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولا کرتے ہیں، وہ یعنی قرآن اور کچھ نہیں مگر وحی ہے، جو بطریق وحی بھیجا گیا ہے۔ پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت (فرمان) سے دینی باتیں کیں تو وہ خدا کے راستے پر ہی چلا اور جس نے دین میں اپنی ہی غرض کی باتیں کیں، تو وہ راندہ شیطان ہوا، اور کلمہ ”اعوذ باللہ“ عربی زبان میں اس مطلب کے لئے بولا کرتے ہیں کہ میں اس شخص کے پاس جاتا ہوں، جو مجھے پہچاننے کے لئے کافی ہے، پس دیندار لوگ اسی شخص کے پاس جاتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے (اسی کام کے لئے) قائم کر دیا ہے، جس کی ذمہ داری لوگوں کو اسی طرح پہچانا ہے، اور وہ دیندار لوگ اسی شخص کے ذریعہ مکار شیطان کے فریب سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور خدا نے اس پناہ دینے کے کام کو اپنا کام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کے ذریعہ اس مطلب کو واضح کر دیا ہے۔

”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ (اے رسول!) آپ کہتے کہ میں اپنے آپ کو لوگوں کے پروردگار کے پاس محفوظ رکھتا ہوں، هَلِكِ النَّاسِ اِلٰهَ النَّاسِ۔ جو لوگوں کا بادشاہ اور ان کا خدا ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے، کہ لوگوں کی روحانی پرورش اس شخص سے ہونی چاہئے، جس کو اس بارے میں خدا کا فرمان حاصل ہوا ہو، جو خدا کی خاص بادشاہی میں رہتا ہو، اور اس کے فرمان پر عمل کرتا ہو، چنانچہ بندہ آقا کے حکم پر عمل کرتا ہے اور وہ اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں کرتا، جس طرح آزاد لوگ اپنی آزادی سے کام کرتے ہیں۔

”بَلٰكٌ“ اور ”رَبُّ“ اللہ تقدس و تعالیٰ ہی ہے، اس ترتیب میں سب سے پہلے لفظ ”اللہ“ فرمایا گیا۔ ”رَبُّ“ سب سے پہلے ارشاد ہوا، اور ”بَلٰكٌ“ درمیان میں فرمایا گیا، اس لئے کہ پروردگار ایک ایسا نام ہے، جو ہر شخص کے لئے استعمال ہو سکتا ہے، جیسے: بچوں، مویشیوں وغیرہ کا پالنے والا پروردگار، پھر بَلٰكٌ رَبُّ سے

زیادہ خاص ہے، اور اللہ بکثرت سے زیادہ خاص ہے، اور اس نام میں کوئی مخلوق حصہ دار نہیں ہو سکتی۔

جب شیطان رجیم سے بچنے کے لئے اس طرح کی پناہ لی جائے تو راندہ شیطان ایسے شخص پر غالب نہ آسکے گا، کہ اس کو فریب دے اور گمراہ کر سکے، اور جب کوئی انسان خدا کو نہ پہچانے، اور شیطان کو نہ پہچانے، تو وہ حق تک نہیں پہنچ سکے گا، اور مومن کا نفس اس شخص کے ذریعہ پاک ہونا چاہئے، جس کے پاس وہ پناہ لیتا ہے، اور اس شخص کی وجہ سے ناپاک نہ ہو جانا چاہئے، جس سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہوا ہے، اور جب اس مومن نے ان دونوں کو پہچان لیا، تو وہ پاک ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

” إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۱۶)“

یقیناً ان لوگوں پر شیطان کا کوئی غلبہ نہیں، جو (حقیقی) مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ پس خاندانِ برحق کے دشمن سے مومن کی حفاظت امام زمان ہی کے ذریعہ ہے۔

Spiritual
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کلام - ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تاویل کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی (عطا کردہ) توفیق سے بیان کرتے ہیں، کہ کلمہٴ اخلاص (لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ) سے دانشمند کے لئے یہ ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جو کچھ (بظاہر موجود) ہے، جب اس کو خدا سے نسبت دی جائے تو وہ چیز منفی (نفی کی گئی)، قرار دی جاتی ہے، یعنی وہ چیز فی الحقیقت یا تو "نیست" ہے، یا نیست ہونے والی ہے، اور خدائے تعالیٰ مثبت (ثابت و برقرار رکھنے والا) ہے، کیونکہ وہی تو ہست و نیست کا بادشاہ ہے، اس لئے، کہ ہست کو نیست سے اسی نے پیدا کر دیا ہے اس کے بعد اَعُوذُ بِاللّٰهِ کے قول سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے، کہ راستہ دکھانے والا کون ہے، اور راستے سے بھٹکانے والا کون ہے، نیز (یہ کہ، وہ شخص کونسا ہے، جس کی طرف لوگوں کو رجوع کرنا چاہئے، اور وہ شخص کونسا ہے، جس سے لوگوں کو بھاگ جانا چاہئے، پھر اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں، کہ تم اس شخص کا اثبات کر لو، جو تم کو پناہ دینا اور ثابت قدم رکھنا اسی کے لئے شایان ہے۔ پس ہم "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کا بیان کر دیتے ہیں، جس میں اسم "اللہ" اس حقیقت کی دلیل ہے، کہ خدائے تعالیٰ نے ابتدائی چیزوں کو

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

پہنچا دینے والا ہے، اس مطلب کی تشریح یہ ہے، کہ جن حضرات کی زبان پر سر
خدا کی رحمت ہمارے لئے نازل ہو کر تھی ہے ان میں اولین شخص، پیغمبر صلعم،
ہیں، پھر ان کے وصی ہیں، پھر امام زمان ہیں، اور انہی (یعنی امام زمان) کے ذریعہ
ان کے ماتحت درجات کو یہ رحمت پہنچتی ہے۔

یہ آیت یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چار کلمات بسم اللہ۔
الرّحمن۔ الرّحیم، پر مبنی ہے، اور دس حروف سے ہے، جیسے اب، ہس، م، ا، ا، ل،
ہ، ر، ح، ن، ہ، ی، اور نو پاروں میں ہے، جیسے بسم۔ ا۔ لّٰہ۔ ا۔ ل۔ ر۔ ح۔ م۔ ن۔ ہ۔ ی۔ ل۔
حیثم، اور اس کے حروف مجموعی طور پر انیس (۱۹) ہیں، اور اس آیت کے دس بنیادی
حروف میں سے پانچ حروف غیر مکرر ہیں، یعنی دہراتے ہوئے نہیں ہیں، جیسے:
ب، ہ، ی، ا، ل، ن، ہ، ی، اور پانچ حروف مکرر ہیں، یعنی دہراتے ہوئے ہیں، جیسے: م،
ا، ل، ر، ح۔

پس ہم اس کی تاویل کرتے ہیں، کہ اس آیت کے چار کلمے چار اصول دین
پر دلیل ہیں، جو دروہانی اور دو جسمانی ہیں، اور اس کے نو پارے، دو جسمانی حُرُو
اور سات بڑے ادوار کے مالکوں پر دلیل ہیں، اور وہ پانچ حروف جو ایک بار
آتے ہیں، پانچ حُرُو دروہانی پر دلیل ہیں، جو بے بدل اور باقی ہیں، جیسے: اول
ثانی، جد، فتح اور خیال، اور وہ پانچ حروف جو اس میں دہراتے گئے ہیں پانچ حُرُو
جسمانی پر دلیل ہیں، کہ ہر دور میں ان کا مرتبہ جاری ہے، جیسے ناطق، اساس، امام
جُت اور لاحق (داعی)، اور بسم کے تین حروف کا "اللہ" کے چار حروف سے پہلے
آنا اس بات کی دلیل ہے، کہ تین فروع یعنی لاحق، جُت اور امام، ہی کے ذریعہ چار
اصول دین کی پہچان حاصل کی جاسکتی ہے، اور طہارت میں بھی تین سنتیں ہیں،
وضو کرنا، گلی کرنا اور ناک میں پانی لگانا، جو ان چار فرائض سے پہلے آتی ہیں، چہرہ دھونا،
ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا، سر پر مسح کرنا، اور پاؤں پر مسح کرنا، اور بسم اللہ کے
سات حروف کے بعد الرّحمن الرّحیم کے بارہ حروف اُن بارہ عُجُوں پر دلیل ہیں،

جو سات اماموں کے بعد ہیں، جو ان اماموں سے (رُوحانی) تائید حاصل کر کے لوگوں کو پہنچا دیا کرتے ہیں (اسی طرح تمام بِسْمِ اللّٰہ کے، مجموعی حروف اُنیس (۱۹) ہوتے ہیں، جو بڑے دُور کے سات صاحبان اور اُن کے بارہ (مُشرک) حجتوں پر دلیل ہیں، کیونکہ ناطقِ اول سے ناطقِ آخر تک (بع قاتم کے سات ناطق، اور ان کے بارہ حجت، مُکمل اُنیس ہوتے ہیں۔

نیز یہ اُنیس حروف دلیل ہیں، چھوٹے دور کے سات اماموں اور ان کے ان بارہ حجتوں پر، جو ان کے فرزندوں میں سے ہیں، کہ یہی لوگ اہل دوزخ پر یعنی نادانوں پر موکل ہیں، تاکہ یہ موکل ان نادانوں کو دوزخ سے چھڑا دیا کریں جبکہ اہل دوزخ فرمانبرداری کریں اور خدائے تعالیٰ نے اس آیت کے بموجب ان اُنیس حضرات، کی مثال مالکان دوزخ سے دی ہے، جو فرماتا ہے۔

” عَلَيْهَا سَعَةَ عَشَرَ (بہی) اُس (دوزخ) پر اُنیس فرشتے (موکل) ہیں۔ اور خلالتی کے نفوس کو حدِ قوت سے حدِ فعل میں لانے کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی سات اور بارہ موکل (کارکن، مقرر ہیں، تاکہ خلالتی (انہی کے ذریعہ، اہل نعمتوں کو حاصل کر سکیں، جس طرح خلالتی کے اجسام کی پرورش کے لئے سات سیپاے اور بارہ بروج موکل ہیں، تاکہ وہ لوگ اُس جہان کی چند روزہ نعمت کو حاصل کر سکیں، اور لوگ اپنے کاموں میں تسمیہ کے چار کلمات میں سے ڈوبینی بسم اللہ پہلے پڑھا کرتے ہیں، جس کے دُوسبب ہیں، ایک سبب یہ ہے، کہ یہ دونوں پہلے کلمے (بسم اور اللہ) دو حجابانی (ناطق اور اساس) پر دلیل ہیں، اور انسان کا کسی رُوحانی حد تک پہنچ جانا جسمانی حد ہی کے وسیلے سے ممکن ہو سکتا ہے اور جسمانی ہم جنسیت کے سبب سے (انسان جسمانی حد کے ساتھ زیادہ آشنا ہو

لے : سات ناطق یہ ہیں : آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور قائم
(اساس التاویل فٹ نوٹ ص ۵۷ و متن ص ۵۷)

جاتا ہے، اور دوسرا سبب یہ ہے کہ بسم اللہ کے یہ سات حروف جن سے یہ دونوں کلمے بنے ہیں، سات بڑے ادوار کے صاحبان پر دلیل ہیں، کہ وہ خود تو آشکار ہیں، مگر ان کے (بارہ مشترکہ) حجت پوشیدہ ہیں، لیکن وہ مومنوں سے پوشیدہ نہیں ہیں، پس انسان ان سات حضرات کو ان بارہ حضرات کی بنسبت زیادہ پہچانتا ہے جس طرح سات ستیاردوں کو تو ہر شخص دیکھ سکتا اور پہچان سکتا ہے، مگر بارہ بروج کو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے علم نجوم پڑھا ہے، دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے ہیں اور نہیں پہچان سکتے ہیں۔

نیز ہم یہ بیان کریں گے کہ بسم اللہ (کا مطلب، خدا کا ایک خاص نام ہے اور خدا کا وہ نام اپنے دور میں رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور ان کے وصی اپنے زمانے میں خدا کا وہی) نام ہیں، اور امام زمان ہر زمانے میں خدا کا وہی حقیقی نام ہیں، اس قول کی حقانیت پر دلیل یہ ہے، جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اللَّهُ عَلَيْهِ (۱۲۱)“

اور مت کھا یا کرو، اس چیز سے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، پھر جس چیز سے رسول علیہ السلام نے کھانے کے لئے نہ فرمایا ہو، اگر اس پر سو دنہ خدا کا (کوئی لفظی) نام پڑھا جائے تو (پھر بھی) وہ چیز حلال نہ ہو سکے گی، پس خدا کا بزرگ ترین نام رسول علیہ السلام ہوتے، کیونکہ ان کے فرمان کے بموجب جو چیز حرام ٹھہرائی گئی وہ پھر خدا کے کوئی اور نام پڑھنے سے حلال نہ ہو سکی، اور جبکہ رسول علیہ السلام خدا کا (حقیقی) نام ہیں، تو رسول کے وہ فرزند جو آنحضرت کے فرمان کے بموجب حضور کے مقام پر قائم ہوتے ہیں، خدا کا وہی نام ہیں، اور قول فعل میں سے جو کچھ وہ حلال ٹھہراتے ہیں، وہی حلال ہو جاتا ہے اور جو کچھ وہ حرام قرار دیتے ہیں، وہی حرام ہو جاتا ہے، اور مذکورہ بالا آیت (وَلَا تَأْكُلُوا.....) کی تاویل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ رزق کے طور پر فرماتا ہے، کہ تم اس شخص کو (حقیقی،

علم کی باتیں نہ بتایا کرو، جس سے امام زمانؑ کا عہد نہ لیا گیا ہو، کیونکہ ذبح کرنے کی تاویل ہے، عہد لینا، اور کھانے کی تاویل ہے، علم حاصل کرنا، جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ جس (ذبیحہ) پر خُدا کا نام نہ لیا گیا ہو، تم اس سے مست کھایا کرو، اس سے خُدا تعالیٰ کی مُراد یہ ہے، کہ تم (روحانی طور پر) اس چیز سے مست کھایا کرو، جو خُدا کا نام یاد نہیں کرتی ہے، اور امام زمان ہر زمانے میں خُدا کا نام ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص نے امام زمان کو نہ اپنایا ہو، اس کو علم تاویل کی باتیں نہ بتایا کرو۔

نیز بتا دیا جاتا ہے، کہ رحمن خُدا کا ایک خاص نام ہے، جس کی حقیقت مخلوق کے لئے عام ہے، اور رحیم خُدا کا ایک عام نام ہے، جس کی حقیقت مخلوق کے لئے خاص ہے، اس قول کا مطلب یہ ہے کہ رحمن خُدا کے سوا کسی اور کو نہیں کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ خُدا کا خاص نام ہے، اور اس کے معنی دُنیا میں روزی دینے والے کے ہیں، اور یہ حقیقت خُدا کی طرف سے تمام فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لئے عام ہے، اور رحیم ایسا نام ہے، جو خُدا کو بھی کہا جاتا ہے، اور مخلوقات میں سے بخش دینے والوں کو بھی، اور یہ عام نام ہوا کرتا ہے، اور اس کے معنی آخرت میں خُدا کے بخش دینے اور معاف کر دینے کے ہیں، خاص فرمانبرداروں کے لئے ہے، نہ کہ عام فرمانبرداروں کے لئے۔

حدیث میں یہ روایت آئی ہے، کہ قیامت کے روز دوزخ (شیر کی طرح) غُرائے گا، اور (اڑدہے کی طرح) پھینکارے گا، جب رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے تو پانی کا ایک پیالہ ہاتھ میں لے کر جسے اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بڑھ لیں گے اور اس پانی پر دم فرمائیں گے اور اس پانی کو دفعۃً دوزخ پر ڈال دیں گے، تو فوراً آگ بجھ کر اس کی آواز دھیمی ہو جائے گی خُدا تے عزوجل کے فرمان سے اس کو ندا آئے گی، کہ اے آتش دوزخ ! تجھے کیا ہوا کہ تو خاموش ہو گئی اور دھیمی رہی، دوزخ جواب دے گا، کہ (یاربت!) تیرے نام کے مقابلے کے لئے میری کوئی طاقت نہیں۔

اس حدیث کی تائید یہ ہے، کہ خاندانِ حق کا دشمن ہی دُوزخ ہے جو محض اپنے لوگوں کے سامنے غُراتا ہے، اور انہیں اپنی طاقت دکھاتا ہے مگر جب حقیقت کے پانی سے دجو علمِ حق ہے، بقدر ایک پیالہ اس پر ڈال دیا جائے (تو وہ لا جواب ہو جاتا ہے، یعنی جب کوئی مستحیب (امام کا ایک عام مُرید، جو علمِ حق کے سمندر کے، پانی سے پیالہ بھر پانی کی مثال ہے، اُس سے کوئی مسئلہ پوچھا کرے، تو وہ عاجز ہو جاتا ہے، اور اس کی آواز دھیمی ہو جاتی ہے، اِس لئے کہ امام زمان خُدا کا نام ہے، اور مستحیب پانی کا وہ پیالہ ہے، جس پر خُدا کا نام پڑھا جاتا ہے، اور امام کے خاندان کا دشمن جو کہ امام باطل ہے، جب دوزخ ہے، جب یہ پانی اس پر ڈال دیا جائے تو اس کی ساری قوت کمزور ہو جائے گی، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بارے میں واضح اور صاف بیان یہی ہے، جس کا ذکر کیا گیا، اللہ تعالیٰ اپنے اسمِ اعظم کی قوت سے دُوزخِ جہالت کے دروازے کو مسؤموں سے (دُور اور) بند رکھے، اور ہمیں توفیق عطا فرمائے !!

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کلام - ۱۵

طہارت اور اس کے آداب کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر دیتے ہیں، کہ طہارت نماز کا دروازہ ہے جس طرح ایمان لانا دین اسلام کا دروازہ ہے اور موجودات میں کوئی چیز ایسی نہیں، جس کا ظاہر اور باطن نہ ہو، پس جس طرح طہارت کا ظاہر ہے، اسی طرح اس کا باطن بھی ہے، طہارت کا ظاہر (یہ ہے، کہ اس میں متعلقہ اعضاء کو پانی سے دھویا اور مسح کر لیا جاتا ہے، جبکہ پانی مل سکے، اور مٹی سے تیمم کر لیا جاتا ہے جبکہ پانی حاصل نہ کیا جاسکے، طہارت کے باطن کا خلاصہ دعوت قبول کرنے والے سے، امام زمان کا عہد لینا، اور خدا کے اولیاء کے دشمنوں سے بیزار ہو جانا ہے اور نماز خدا کے اولیاء کے ساتھ مل جانے پر دلیل ہے۔

طہارت پاک پانی کے بغیر جائز نہیں، اور پاک پانی علم بیان (تادیل) کی مثال ہے، جسم کی نجاست پانی سے دھل جاتی ہے، اور جان کی نجاست علم بیان سے دھل جاتی ہے۔

نیز جس طرح ظاہری نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں ہو سکتی، اسی طرح عہد لئے بغیر کسی کو علم حقیقت کی تعلیم دینا جائز نہیں، کیونکہ عہد لینا طہارت کا باطن اور علم حقیقت نماز کا باطن ہے، جسم کی نجاستیں، بول، براز، خون، پیپ اور دُبر سے خارج ہونے والی ہوا سے واقع ہوتی ہیں، اور جان کی نجاستیں جہالت،

نافرمانی، شرک، تشبیہ، تعطیلِ خدا کے اولیاء کے دشمنوں سے دوستی اور خدا کے اولیاء کے دوستوں سے بیزاری ہیں۔

فصل (۱)

جس چیز کی درجہ سے طہارت واجب ہوتی ہے، وہ ایک ایسی نیند ہے جو انسان کی عقل کو مٹا دیتی ہے، یا اس چیز سے طہارت واجب ہوتی ہے، جو اگلے یا پچھلے مجرا سے نکل آتی ہے (اب سُن لو کہ نیند کی تاویل کیا ہے، یا یہ کہ حقیقت میں نیند کسے کہتے ہیں، حکمت، علم حقیقت اور امامِ حق کی پہچان سے غفلت (بے توجہی)، تاویل میں نیند کہلاتی ہے، اور وہ بے شعور سویا ہوا شخص، جس کو دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں، اس شخص کا نمونہ ہے، جو سچے دین کے راستے سے غافل رہتا ہے اور جو چیزیں اگلے اور پچھلے مجرا سے نکل آتی ہیں، وہ دینی مخالفوں کے اعتقادات اور ان کے اپنے پلید نفوس ہی سے نکالی ہوئی بدعتوں کے نمونے ہیں، خواہ یہ چیزیں نادرست ظاہری طاعت کی درجہ سے ہوں، جو پچھلے مجرا کی مثال ہے، یا بے حقیقت تفسیر کے سبب سے، جو اگلے مجرا کی مثال ہے، پس جس شخص پر غفلت پڑی ہو تو وہ شخص یا تو جسمانی طور پر یا روحانی طور پر مخالفوں کی بدعت سے متاثر ہوا ہو گا پھر اس پر واجب ہے، کہ علم حقیقت کے ذریعہ ان نجاستوں اور غفلتوں کو اپنے آپ سے دور کر دے۔

۱۔ ۲۔ فلسفیوں کی اصطلاح میں تشبیہ وہ عقیدہ ہے، جس میں خداوندِ تعالیٰ کو کبھی چیز کے مانند قرار دیا جاتا ہے، اور تعطیل وہ عقیدہ ہے، جس میں یہ سمجھا جاتا ہے، کہ تخلیق کے کام میں خداوندِ تعالیٰ کی کوئی مداخلت ہی نہیں، نہ مخلوق کے ساتھ اس کی ذات کا کوئی رابطہ ہے۔

(از، فرہنگِ امیرِ کبیر)

فصل (۲)

رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: 'لَا طَهَارَةَ إِلَّا بِنِيَّةٍ'، یعنی نیت کے بغیر طہارت جائز نہیں۔' تو نیت کی تادیل خاندانِ حق کی دوستی ہے، کیونکہ ان کی ولایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہے، اور کوئی بھی عمل ان کی ولایت کے بغیر مقبول ہونہیں سکتا، اور جو شخص طہارت کی نیت کرے، تو وہ اس میں بسم اللہ پڑھتا ہے اور بسم اللہ خدا کا نام ہے، اور خدا کا حقیقی نام تو امام زمان ہیں، نیز وصی اور رسول دونوں اپنے اپنے وقت میں خدا کا حقیقی نام ہیں، کیونکہ انہی کے ذریعہ کسی کو خدا کی پہچان ہو سکتی ہے، جس طرح چیزوں کی پہچان چیزوں کے ناموں ہی سے ہو سکتی ہے، اور طہارت کرتے وقت مومن کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے، (جس میں وہ سمجھتا ہے) کہ وہ خدا کے ولی کے ذریعہ خدا تک پہنچ سکتا ہے، تاکہ وہ اپنے آپ کو خدا کے ولی کے دشمنوں سے (بچا کر) خدا کے حضور میں پاک رکھ سکے۔

فصل (۳)

طہارت کا تعلق سات اعضا سے ہے، جن میں سے چار اعضا کی طہارت فریضہ ہے، جیسے: چہرہ دھونا، ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا، سر پر مسح کرنا اور پیروں پر ٹخنوں تک مسح کرنا، یہ چار فریضے ناطق کی مثال ہیں، کیونکہ ان کے چار مرتبے ہیں، نبوت و صابیت، امامت اور بابیت اور تین اعضا کی طہارت سنت ہے، جیسے: وضو کرنا، گلی کرنا اور ناک میں پانی لگانا، یہ تین سنتیں اساس کی مثال ہیں، کیونکہ ان کے تین مرتبے ہیں، وصابیت، امامت اور بابیت، مگر ان کو نبوت کا حصہ نہیں۔ طہارت کا آغاز سنتوں سے ہوا کرتا ہے، اس لئے کہ اساس ہی کے ذریعے ناطق کے بیان اور ان کی پہچان تک کسی کو رسائی ہو سکتی ہے۔ طہارت کی ترتیب یہ ہے، کہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے،

خواہ ہاتھ میلے ہوتے ہوں یا صاف رہے ہوں، بہر حال ان کو دھولینا چاہئے، دایاں ہاتھ ناطق کی دلیل ہے، اور بائیں ہاتھ اس کی دلیل ہے اور دونوں ہاتھوں کو دھولینے کی تاویل یہ ہے، کہ اگر مومن کو کسی ایسے طعنے کی وجہ سے، جو کسی مخالف نے دیا ہے، ناطق و اساس کے متعلق کوئی شک واقع ہوا ہو، اور اس نے اس پر (کسی حد تک، باور بھی کیا ہو، تو سمجھ لو کہ وہ ان کے حق سے (کسی حد تک) منکر ہوئے پھر اس کو چاہئے کہ اس سے باز آئے اور توبہ کرے (اور اگر اس نے توبہ نہ کر لی، تو روحانی طور پر یہی اس کا ہاتھ دھونا ہے، پس مومن کا وہ اعتقاد، جو ناطق اور اساس کے بارے میں تھا، خواہ بگڑا ہو یا نہ بگڑا ہو، مگر اس صورت میں اس کو توبہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جس طرح (ظاہری طہارت کی مثال ہے، کہ، اگر ہاتھ میلے ہوتے ہوں یا صاف رہے ہوں (بہر حال) ان کو دھولینا چاہئے، اور پانی کے برتن کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہئے۔

پانی کے برتن کو دائیں ہاتھ کی طرف رکھنا چاہئے، پانی کا برتن داعی کی مثال ہے، اور اُس میں جو پانی ہے، وہ داعی کے علم کی مثال ہے، دائیں ہاتھ ناطق کی مثال اور بائیں ہاتھ اساس کی مثال ہونے کے علاوہ) دوسری وجہ سے دائیں ہاتھ داعی کی مثال ہے، اور بائیں ہاتھ مستجیب کی مثال ہے، اور دھوتے وقت دونوں ہاتھوں کا ایک دوسرے سے پیٹ جانا، مستجیب فائدہ حاصل کرنے کے لئے داعی کے ساتھ مل جانے اور داعی فائدہ دینے کے لئے مستجیب کے ساتھ مل جانے کی مثال ہے، اور جس قدر بائیں ہاتھ دائیں ہاتھ کے اندر ملتا جاتا ہے، اُس قدر دائیں ہاتھ اس کو پاک کر دیتا ہے، اس کی تاویل یہ ہے، کہ مستجیب داعی سے جس قدر پوچھے تو داعی علم بیان کے ذریعہ اس کے نفس کو اس قدر پاک کر دیتا ہے۔ جب دونوں ہاتھ دھل کر پاک ہو جائیں تو دائیں ہاتھ پانی ڈالتا ہے اور بائیں ہاتھ وضو کی جگہ دھولیتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ داعی تعلیم دیتا ہے اور مستجیب یہ تعلیم حاصل کرتا ہے، اور اس علم کے ذریعہ وہ اپنی جان کو گناہ کی نجاست اور

نافرمانی کی آلائش سے دھویا کرتا ہے۔

ایک اور وجہ سے دائیں ہاتھ امام کی مثال ہے، اور بائیں ہاتھ حجت کی مثال ہے، اور پانی امام کے علم کی مثال ہے، اور حجت کو علم امام سے آتا ہے، جس طرح طہارت کے وقت بائیں ہاتھ کو پانی دائیں ہاتھ سے آتا رہتا ہے، اور حجت جو عہد مومن سے لیا کرتا ہے، وہی اُس مومن کی (روحانی) طہارت ہے، کیونکہ (اسی عہد کے ذریعہ) اس کی جان نافرمانی کی نجاست سے پاک ہو جاتی ہے۔

اگر بائیں ہاتھ میں کوئی درد ہے، تو دائیں ہاتھ سے طہارت کر لی جاتی ہے جس کی تاویل یہ ہے، کہ اگر امام نے کسی سبب سے حجت قائم نہیں کر دیا ہو تو وہ خود ہی عہد لیا کرتے ہیں۔

پاک ہو جانے کے لئے کوئی حد مقرر نہیں، کہ کس حد تک دھونا چاہئے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ یہ ظاہر نہیں، کہ مومن کے نفس کے لئے کتنا علم چاہئے، تاکہ وہ اس تشبیہ و تعطیل سے پاک ہو، جو خدا کے اولیاء کے دشمنوں نے رکھی ہے۔ جب وضو کر لیا جائے تو ہاتھوں کو دوبارہ دھولیا جاتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جب مومن علم حقیقت تک پہنچ جائے، تو اُسے اس کی قدر دانی کے لئے داعی کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، کہ اگر تیرا یہ علم نہ ہوتا، تو میں اسی اگلی گھڑی ہی میں رہ جاتا۔

اس کے بعد دائیں ہاتھ سے تین دفعہ یا ایک دفعہ منہ میں پانی لگایا جاتا ہے، اس کا اشارہ یہ ہے، کہ داعی یہ ظاہر کر دیتا ہے، کہ یہ علم، جو تُو نے مجھ سے سُننا، مجھ سے منسوب نہ کر، کیونکہ یہ علم مجھے حجت سے ملا ہے، اور حجت کو امام سے ملا ہے، کیونکہ تین دفعہ کلی کرنا، ان تینوں حضرات کی مثال ہے۔

منہ حجتِ جزیرہ کی مثال ہے، اس لئے کہ منہ جسمانی خوراک کا دروازہ ہے، اور حجتِ روحانی خوراک کا دروازہ ہے، اور امام کا علم لوگوں کو صاحبِ جزیرہ کے بغیر نہیں پہنچتا۔

مُنہ میں دانت ہوتے ہیں، اور وہ ان حدود کی مثال ہیں، جو صاحبِ جزیرہ (حُجَّت) کے تحت مقرر ہوتے ہیں، اور مسواک کرنا، حُجَّت کے اپنے داعیوں کو علم دینے کی مثال ہے، تاکہ وہ سب اس کی وجہ سے پاک اور نیک نام ہو جائیں، نیز جس طرح مسواک کرنے سے مُنہ صاف اور خوشبودار ہو جاتا ہے، اسی طرح حُجَّت اپنے داعیوں کی وجہ سے زیادہ پاک اور نیک نام ہو جاتا ہے۔

مُنہ میں زبان ہوتی ہے، یہ اُس داعی کی مثال ہے، جو حُجَّت کے حلقہ

خاص میں رہتا ہے۔

س کے بعد ناک میں پانی نکایا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ داعیِ مستعجب کے لئے یہ ظاہر کر دیتا ہے، کہ جب تُو نے علم حُجَّت سے سیکھ چکا تو اس کو حُجَّت کی نسبت نہ دے، اور ایسا گمان نہ کر کہ یہ علم حُجَّت کا ہے، بلکہ حُجَّت کے علم کو امام سے منسوب کر دے۔

ناک، امام کی مثال ہے، اور مُنہ حُجَّت کی مثال ہے، مُنہ اور ناک سے حُجَّت و امام کی مثال اس لئے دی گئی ہے، کہ حُجَّت اور امام نفوس میں وہی کام کرتے ہیں جو کام مُنہ اور ناک انسانی جسم میں کرتی ہیں، اس لئے کہ اگر مُنہ اور ناک بند ہو جائیں تو انسانی جسم بگڑ جاتا ہے، اسی طرح اگر حُجَّت اور امام کا علم خلائق کے نفوس سے روک لیا جائے، تو یہ سب نفوس مرجائیں گے، یعنی رُوحانی قسم کی موت ان پر واقع ہوگی، اور وہ ابدی بہشت میں نہ پہنچ سکیں گے۔

مُنہ سے بولا جاتا ہے، اور ناک سے نہیں بولا جاتا، مگر وہ کافی دُور سے بُوٹھوس کر لیتی ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ حجتِ داعیوں اور لوگوں کو بات کے ذریعہ علم دیا کرتا ہے، مگر امام (علیہ السلام) حُجَّت کو امر اور خیال کے ذریعہ علم دیتا رہتا ہے۔

لے : امر سے کلمات تاثر مراد ہے، جو علم و حکمت کے کلیدی اصولات ہیں۔

لے : خیال نورانی تصورات اور روحانی اشکال کو کہتے ہیں، امر و خیال کے ذریعہ کس طرح روحانی

ناک سے مُنہ تک راستہ جاتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ امام سے حُجّت تک پوشیدہ تائید کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔

خواہ انسان سویا ہوا ہو یا بیدار ہو، ناک برابر سانس لیتی رہتی ہے اور اس کو زندہ رکھتی ہے، اُس کا اشارہ یہ ہے کہ خواہ سارے لوگ حق سے آگاہ ہوں یا بے خبر ہوں، مگر امام (علیہ السلام) متواتر مسلسل اپنا کام کرتے رہتے ہیں، ہمیشہ لوگوں پر فیض برساتے ہیں اور ان کے نفوس کو زندہ رکھتے ہیں۔

مُنہ کا ایک ہی سُوراخ ہے، مگر ناک کے دو سُوراخ ہیں، یہ اس بات پر دلیل ہے، کہ امام کے لئے علم کا مادہ دو اصولوں سے ہے، یعنی ناطق اور اساس سے، اور حُجّت کے لئے علم کا مادہ امام سے ہے۔

ذکورہ تین اعضاء کو طہارت کے شروع میں دھو لینا سنت ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ یہ تینوں گماشتے (یعنی داعی، حُجّت اور امام، ان چار اَصُول کی طرف سے ہیں، جن کی مثال طہارت کے چار فرائض سے دی گئی ہے۔

پہلے ان تین سنتوں پر، پھر ان چار فرائض پر عمل کیا جاتا ہے، جس طرح تسمیہ میں پہلے "بِسْمِ" کے تین حروف، پھر "اللہ" کے چار حروف پڑھے جاتے ہیں، جس کے معنی یہ ہیں، کہ مومن کو سب سے پہلے داعی کے مرتبے کا اقرار کر لینا چاہئے، پھر حُجّت اور امام کے مرتبے کا، کیونکہ جب تک تم ان تینوں حدود کو نہ پہچانو، تب تک اُن چاروں اَصُول کو نہیں پہچان سکو گے، اور دنیا ان تینوں فرد سے ہرگز خالی نہ رہے گی۔

اس کے بعد مُنہ (چہرہ) دھو لیا جاتا ہے، اور چہرہ ناطق کی مثال ہے جس کی تاویل یہ ہے، کہ جس طرح لوگوں کو ان کے چہروں سے پہچان لیا جاتا ہے اسی

مجموعاتی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا تفصیلی بیان ایک چھوٹی سی کتاب "درختِ طوبی" میں آئے گا۔

طرح دین کو ناطق کے ذریعہ پہچان لیا جاتا ہے۔

چہرے کے سوا باقی سارے اعضاء کو چھپایا جاتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ناطق کے سوا باقی سب حدود، دین میں چھپے ہوئے ہیں۔

تمام اعضاء چہرے ہی سے پہچانے جاتے ہیں (یعنی جب کسی کے چہرے کے بغیر ہاتھ یا پاؤں، وغیرہ نظر آئے، تو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس کا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ تمام علوی اور سفلی (یعنی روحانی اور جسمانی) حدود کو ناطق ہی کے اشارے سے پہچانا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ دین کا چہرہ ہے۔

چہرہ چار حواس کا جامع ہے، جیسے: باصرہ (دیکھنے کی حس)، سامعہ (سننے کی حس)، شامہ (سُونگھنے کی حس)، اور ذائقہ (چکھنے کی حس)، اس کے معنی یہ ہیں، کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ناطق علیہ السلام کو چار بڑے مرتبے عطا ہوئے ہیں، چنانچہ باصرہ مرتبہ ناطق کی مثال ہے، کہ اگر سامنے سے کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تو باصرہ مشرق سے مغرب تک دیکھ سکتا ہے، اور سامعہ کو یہ مرتبہ حاصل نہیں، کیونکہ جس حد تک باصرہ دیکھ سکتا ہے اس حد تک سامعہ سن نہیں سکتا اور سامعہ اساس کے مرتبے کی مثال ہے کیونکہ جس حد تک سامعہ سن سکتا ہے اس حد تک شامہ سونگھ نہیں سکتا، اور شامہ امام کے مرتبے کی مثال ہے کیونکہ جس حد تک شامہ سونگھ سکتا ہے، اس حد تک ذائقہ چکھ نہیں سکتا، اور ذائقہ حجت کے مرتبے کی مثال ہے، کیونکہ جب تک تم کسی چیز کو منہ میں نہ ڈالو، تو اس کے ذائقے کو نہ سمجھو گے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ ناطق انسان اور امام کے لئے تائید حاصل ہے، جس کے ذریعہ وہ ان چیزوں تک پہنچ سکتے ہیں جو ہنوز راب تک، ان کے پاس نہیں پہنچی ہوں، اور حجت کو یہ تائید حاصل نہیں، نیز اس مطلب کی تاویل، کہ جب تک اشیائے خوردنی میں سے کوئی چیز منہ میں نہ ڈالی جائے تو اس کا مزہ معلوم نہیں ہوتا، یہ ہے کہ جب تک حجت کسی (قول و عمل کے) ظاہر کو نہ دیکھ پائے، تو وہ اس کی تاویل نہیں کر سکتا۔

ہاتھوں کو بازوؤں (کہنیوں) تک دھونا اساس کی مثال ہے، اس لئے کہ انسان

قوتِ بازُو سے کما کر چہر اپنے آپ پر خرچ کرتا ہے، اور بازُو ہی کی مدد سے جسم کو پاک کرتا ہے، جس کے معنی یہ ہوتے، کہ نفوسِ خلّاق کی تخلیق میں جو کچھ حکمت ہے، اس کا فائدہ اساس ہی کے ذریعہ مومنوں کے نفوس کو حاصل ہوتا ہے، اور مومنوں کی جانوں کی نجاست اساس ہی کے علم کے ذریعہ دُور ہو جاتی ہے۔

چہرہ ایک ہوتا ہے اور ہاتھ دو ہوتے ہیں جس کی تاویل یہ ہے، کہ ناطقِ ظاہر کی طرح علم ایک بار (ایک دفعہ) بتاتے ہیں اور اساس ظاہر اور اس کی تاویل دونوں بتاتے ہیں۔

پہلے مُنہ دھونا اور اس کے بعد بازُو دھونا فرض ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے ناطق کے ظاہر کے لئے اقرار کرنا اور اسے قبول کرنا چاہتے، اس کے بعد اس ظاہر سے اساس کی تاویل میں جانا چاہتے۔

چہرہ دھونے کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی، جس طرح ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کی حد مقرر کی گئی ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ ناطق نے حد و حد کو ظاہر نہیں کیا، اور ان کے بارے میں پوشیدہ طور پر بتایا، اور اساس نے ان کو ظاہر کر کے مشہور کر دیا۔

سر کی دماغی طاقت چہرے میں جاری ہے، اور یہ طاقت ان حواس کو پہنچتی رہتی ہے، جو چہرے میں ہیں، اگر یہ قوت نہ ہوتی تو یہ حواس ناکارہ ہو جاتے، جس کی حقیقت یہ ہے، کہ ناطقوں، اساسوں، اماموں، اور مجتہدوں کے لئے تائید ثانی، یعنی نفسِ کُل سے مسلسل جاری ہے (جو موجودات کے) سر کا درجہ رکھتا ہے۔

دھوئے جانے والے اعضا سے فارغ ہو جانے کے بعد سر پر مسح کیا جاوے جس کا اشارہ یہ ہے، کہ جب مومن جسمانی حد و حد تک پہنچے تو اس پر یہ واجب ہو جاتا ہے، کہ ان حد و حد کو نفسِ کُل کی نسبت دے، کیونکہ ان کا قیام نفسِ کُل پر ہے۔
سر تمام اعضا سے برتر ہے، اس کے معنی یہ ہیں، کہ نفسِ کُل جب مانی حد و حد سے برتر ہے۔

مسح کرنا ہستی کے اقرار کا اشارہ ہے، اور دھونا مسر با برادری اور تابعداری کا اشارہ ہے، مسح اس لئے ہے، کہ جو اعضا جسمانی حدود کی مثال سمھے، ان کو دھونے کے لئے فرمایا گیا، جس کے معنی یہ ہیں، کہ جسمانی حدود کی فرمانبرداری کرنی چاہئے، اور جو اعضا روحانی حدود کی مثال سمھے، ان پر مسح کرنے کے لئے فرمایا گیا، جس کے معنی یہ ہیں، کہ انسان کی یہ طاقت نہیں، کہ کسی روحانی تک پہنچ سکے، مگر اس کی ہستی کے اقرار کے ذریعہ۔

سر بالوں میں چھپا ہوا ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ نفسِ کُلّ پر دے میں ہے اور وہ بحقیقت پہچانا نہیں جاتا، مگر ان نظر کرنے والی چیزوں کی دلائل سے۔ اس کے بعد پیروں پر مسح کیا جاتا ہے، جو عقلِ کُلّ کی ہستی کے اقرار کا اشارہ ہے۔

سراور تمام اعضا کو پیروں نے اٹھا رکھا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ نفسِ کُلّ اور اس کے ماتحت حدود کا قیام عقلِ کُلّ پر ہے، نہ کہ اُن کی اپنی ذات پر۔ پاؤں دُدا اور سر ایک ہے، جس طرح ہاتھ دُدا اور چہرہ ایک ہوتا ہے، اور پیرل کا مسح ٹخنوں تک محدود ہے، جس طرح ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک محدود ہوتا ہے اور سر کے مسح کی کوئی حد نہیں ہوتی، جس طرح چہرہ دھونے کی کوئی حد نہیں ہوتی ہے، چہرہ اور سر ناطق اور نفسِ کُلّ کی مثالیں ہیں، جو ایک تو صاحبِ تنزیل اور دوسرا صاحبِ ترکیب (تخلیق) ہے، اور ترکیب و تنزیل ایک دوسرے کے مانند ہیں اور صاحبِ تنزیل کا قول رمز و مثال میں غیر محدود ہے، جس طرح چہرہ دھونا غیر محدود ہوتا ہے، مگر یہ قول عقلِ کُلّ کے نزدیک محدود ہے اور سر کا مسح غیر محدود ہے، اسی طرح ترکیبیں (تخلیقات) غیر محدود ہیں، اور پاؤں کا مسح محدود ہے (جس طرح رمز و مثال عقلِ کُلّ کے نزدیک محدود ہوتی ہے، مگر اپنے طور پر) رمز و مثال نامحدود ہے، اور ناطق و اساس کے لئے محدود اور معلوم کر مدی گئی ہے۔

ان سات اعضا کو دھونے اور ان پر مسح کرنے کے یہ معنی ہیں، کہ مومن

خدا نے تعالیٰ کو علم میں ان حدود سے برتر سمجھے، جن کی مثال ان اعضا سے دی گئی ہے اور وہ یہ کہے، کہ خدا نے تعالیٰ کے ساتھ اس علم میں ان کی کوئی شریکت نہیں، بلکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور قائم کئے گئے ہیں، تاکہ علم ہاتھوں ہاتھ گزار دیں اور مومنوں کی جان تک پہنچا دیا کریں۔

نیز، جو دھوئے جانے والے اعضا کو پہلے دھویا کرتے ہیں اور اُس کے بعد سر اور پاؤں کا مسح کرتے ہیں، اس میں ناطق کی طرف سے یہ اشارہ ہے کہ پہلے میرے مرتبے کا اور میرے اساس کے مرتبے کا اقرار کریں، اور اس کے بعد عقل کُل اور نفس کُل کے مرتبے کا اقرار کیا جائے۔

فصل (۴)

ہم بتا دیتے ہیں، کہ رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے عقل کُل اور نفس کُل سے صحیح معنوں میں واقف نہیں تھے، اس لئے آنحضرت نے ان کو محدود اور محسوس سمجھ لیا، پس اسی سبب سے آنحضرت اپنے سر اور پیروں کو ان اعضا ہی کی طرح دھویا کرتے تھے، جن سے جسمانی حدود کی مثال دی گئی ہے، جب ناطقیت کا مرتبہ ان کے لئے مکمل ہو چکا، اور روحانی معراج کے طور پر نفس کُل کے آسمان پر راجع ہوئے تو آنحضرت نے روحانی حدود کو جیسا کہ ان کے پہچاننے کا حق تھا پہچان لیا، اس کے بعد اہر طہارت کے موقع پر، سر اور پیروں پر مسح کیا، اور اس سے اُمت کے لئے یہ ظاہر کر دینا تھا، کہ یہ دو حدود محسوس نہیں ہیں، اس لئے صرف ان کی ہستی کا اقرار کر لینا چاہئے، پس ان کے وحی علیہ السلام نے اس اشارے کی حقیقت کو سمجھ لیا، اور رسول کی مُراد سے آگاہ ہوئے، اور انہوں نے (بھی) اپنے سر اور پاؤں پر مسح کیا، اور ان کے مخالفین، جن کو اس حالت کی خبر نہ تھی اگلی حالت پر ہی ٹھہرے رہے اور انہوں نے یہ رائے تو قیاس کیا، کہ اگر مسح جائز ہے، تو دھو لینا اس سے زیادہ مکمل اور زیادہ صفائی بخش ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّا نَحْمَدُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ اَللّٰهُمَّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نیز ہم بتا دیتے ہیں، کہ رسول علیہ السلام اپنی نبوت کے آغاز میں موزے (جراب وغیرہ) اور پگڑی کے ساتھ پاؤں اور سر پر مسح کر لیا کرتے تھے، جبکہ دو اصل (عقل کل اور نفس کل) کی تائید بزرگ یوں خیال (جبرائیل) ان کو نہیں پہنچی تھی، اور ان دو عظیم روحانی اصل کا حال ان سے پوشیدہ تھا، پس اس لئے آنحضرت نے جراب اور پگڑی پر ہی مسح کر لیا، اور اس سے یہ اشارہ فرمایا، کہ عقل کل اور نفس کل مجھ سے پوشیدہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت سے پردہ کھول دیا اور روحانیوں کا حال ان پر روشن کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

” لَقَدْ كُنْتُمْ فِي عَمَلِكُمْ قَوْمًا هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۲۳)“

آپ قبل اس واقعہ سے بے خبر تھے، اور ہم نے آپ پر سے آپ کا پردہ ہٹا دیا، تو آج آپ کی نگاہ بڑی تیز ہے۔ پھر اس کے بعد آنحضرت نے ننگے سر پر اور ننگے پیروں پر مسح کیا، اور ان کے وحی نے اس حقیقت حال کو سمجھ لیا، اور ان کی یہ اشارت قبول کرتے ہوئے انہوں نے بھی پگڑی اور جرابوں پر مسح کرنا ترک کر دیا، اور حقیقی شیعوں نے ان کی پیروی کی، اور حق کے مخالفین پر دے میں رہ گئے، اس لئے کہ یہ صورت حال ان سے پوشیدہ رہی، مگر رسول کے وحی کے لئے روشن ہوئی، آج وہ لوگ جو نہ تو عقل کل کو پہچانتے ہیں اور نہ نفس کل کو، لا علاج وہ جراب اور پگڑی ہی پر مسح کر رہے ہیں، یہ ان کی اپنی جہالت اور حق سے ناواقفیت کا اقرار ہے اور حقیقی شیعہ ننگے سر اور پاؤں پر مسح کر لیتے ہیں، جو اشارہ یہ کہتے ہیں، کہ حقیقت حال ہم سے پوشیدہ نہیں، وہ اسی وجہ سے جراب اور پگڑی پر مسح نہیں کرتے۔

فصل (۵)

جب کوئی شخص سویا ہوا ہو اور نماز کا وقت آئے، تو وہ شخص جو بیدار ہے،

کلام - ۱۶

جنابت گنہگار کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں، کہ جنابت سے نہانا جماع (کی ان صورتوں) میں واجب ہو جاتا ہے: پشت سے آب منی (اُچھلتے ہوتے) اُتر جانے سے، اگرچہ مکمل جماع واقع نہ ہوا ہو، دونوں ختنہ گاہوں کے آپس میں مل جانے سے (یعنی فرج میں حشفہ داخل ہو جانے سے)، اگرچہ انزال نہ ہو، اور احتلام سے۔

لفظ "جنابت" کے معنی دُور ہونے کے ہیں، کیونکہ عرب والے دُوری کو "مجانبت" کہتے ہیں، اور بیگانہ (یعنی دُور والے) کو "اجنبی" کہتے ہیں، اور حقیقت میں ان باتوں کی تبادلہ یہ ہے کہ دعوتِ حق کے سلسلے میں بات کرنے والا شخص علم کو حق کے مالک (یعنی امام زمان) سے منسوب کرتا ہے، اور اپنے آپ کو اس علم کے دُوری سے دُور کر دیتا ہے، جو بظاہر تو اسی نے بتایا ہے، اور اس کا اپنے آپ کو دھونا یہی ہے۔

جب انسان سے ایک ایسے پانی کے خارج ہو جانے پر اپنے آپ کو دھونا واجب ہوتا ہے، جس سے اس جیسا شخص پیدا ہو سکتا ہے، تو اس کی تاویل یہ ہے، کہ جب انسان کی زبان سے ایسی بات نکلتی ہو، کہ جس سے روحانی تولید ہو سکتی ہے، اور لوگوں کے دل میں یہ بات نقش ہو جاتی ہے

جس طرح نطفے سے جسمانی اور ظاہری قسم کی تولید ہوا کرتی ہے، تو اس شخص پر واجب ہوتا ہے، کہ اپنے آپ کو اُس علمی بات کے دعویٰ سے دُور کر دے اور اس بات کو سات اماموں سے منسوب کرے، پس اس کا رُوحانی طور پر اپنے آپ کو دھونا ہی ہے، جس طرح جسمانی مجامعت کے بعد اپنے آپ کو دھویا جاتا ہے، اور پانی کے ذریعہ سات اعضا یعنی سارے جسم کو پاک و صاف کیا جاتا ہے۔

حلال جماع کرنے والا اس شخص کی مثال ہے جو صاحبِ زبان کی اجازت سے دینی و علمی بات کرتا ہے، اور حرام جماع کرنے والا اس شخص کی مثال ہے، جو اس اجازت کے بغیر دینی بات کرتا ہے، اور جس کو احتلام ہوتا ہے، وہ اس شخص کی مثال ہے، جو بلا ارادہ تادیل کی کوئی بات کر دیتا ہے، اس کے بعد وہ چونکتا ہے، کہ وہ تادیل کی بات تھی، تو اس پر ایسی بات کی وجہ سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا، لیکن ایسی علمی بات کو بھی امام سے منسوب کرنا چاہئے، جس طرح خواب میں جماع کرنے والے کو بھی نہانا ضروری ہے، چنانچہ رُوحانی مجامعت میں (یعنی دعوتِ حق میں) علمی بات کرنے والا مرد کی طرح ہے، اور اس بات کو قبول کرنے والا عورت کی طرح ہے، اور دونوں پر جسمانی و رُوحانی جنابت میں نہانا واجب ہوتا ہے، اس کی تاویل یہ ہے، کہ رُوحانی مجامعت میں دونوں کو چاہئے، کہ اس کبھی ہوتی اور سُنی ہوئی علمی بات کو امام سے منسوب کریں، جس طرح جسمانی مجامعت میں مرد اور عورت نہایا کرتے ہیں، اور جماع کے بغیر انزال ہونے کی تاویل وہ بات ہے، جو کہی جاتی ہے، مگر سننے والے کو اس سے کوئی حقیقت نہیں کھلتی، اور ان تمام وجوہ سے رُوحانی طور پر نہانا واجب ہوتا ہے، اور حقیقی مومن وہ ہے، جو جسمانی اور رُوحانی جنابت میں نہانا اپنے آپ پر واجب سمجھتا ہے۔

کلام - ۱۷

مٹھی سے تیمم کرنے کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں، کہ تیمم وہ طہارت ہے جو مجبوری کی حالت میں مٹی سے کی جاتی ہے، اور یہ دو اشخاص کے لئے جائز ہے، اُس بیمار کے لئے جائز ہے، جس کو پانی کے غسل سے جسمانی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہو، اور اُس مسافر کے لئے جائز ہے، جس کو پانی نہیں ملتا ہو، پس اگر یہ دو اشخاص تیمم کریں تو روا ہے، اور بیمار کی تادیل وہ کمزور مستجیب ہے جس کو کوئی بااجازت شخص نہیں ملتا، تاکہ یہ اس سے دینی تعلیم حاصل کرتا، تو اس کے لئے جائز ہے، کہ ان مومنوں سے علمی فائدہ حاصل کرے جو مطلق یعنی دعوت کرنے کے لئے آزاد نہیں ہوتے ہیں، اور اسی طرح اُس مسافر کی تادیل، جو اپنے لوگوں اور گھر سے جدا ہوا ہے، وہ شخص ہے، جو اپنے داعی اور جت سے جدا ہوا ہے، تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ کسی پاکیزہ اعتقاد والے مومن سے علمی فائدہ حاصل کرتا رہے، یہاں تک کہ اس کو کوئی ایسا شخص مل جاتے جس کو تعلیم دینے کی اجازت حاصل ہے، پھر اس کو جائز نہیں کہ فرمان یافتہ شخص کے سوا کسی اور سے دینی تعلیم حاصل کرے، چنانچہ جب پانی مل جاتا ہے تو اس وقت مٹی سے تیمم نہیں کیا جاتا۔

پانی امام کے علم کی مثال ہے، اور مٹی حجت کے علم کی مثال ہے، جبکہ امام کا علم حاضر نہ ہو، نیز پانی حجت کے علم کی مثال ہے، اور مٹی داعی کے علم کی مثال ہے جبکہ

جُخت حاضر نہ ہو، اسی طرح اس مثال کی واقعیت یہاں تک آتی ہے، کہ جب ماذون حاضر ہو، تو اس کے علم کی مثال پانی ہوگا، اور نامطلق مومن کے علم کی مثال مٹی ہوگی، کیونکہ مٹی ہی پانی کے ساتھ مل سکتی ہے، اور علم کی مثال پانی سے دی گئی ہے، اس لئے کہ علم کے ساتھ مومن کے سوا اور کوئی شخص مل نہیں سکتا، پس مومن کی مثال مٹی ہے، کیا تو نہیں دیکھتا، کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (١٦٤)“

قیامت کے روز کافر کہے گا، کہ کاش میں خاک ہو جاتا، اس کی تادیل یہ ہے، کہ کافر خواہش کرے گا کہ کاش وہ اس روز اپنے آپ کو مومن پاتا، اور جو کوئی جُخت کے بیان تک نہ پہنچ سکے، تو اس کا نفس بیمار ہے، پھر اس کے لئے جائز ہے کہ داعی سے علم حاصل کرتا رہے۔

چنانچہ تیمم یہ ہے کہ جس کو پانی نہ ملے، تو وہ پاک مٹی کے پاس جاتا ہے، اور دونوں ہتھیلیوں کو صرف ایک ہی دفعہ مٹی پر مارتا ہے، پھر ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مار کر، جھاڑ دیتا ہے، تاکہ ان سے مٹی گر جائے، اس کے بعد انگلیوں کے سروں کو اپنے چہرے پر بھوڑوں سے ٹھوڑی تک ایک بار مل کر گزار دیتا ہے، اور اس کے بعد بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی سیدھی طرف کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھ کر انگلیوں کو ابتدائی گانٹھوں سے انگلیوں کے سروں تک ایک بار ملتا ہے، پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی سیدھی طرف کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھ کر انگلیوں کی ابتدائی گانٹھوں سے انگلیوں کے سروں تک ایک بار ملتا ہے، بس یہی اس کا مکمل تیمم ہے، جس کی تادیل یہ ہے کہ تیمم کرنے والے کا مٹی کے پاس جانا، اس بیمار کمزور مومن دعو اپنے صاحبِ دعوت سے جدا اور نارسا ہوا ہے، کے ایک پاکیزہ اور نامطلق مومن دعو کے پاس فائدہ حاصل کرنے کے لئے جانے کی مثال ہے، اور تیمم کرتے وقت

لہ: تیمم کا یہی طریقہ کتاب ”دعائم الاسلام“ اردو جلد اول ص ۲۰ پر ملاحظہ ہو۔

اس شخص کا دونوں ہتھیلیوں کو ایک دفعہ مٹی پر مارنا، امام اور حجت پر اس مومن کے اقرار کی دلیل ہے، اور ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ دینا، اس مومن نامطلق کے بائے میں اس ضعیف مومن کے اعتقاد نہ کرنے کی مثال ہے، جس سے فائدہ حاصل کرتا ہے کہ یہ علم جو میں سن رہا تھا، اس کا اپنا نہیں بلکہ اس فائدہ دینے والے نامطلق مومن کا یہ مرتبہ امام اور حجت کی طرف سے ہے، کیونکہ دعوت حق میں وہی حضرات مطلق ہیں، ہر چند کہ آج یہ شخص علمی فائدہ اسی نامطلق مومن سے حاصل کرتا ہے۔

تیمم کرنے والے کے دونوں ہاتھوں کی آٹھ انگلیاں اپنے منہ پر اوپر سے نیچے کی طرف ملنا، امام کے ان چوبیس حدود پر ضعیف مومن کا اقرار کرنا ہے، جو دن رات کے چوبیس گھنٹوں کی مثال ہیں، کیونکہ ہر ہاتھ میں (انگوٹھے کے بغیر) چار انگلیوں کی بارہ پوریاں ہوتی ہیں، جن کا مجموعہ چوبیس ہوتا ہے، اور چہرہ جس میں سات سو راخ ہیں (جیسے ڈو آنکھ، ڈو کان، ڈو نچھتے اور ایک منہ، سات صاحبان شریعت کی مثال ہے، اور اگرچہ مومن علمی طور پر کمزور ہے، تو پھر بھی ان سات حدود کو پہچاننے اور ان پر اقرار کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

مسح کرنا اقرار کرنے کی مثال ہے، اور دھونا نافرمان برداری کی مثال ہے ہاتھ اور منہ دونوں جو طہارت میں دھوئے جاتے تھے، وہ تیمم میں مسح کئے گئے، اور دو مسح ساقط ہو گئے، یعنی سر اور پاؤں کا مسح، اس کی تاویل یہ ہے، کہ کمزور مستحب صاحبان تاویل کی بلا واسطہ فرمان برداری نہیں کر سکتا ہے، جس طرح حجت اور داعی پر صرف امام، اساس اور ناطق کی فرمان برداری اول و ثانی (عقل کل و نفس کل، کی ہستی کے متعلق اقرار واجب ہوتا ہے، (اسی طرح، کمزور مستحب پر صاحبان تاویل کے متعلق صرف اقرار ہی واجب ہے، بلا واسطہ فرمان برداری واجب نہیں، اور دونوں ہاتھوں کو ایک ہی دفعہ مٹی پر مارنا، اس کمزور مومن کے لئے علمی فائدے کی وہی مقدار کافی ہونے کی دلیل ہے، جو دین کے ابتدائی مرتبے سے اس کو حاصل ہوتی ہے، اور وہ مرتبہ حد مومن ہے، اور کسی دوسرے درجہ کی طرف نہ جانے کی دلیل ہے، جیسے داعی وغیرہ۔

یہی تیمم طہارت بھی ہے، اور غسل جنابت بھی، جس کی تاویل یہ ہے، کہ علمی کمزوریوں کو پاک کرنے کے لئے صرف پاک نامطلق مومنوں ہی کا قول کافی ہوتا ہے اور گندری مٹی سے تیمم کرنا جائز نہیں، اس کے معنی ہیں کہ کمزور مومن کے لئے یہ شایان نہیں کہ وہ کسی ایسے مومن سے دینی باتیں سنا کرے، جو خدا کے اولیاء پر اعتقاد کرنے میں پاک نہ ہو۔

والسلام



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ کَرِیْمٌ عَلِیْمٌ
اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ
اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ

کلام - ۱۸

اذان کی تاویل کے بارے میں جس کے دہرے کلمات ہیں

اذان اس دہرائی کے بغیر جائز نہیں، اس لئے کہ یہ ناطق کی دعوت کی مثال ہے، جن کی قوتیں دہری ہیں؛ ایک قوت ظاہر، دوسری قوت باطن اور ایک قوت تنزیل، دوسری قوت تاویل، اور جو شخص اقامت اکبری یعنی ایک بار کہے، تو یہ اساس کی مرتبت کی مثال ہے، کیونکہ ان کی قوت تو صرف تاویل ہی کی ہے اور جو شخص اقامت کو بھی دہری کہتا ہے تو وہ یہ ظاہر کر دیتا ہے، کہ اساس تاویل کے کام جاننے کے ساتھ ساتھ ظاہر کو بھی اپناتے ہیں اور باطن کو بھی، اور مؤذن ناطق کی مثال ہے اور مؤذن کی جگہ مینار پر ہونا، مرتبہ ناطق کی بلندی کی مثال ہے، اور مسجد بیت لاسلام کے مکان کی مثال ہے، جو خدا کا حرم خانہ ہے، چنانچہ جو کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو وہ اس جہان میں بے خوف ہو جاتا ہے، اور جب وہ اسلام کی حقیقت سمجھتا ہے، تو اس جہان میں بھی نڈر ہو جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

” اَوْلَٰئِكَ نُمَكِّنُ لَهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (۲۸) ”

کیا ہم نے انہیں حرم میں امن کی جگہ نہیں دی ہے؟ یعنی ہم نے مسلمانوں کو امن کی جگہ بنائی ہے، تاکہ جو کوئی مسلمان ہو جائے تو وہ مارے جانے اور فروخت

ہونے سے بچ سکے، اور اذان چھ دفعہ "اللَّهُ أَكْبَرُ" ہے، چار دفعہ آغاز میں اور دو دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر اس کے ختم ہونے سے پہلے، اور وہ بارہ کلمے ہوتے ہیں، کیونکہ چھ کلمے "اللَّهُ" کے ہیں اور چھ کلمے "أكبر" کے ہیں، اور چھ دوسرے کلمے ہیں، جن میں سے ہر ایک دو دو دفعہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ چار دفعہ "اللَّهُ أَكْبَرُ" کے بعد یہ کلمات ہیں: اَشْهَدُ
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اَشْهَدُ
 أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
 اللَّهِ، اَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَوَلِيُّ اللَّهِ، اَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَوَلِيُّ
 اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى
 الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ،
 حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

اسی طرح آخری کلمے کے سوا باقی سب کلمات دو دو دفعہ کہے جاتے ہیں، پس ان چھ کلموں کو مجموعاً بارہ دفعہ پڑھتے ہیں، جو چھ اماموں پر دلیل ہیں، کہ ان میں سے ہر ایک امام کا ایک باب ہے، جو دین میں ان کے بعد ان کا جانشین ہوا ہے، اور ان میں سے ہر ایک امام خدا کے فرمان گزار تھے وقت یکتا تھے، اور جو باب حق کے ساتھ امام کا جانشین ہوا، تو وہ ان کا حقیقی پیرو تھا، جس طرح یہ پچھلے چھ کلمات ان اگلے چھ کلمات کے پیچھے چلتے ہیں، اور ان کی پیروی کرتے ہیں (جس سے وہ اگلے کلمات ہی کی طرح ہو جاتے ہیں)، اور وہ چھ بارہ "اللَّهُ أَكْبَرُ" جس کو طاق میں نہیں کہتے ہیں، بلکہ جفت جفت میں کہتے ہیں، بارہ صاحبانِ برائے

۱۔ اصل ہذا یعنی وجہ دین مطبوعہ کاویانی میں "مُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ خَيْرٌ الْبَشَرِ" کا اضافہ ہے، مگر کلمات اذان کی مذکورہ گنتی اور اس کی تاویل سے ظاہر ہے، کہ یہ کلمہ کسی نسخہ نے از خود داخل کر دیا ہے۔

مُجْتَمَعوں کی دلیل ہے، جن کو امام زمان کے بغیر اپنے آپ پر کوئی قیام نہیں، جبکہ وہ بیک وقت ظاہر و باطن کو برپا کرتے ہیں۔

قبلہ قائم القیامت علیہ افضل الصلوات والسلام کی دلیل ہے، اور جب مُؤذِن اذان دینے لگتا ہے تو آغاز میں وہ قبلہ کی طرف مُنہ کر لیتا ہے، یعنی ناطق نے یہ ظاہر کیا کہ میری دعوت خلیقِ خُدا کے لئے قائم القیامت کی طرف ہے اور جب مُؤذِن ”حی علی الصلوٰۃ“ پر آئے تو دائیں ہاتھ کی طرف مُنہ کر لیتا ہے، اور جب ”حی علی الفلاح“ پر آئے تو بائیں ہاتھ کی طرف مُنہ کر لیتا ہے، دائیں ہاتھ ناطق کی مثال اور بائیں ہاتھ اساس کی مثال ہے نیز دائیں ہاتھ امام کی مثال اور بائیں ہاتھ مُجْتَمَع کی مثال ہے۔

جب مُؤذِن دائیں ہاتھ کی طرف مُنہ کر کے ”حی علی الصلوٰۃ“ کہتا ہے تو وہ یہ دکھاتا ہے کہ نماز ظاہر قائم کرتے ہوئے ناطق اور امام کے لئے قبول کرو، کہ وہ ظاہر کے مالک ہیں، اور جب وہ بائیں ہاتھ کی طرف مُنہ کر کے ”حی علی الفلاح“ کہتا ہے، تو وہ یہ بتاتا ہے کہ علم حقیقت حاصل کرتے ہوئے اساس اور مُجْتَمَع کے لئے قبول کرو، کہ یہ باطن کے مالک ہیں، تاکہ تم اس جہان میں دوزخِ نادانی سے اور اُس جہان میں دائمی آگ کے عذاب سے بچ جاؤ، اور جائز نہیں کہ مُؤذِن اذان کے درمیان بات کرے یا بے طہارت اذان دے، نیز روا نہیں کہ وہ اقامت کے درمیان بات کرے یا بے طہارت اقامت کہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ مومن کے لئے یہ روا نہیں، کہ وہ اہل ظاہر کے درمیان اپنے آپ کو ان کے برابر ظاہر کرے، یا صاحبِ جزیرہ کے فرمان کے بغیر کسی اہل ظاہر پر کسر کرے (یعنی اس کے عقیدے کی تردید کرے، نیز مومن کے لئے یہ بھی جائز نہیں، کہ وہ کسی دوسرے مومن کو ایک درجے سے دوسرے درجے پر بلند کر دینے کے لئے اس پر کسر کرے، بغیر اس کے کہ اُس کو اُس صاحبِ جزیرہ سے کوئی حکم ملا ہو۔

اذان و اقامت نہیں کہتے ہیں، مگر اُن پنج نمازوں میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ”مُؤَقَّت و مَحْتُوب“ فرمایا ہے، یعنی تحریر کے ذریعہ وقت مُعین کیا گیا، یعنی کسی

اور کے لئے فریادِ داری کرنا جائز نہیں، مگر ناطقوں اور اساسوں کے لئے اور کسی دوسرے کے لئے دعوت کرنا درست نہیں مگر انہیں کے لئے، کیونکہ ناطق کی دلیل اذان اور اساس کی دلیل اقامت ہے، اور ہر زمانہ میں امام ناطق کے قائم مقام ہیں، اور حجت اساس کا قائم مقام ہے، جب ناطق اور اساس یا ان کے قائم مقام ہمیشہ موجود ہیں تو اذان اور اقامت بھی موجود ہیں، اذان و اقامت مذکورہ پنج نمازوں کے سوا مناسب نہیں، اور نمازِ عیدین کے لئے اذان اور اقامت نہیں کیونکہ یہ دونوں عید میں اساس اور قائم القیامت کی مثالیں ہیں جس کی تاویل یہ ہے کہ اساس لوگوں کو تقلید کے بندھن سے رہا کر دیں گے تاکہ ان کے اس بیان کے بعد لوگ پھر گزشتہ پیغمبروں کے ادیان میں چلے نہ جائیں، جیسے کہ صاحبِ قیامت اُمت کو دعوتِ ظاہر اور دعوتِ باطن سے رد کریں گے، اس لئے کہ وہ ظاہر ہوتے وقت دعوت نہیں کریں گے۔

جب اذان دی جائے تو لوگ ایک ایک ہو کر مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں اور اقامت سے پیشتر ہر شخص (نفل وغیرہ کی) نماز انفرادی طور پر پڑھا کرتا ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ لوگ بکھرے ہوئے ادیان سے ناطق علیہ السلام کی دعوت کی طرف آجائیں گے، اور جو شخص ہر چند کہ ناطق کے لئے قبول کرتا ہے، جب تک اساس کے لئے قبول نہ کرے، تو وہ اپنی خواہش ہی کا پیروںے گا، چنانچہ اقامت سے پہلے ہر شخص اپنے طور پر طرح طرح کی نماز پڑھا کرتا ہے، اور وہ ان مخالفوں کی عبادت کی مثال ہے، جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔

اقامت وصی علیہ السلام کی دعوت پر دلیل کرتی ہے، جو شریعت کی تاویل کی طرف ہوتی ہے، اور اقامت میں وہی مطلب دہرایا جاتا ہے جو کچھ اذان میں کہتے ہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ وصی کی دعوت بھی اُسی حقیقت کی طرف ہوا کرتی ہے جس کی طرف ناطق کی دعوت ہوتی تھی، اور اذان بلندی پر دی جاتی ہے، مگر اقامت پستی پر پڑھی جاتی ہے، یعنی وصی کا ترسہ (بظاہر) اس بلندی پر نہیں جہاں پر

ناطق کا متر ہے، اور اقامت میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" کے الفاظ بڑھادیے
 ہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ خدا کا دین اور اس کی اطاعت ٹھیک طرح سے قائم
 ہوئی، کیونکہ (ناطق اور وصی) دونوں کی یہ دعوتیں قبول کی گئیں، عمل کو علم کے ساتھ
 ملا دیا گیا، مومنوں کے درمیان سے اختلاف اُٹھ گیا، اور خدا کی اطاعت میں سب
 کے سب یک زبان ہوئے، چنانچہ آپ کو معلوم ہے، کہ اقامت کہنے کے بعد نماز
 فریضہ پڑھا کرتے ہیں، سب ٹھیک طرح سے صفوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں، (جُدا
 جُدا عبادت کرنے کا) اختلاف ان کے درمیان سے دُور ہو جاتا ہے، اور جو
 کچھ ہمیش نماز کرتا ہے، وہی سب کرتے ہیں، تاکہ ظاہر و باطن دونوں برابر ہوں، جیسا کہ
 تن جان کے ساتھ (یعنی نماز جو دعوت کا ظاہر ہے، اور دعوت جو نماز کا باطن ہے،
 ایک دوسرے کی مثال و مشول ہوں)، چنانچہ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، قولہ
 تعالیٰ:-

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَنْتُمْ عَلَيْنَا نِعْمَتِي
 وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا“ (۱۰۰)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت
 پوری کر دی اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا اور یہ آیت اس وقت نازل
 ہوئی جبکہ ناطق نے اپنے وصی کو مقرر فرمایا، اور مسلمانوں نے عہد و پیمانہ کر لیا، کہ وہ
 اُن کی تابعداری کریں گے۔

کلام ۱۹۔

کتاب الصلوٰۃ (نماز) کی تاویل کے بارے میں اور وہ چند فصلیں ہیں

پہلی فصل: نماز کے بارے میں

نمازیں مجموعاً تین وجوہ سے ہیں، جو فریضہ، سنت اور تطوع کہلاتی ہیں، تطوع کو نافلہ بھی کہتے ہیں، اور نماز کی تاویل دعوت ہے (یعنی نماز کے حقیقی معنی دعوت کے ہیں، ان نمازوں میں سے نماز فریضہ مُتمم (امام) پر دلیل ہے، جن کو پہچان لینا لوگوں کے لئے از حد ضروری ہے، نماز سنت مجتہد پر دلیل ہے، جس کو مُتمم نے مقرر فرمایا ہے، اور نماز تطوع جناح یعنی داعی پر دلیل ہے، جو مومن کی تابعداری کے لئے اولین حد ہے، اور تطوع کو نافلہ بھی کہا جاتا ہے، جس کا مطلب بیٹے کا بیٹا ہوتا ہے، جو ما دون پر دلیل ہے، کہ وہ داعی کا قائم مقام ہوا کرتا ہے، جس طرح داعی اپنے باپ یعنی مجتہد کا جانشین ہو جاتا ہے، اور ان تین

لے: مُتمم سے یہاں امام زمان مُراد ہیں، نیز مُتمم کا مطلب ہے ہر ساتواں امام، جو چھوٹے دور کو تمام کر دیتے ہیں، یعنی چھ ائمہ کے بعد جو ساتواں امام ہوتے ہیں، وہ مُتمم کہلاتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہفتہ دین کا سینچر ہیں، جن پر ہفتہ دین تمام ہو جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ بِمَا یَعْلَمُونَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ بِمَا یَعْلَمُونَ

درجوں میں جو نو قسم کی نمازیں ہیں وہ سات ائمہ برحق، ناطق اور اساس کی دلیلیں ہیں۔
 تیز یہ نو نمازیں ان نو محدود کی دلیلیں ہیں، چنانچہ نمازِ فریضہ امام کی دلیل
 ہے، سنتِ حجت کی دلیل ہے، نافلہ داعی کی دلیل ہے، نمازِ جمعہ ناطق کی دلیل
 ہے، نمازِ عید الفطر اساس کی دلیل ہے، نمازِ عیدِ اضلی قائم قیامت عیدِ افضل التَّجِبَّة
 والسلام کی دلیل ہے، نمازِ جنازہ مستحب کے ایک درجے سے دوسرے درجے
 میں بڑھ جانے کی دلیل ہے، طلبِ بارش کی نمازِ خلیفہ قائم کی دلیل ہے، جس کی
 بردلتِ علی قحط سے چھٹکارا مل جاتا ہے، جس طرح بارش کے ذریعہ جسمی قحط سے رہائی مل
 جاتی ہے، اور نمازِ کسوف (جو سورج گرہن یا چاند گرہن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے،
 ایک ایسے وقت کی دعوت پر دلیل ہے، جس میں امام ستور ہوتا ہے۔

(ان نو نمازوں کے) بعد نمازِ خوف بھی فرض ہے، لیکن جب دشمن کے خوف
 ہر اس سے نماز پڑھی جاتی ہے، تو وہ حالتِ امن کی نماز سے مختلف ہوتی ہے اس لئے
 کہ نمازِ خوف ایک رکعت ہے، نمازِ مسافر دو رکعت ہے، اور نمازِ حاضر بلوری
 (چار رکعت) ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جب مومن اہل ظاہر کے درمیان ہو، اور
 ان سے ڈر جائے، تو وہ ظاہر کو صرف ایک ہی پہلو سے قائم کرتا ہے، اور امام کی
 فرمانبرداری اہل ظاہر کی طرح ظاہر میں کرتا ہے (یہ مختصر تاویل نمازِ خوف کی ہوئی اب
 نمازِ مسافر کی کچھ تاویل سنئے، کہ، مسافر اس مومن کی مثال ہے، جو ظاہر سے کچھ آگے
 بڑھا ہے اور حصولِ باطن کے لئے اُس نے ابھی شروع کیا ہے، تو ایسے مومن
 کے لئے چاہئے، کہ ناطق اور اساس کو پہچانے، کیونکہ ان کی مثال نماز کی وہ پہلی
 دو رکعتیں ہیں (جن کو مسافر پڑھ لیتا ہے) اور اس مسافر پر ان دوسری دو رکعتوں کا

۱: خلیفہ قائم کا اشارہ ایک ایسے شخص کی طرف ہے، جو زمین پر یا کسی نئے سیارے
 پر حضرت قائم کا جانشین ہوگا، جس سے پھر وہی سلسلہ نبوت و امامت جاری
 رہے گا۔

پڑھنا واجب نہیں جو عقل کُل اور نفس کُل کی مثال ہیں، اس لئے کہ مذکورہ مومن نے ابھی روحانی حدود (عقل کُل اور نفس کُل) کی معرفت حاصل نہیں کی ہے یہ مختصر تاویل نمازِ مسافر کی ہوئی، اب نمازِ حاضر کے بارے میں سنئے کہ جو شخص (مسافر نہ ہو) حاضر ہو تو وہ اُس مخلص مومن کی مثال ہے، جو دعوتِ حق یعنی رُوحانی تعلیم میں ہے، جس نے مذکورہ رُوحانی اور جسمانی چاروں حدود کی معرفت حاصل کر لی ہے، اور وہ ان میں سے دو رُوحانی حدود کے لئے تو اقرار کرتا ہے اور دو جسمانی حدود کی فرما برداری کرتا ہے، یہ نمازِ حاضر کی چار رکعتوں کی تاویل ہوئی۔

فصل (۲): ————— نماز کی حدود کے بارے میں

رسولِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-
 " إِنَّ لِلصَّلَاةِ حُدُودًا كَحُدُودِ الدَّارِ قَمَنْ عَرَفَهَا
 وَادَّاهَا عَلَى حَقِّهَا وَشَرَطَهَا فَقَدْ قَضَيْهَا وَالْأ
 نَقَضَهَا -

یقیناً نماز کی حدود (حد بندیاں) ہیں، جس طرح گھر کی حدود ہو کرتی ہیں، پس جس شخص نے ان حدود کو پہچان لیا، اور نماز اس کے حق اور شرط پر ادا کر لی، تو اس نے نماز پوری طرح سے ادا کر لی، ورنہ نماز توڑ دی۔"

پس، ہم بیان کریں گے، کہ نماز کی وہ حد بندیاں سات ائمہ ادرسات نطقاء کی تعداد کی برابر سات ہیں، ان میں سے چار تو فریضے ہیں، جن کے بغیر نماز مکمل ہو نہیں سکتی اور تین سُنتیں ہیں، جن کے بغیر نماز روا نہیں، پس ان چار فراتقص میں سے دو خدا تے تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور وہ وقت اور قبلہ ہیں، وقت نفس کُل پر دلیل ہے، جس نے زمانہ پیدا کیا ہے، اور قبلہ عقل کُل پر دلیل ہے کیونکہ مخلوقات کے لئے انتہا تو وہی ہے، اور ان چار فراتقص میں سے دو بندے کی طرف سے ہیں، وہ نیت اور طہارت ہیں، نیت ناطق پر دلیل ہے اور طہارت اساس پر دلیل ہے،

الطبی صنفہا المذیقا تو افعم و جہ اللہ

اور نماز ہو نہیں سکتی، مگر اپنے اس ظاہر و باطن کے ساتھ جس کو ناطق اور اساس نے عقل کُل و نفس کُل کی تائید سے مقرر کر دیا ہے، یعنی ناطق نے نماز کے ظاہر کو نفس کُل کی قوت سے مقرر کر دیا، اور اساس نے نماز کے باطن (تاویل) کو عقل کُل کی تائید سے بیان میں لایا، اور وہ تین سُنْتیں اذان، اقامت اور جماعت ہیں، اذان مُتِم (امام) پر دلیل ہے، جو لوگوں کو ظاہر کی طرف دعوت کرتا ہے، اقامت نُجَّت پر دلیل ہے، جو باطن کو قائم رکھتا ہے، اور جماعت داعی پر دلیل ہے، کہ مومنوں کا جمع ہونا اُسی کے ذریعے سے ہے، مگر بیمار اور مُسافر کے لئے یہ تین سُنْتیں لازمی نہیں، اور ان کی نماز ان سُنْتوں کے بغیر روا ہے۔

فصل (۳۱) : نماز کے فرائض کے بارے میں

جاننا چاہئے، کہ سات اماموں کی مثال پر نماز کی سات چیزیں فرض ہیں: (۱) شروع کی بجزیر فرض ہے، اور وہ مومن سے عہد لینے کی دلیل ہے چنانچہ جب بجزیر پڑھی جائے، تو پھر بات نہیں کرنی چاہئے، اور نماز پڑھنی چاہئے، اسی طرح جب مومن سے عہد لیا جائے، تو پھر اسے دین کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہئے، جب تک اس کو آزادی نہیں دی جاتی (۲) سیدھا کھڑا ہونا فرض ہے، جو دعوت کے عہد پر مومن کے قائم رہنے کی دلیل ہے (۳) فاتحہ اور دُوسرا کوئی سورہ پڑھنا فرض ہے، جس کی تاویل داعی کی تقریر ہے، جو قوم کے لئے کی جاتی ہے (۴) رکوع فرض ہے جس کی تاویل ہے بڑے دور میں اس کو پہچاننا اور چھوٹے

لے: بڑے دور کے نُطقاً سات ہیں، چھوٹے دور کے اُئمہ بھی سات ہیں، حد و دین بھی سات ہیں، اور نماز کی حد و دین بھی سات ہیں، چنانچہ حد و دین اور نماز کی حد و دین کی مطابقت یہ ہوئی، عقل کُل، نفس کُل، ناطق، اساس، امام، نُجَّت، داعی

قبلہ، وقت، نیت، طہارت، اذان، اقامت، جماعت

دور میں حُجّت کو پہچاننا (۵) سجدہ کرنا فرض ہے، جس کا اشارہ ہے، بڑے دور میں ناطق کو پہچاننا اور چھوٹے دور میں امام کو پہچاننا (۶) تشہّد کے لئے بیٹھ جانا فرض ہے، جو داعی کو پہچاننے کی دلیل ہے (۷) سلام پھیرنا فرض ہے، اور وہ مثال ہے مومن کو اجازت ملنے کی دینی باتیں کرنے کے لئے، چنانچہ جب نماز پڑھی جائے اور سلام پھیرا جائے، تو نمازی جو چاہے بات کر سکتا ہے۔

جب نمازی نماز پڑھ لیتا ہے، اور ان سات فرائض کو بجالاتا ہے، تو اُس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے، جس کی تاویل یہ ہے کہ جب مستحب نے ان حدود کی معرفت حاصل کر لی، تو وہ ماذونی کے درجے پر پہنچا اور (دعوت کی) اجازت دی جانے کے قابل ہوا۔

نماز کے سات فرائض	سات ائمہ	تاویل
تکبیرِ اوّل	امامِ اوّل	مومن سے عہد لینا
سیدھا کھڑا ہونا	امامِ دوم	دعوت پر مومن کا قائم رہنا
فاتحہ اور سورہ پڑھنا	امامِ سوم	قوم کے لئے داعی کی تقریر
رکوع کرنا	امامِ چہارم	اساس اور حُجّت کی پہچان
سجدہ کرنا	امامِ پنجم	ناطق اور امام کی معرفت
تشہّد کیلئے بیٹھ جانا	امامِ ششم	داعی کی شناخت
سلام پھیرنا	امامِ ہفتم	مومن کو دینی باتوں کیلئے اجازت بلنا

فصل (۴) : نماز کی سنتوں کے بارے میں

جاننا چاہیے، کہ نماز میں بارہ چیزیں سنت ہیں، اور ان کو نماز کے آداب کہا جاتا ہے (۱) سر جھکائے رکھنا سنت ہے، اور یہ اپنے داعی کے سامنے مستحب

کے تکبر نہ کرنے کی دلیل ہے (۲) سجدے کی جگہ پر نظر جمانا سنت ہے، جس کا اشارہ ہے، اپنے داعی کے فرمان کے واسطے مستحب کا انتظار کرنا (۳)، دائیں بائیں طرف نہ دیکھنا سنت ہے، جس کی تاویل ہے دینی دشمنوں اور منافقوں کی طرف مستحب کا نہ دیکھنا (۴)، نماز میں نہ ہنسانا سنت ہے اگرچہ ہنسی تھوڑی سی ہو، جس کی تاویل ہے مستحب کا کوئی دینی بیان نہ کرنا، جب تک وہ مستحب کی حد میں ہے، کیونکہ جب نمازی ہنستے، تو اس کے دانت نظر آتے ہیں، جو بات کرنے کی مثال ہوتی ہے (۵) نماز میں انگلیوں کو نہ چٹھانا سنت ہے، اور وہ دعوت کے حدود کو طعنہ نہ دینے کی دلیل ہے، کیونکہ انگلیاں حدود کی مثال ہیں (۶)، ڈاڑھی کے ساتھ نہ کھیلنا سنت ہے، اور وہ روحانی مجاہدت نہ کرنے کی دلیل ہے (یعنی دینی تعلیم نہ دینے کی)، جب تک اجازت نہ مل جائے (۷)، تشہد میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے سروں کو قبلے کی طرف رکھنا سنت ہے، جو تمام حدود امام کی طرف رخ کر کے ہنسنے کی مثال ہے (۸) پیروں کو ایک جگہ پر رکھنا سنت ہے جو حجت اور داعی کے درمیان جدائی نہ رکھنے کی مثال ہے، چونکہ دونوں پاؤں ان کی دلیل ہیں، اور مومن کے نفس کا قیام انہی پر ہے، جس طرح جسم کا قیام پاؤں پر ہوا کرتا ہے (۹)، صف میں اپنے ساتھی کے پہلو پر پہلو ہو کر قریب رہنا سنت ہے، تاکہ ان کے درمیان شیطان گھس آنے کی جگہ نہ پائی جاسکے، جس کی تاویل ہے، مومنوں کی باہمی موافقت اور ان کا ایک دل ہونا، تاکہ دشمن کو ان کے بیچ میں گھس آنے کی گنجائش ہی نہ ہو (۱۰) التیحات کے موقع پر بائیں پاؤں پر بیٹھ جانا سنت ہے، جس کا اشارہ ہے، داعی کے قول پر مستحب کا قائم رہنا، کیونکہ بائیں پاؤں داعی کی مثال ہے (۱۱) حالت رکوع میں انگلیاں کھول کر گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے، جس کا اشارہ نمازی کے ذریعہ یہ کیا گیا ہے، کہ اساس (کے مرکز) سے حدود دین (روحانی طور پر، جزیروں میں) جاکر پھیل گئے، کیونکہ رکوع اساس کی حد ہے اور اس کی تاویل یہ بھی ہے، کہ حجت کی جانب سے تمام داعی دعوت کے سلسلے میں پھیل گئے، کیونکہ چھوٹے

سے سر اٹھاتا ہے، تو سیدھا ہو کر بیٹھتا ہے (جس سے وہ گویا یہ کہہ رہا ہے کہ خُدا نے تعالیٰ نے مجھے مٹی کے پست درجے سے اُٹھا کر انسان بنایا، نیز وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب اساس نے رناطق کی دعوت کے بعد، مجھے پھر دعوت کی، تب میں نے ان کو پہچان کر رناطق کو صحیح معنوں میں پہچان لیا، جب وہ دوسری دفعہ سجدہ کرتا ہے تو یہ ظاہر کرتا ہے، کہ میں جسم کے اعتبار سے طبعی (جسمانی) زندگی کے بعد جسمانی موت کی صورت میں مٹی میں واپس جاؤں گا، نیز وہ یہ ظاہر کرتا ہے، کہ جب اساس نے مجھے رناطق کے عظیم مرتبے سے شناسا کر دیا، تو میں نے (صحیح معنوں میں) رناطق کی فرمانبرداری کے لئے رجوع کیا، جب آخری دفعہ سجدے سے سر اٹھاتا ہے، تو وہ یہ ظاہر کرتا ہے، کہ جسمانی موت کے بعد مجھے حی اُٹھنا ہے، نیز یہ ظاہر کرتا ہے، کہ جب میں نے رناطق کو معرفتِ حق سے پہچان لیا، تو میں فنا ہونے سے بچ گیا، اور ہمیشہ کے لئے زندہ رہا۔

فصل (۶۱): نماز کے اوقات کے بارے میں

(اب) میں یہ بیان کروں گا، کہ ہر نماز کے لئے تین اوقات مقرر ہیں (یعنی ہر نماز کے لئے جتنا وقت رکھا گیا ہے، وہ تین حصوں میں پایا جاتا ہے، مقررہ مدت کا ابتدائی وقت، درمیانی وقت اور آخری وقت، پس ابتدائی وقت کی تاویل رناطق میں، درمیانی وقت کی تاویل اساس میں، اور آخری وقت کی تاویل قائم قیامت علیہ افضل التیقۃ والسلام میں، پس جس شخص سے یہ آخری وقت (نماز پڑھے بغیر) گزر جاتے تو پھر اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے یعنی جو شخص امام ہنتم کے ظہور تک حق کو حاصل نہ کر سکے، تو اس کو دین نہ ملے گا، اور دوسری وجہ سے ابتدائی وقت کی تاویل اعمیٰ ہے، جو مومن کے لئے ابتدائی حد ہے، درمیانی وقت کی تاویل حجت ہے اور آخری وقت کی تاویل امام ہیں۔

فصل (۷): — نمازوں کو ملا کر پڑھنے کے بارے میں

جو شخص (سفر پر نہ ہو) حاضر ہو تو وہ ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھا کرتا ہے، مگر مسافر نمازِ پیشین (ظہر) کو نمازِ دیگر (عصر) کے ساتھ ملا دیتا ہے، اور نمازِ شام (مغرب) کو نمازِ نختن (عشاء) کے ساتھ ملا دیتا ہے، چنانچہ حاضر روحانی دعوت والے کی مثال ہے، جو مومنوں کو حد و حد کے مراتب بیان کر دیتا ہے، اور مومن ہر ایک حد کی مرتبت کو پہچان لیتا ہے، جس طرح کوئی شخص اپنے اپنے اوقات ہی پر نمازیں پڑھا کرتا ہے، اور مسافر اس شخص کی مثال ہے، جو ظاہریت ہی پر ہے، جو (ذہنی طور پر) ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں گشت لگاتا ہے، مسافر کی طرح، جو ایک منزل سے دوسری منزل میں چلا جاتا ہے، ایسے شخص کو منزلتِ ناطق اور منزلتِ اساس ایک ساتھ بتا دیتے ہیں، جب دو نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں، تو اس میں ایک ہی اذان دیتے ہیں، مگر اقامتیں دو پڑھتے ہیں، ایک اذان کا مطلب ناطق کی دعوت ہے، کیونکہ اذان کی تاویل یہی ہے، اور دو اقامتوں کی تاویل ہے، اساس کی دعوت اور قائم القیامت (کی قربت) اور اساس کی دعوت تو ظہورِ قائم سے پیشتر کسی کو مفید ہو سکتی ہے۔

جاننا چاہئے، کہ نماز کی بنیاد ان دو چیزوں پر ہے، ایک تو اذان ہے، جو ناطق کی دعوت کی مثال ہے، دوسری اقامت ہے، جو اساس کی دعوت کی تاویل ہے، یعنی دعوتِ ناطق کی ہے، اسی لئے اساس کی دعوت بھی انہی کی طرف ہے، جب نمازِ پیشین کے وقت کا آخری حصہ گزر جائے اور نمازِ دیگر کے وقت کا پہلا حصہ آئے تو دونوں نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں جس کی تاویل یہ ہے، کہ جو شخص پوری طرح سے ناطق کی شریعت میں داخل ہو چکا ہو تب اس پر باطن کے بارے میں کسر کی جاسکتی ہے (یعنی سوال کے ذریعہ شریعت کے باطنی پہلو کی اہمیت ظاہر کی جاسکتی ہے) تاکہ یہ واجب ہو کہ وہ شخص پہلے تو ناطق کی شریعت کو اپنائے اور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ
 الْقُرْآنَ عَلَیْهِ الْوَعْدَ الْوَعْدَ
 الْحَقِیْقَیْ

اس کے بعد اس کی دعوت (تاویل) کو قبول کرے، جس کی مثال نمازِ پیشین کو نمازِ دیگر کے ساتھ ملا دینے سے دی گئی ہے، اور اس نماز کو نمازِ دیگر اس لئے کہتے ہیں، کہ اس کے بعد دوسری (دیگر) نماز یعنی نافلہ نہیں پڑھی جاتی ہے، کیونکہ اساس کی دعوت کے بعد کسی اور کی دعوت نہیں اور جب نمازِ شام کے وقت کا آخری حصہ گزر جاتے اور نمازِ نغتن کے وقت کا پہلا حصہ آئے تو نمازِ شام کو نمازِ نغتن کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ نمازِ شام نفسِ کل کی مثال ہے، اور نمازِ نغتن امام کی مثال ہے، چنانچہ اگر کسی شخص کو اساس کی دعوت جو انہوں نے نفسِ کل کی تائید سے کی تھی معلوم نہ ہو، اور اس نے صرف امام زمان کی دعوت قبول کر لی ہو، تو اس پر یہ اقرار کرنا واجب ہے، کہ امام زمان کو اساس کی وساطت سے نفسِ کل کی تائید حاصل ہے، جس کی مثال نمازِ شام کو نمازِ نغتن کے ساتھ ملا دینے سے دی گئی ہے، اور جو شخص کو دو نمازیں ملانا پڑیں، تو وہ ان دونوں نمازوں کے درمیان ستر تیس پڑھتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ جو شخص ناطق، اساس، امام اور جنت کی حدود کو پہچان لیتا ہو تو اس نے گویا دعوتِ ظاہر اور دعوتِ باطن کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی ہے، پس وہ ان دعوتوں کے ظاہر و باطن کے درمیان ستر تیس کے ذریعہ فرق و امتیاز کرتا ہے، یعنی وہ ان دونوں دعوتوں کو سات ائمہ برحق کے بیان کے ذریعہ جدا جدا پہچان سکتا ہے (کیونکہ ستر کے سات عقد ہوتے ہیں)۔

جس شخص کے لئے ایسی کوئی نماز کا وقت گزر جاتے، اور دوسری نماز کا وقت آئے تو وہ پہلے پیش آمدہ نماز پڑھ لیتا ہے، اس کے بعد نمازِ قضا پڑھتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جو شخص حدودِ دین میں سے ایک حد کو نہ پہچانے اور اس کے بعد کے حدود کو پہچانے، تو اس پر واجب ہے، اس گزشتہ حد کے لئے اقرار کرنا، اور اپنے زمانے والے حد کی فرمانبرداری کرنا، اور جمعہ کے روز حضورِ دونوں حالتوں میں نمازِ پیشین کو نمازِ دیگر کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے، سفر کی تاویل ہے ظاہرِ حضر کی تاویل ہے باطن، روزِ جمعہ دلیل ہے حد

ہفتم کی، نمازِ پیشین دلیل ہے ناطق کی اور نمازِ دیگر دلیل ہے اساک کی، اس کے یہ معنی ہوتے، کہ اساک کا مرتبہ حدِ ہفتم یعنی قائم ظاہر ہوتے وقت اہل ظاہر و باطن کے لئے نمایان ہوگا، جس طرح ناطق کا مرتبہ قائم کے ظہور سے پہلے ہی اہل ظاہر و باطن پر پوری طرح سے نمایان ہو چکا ہے، اور یہ حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے، کہ فرمایا، " وَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقْتُ صَلَاةِ الظُّهْرِ = جمعہ کے روز نمازِ دیگر کا وقت ہی نمازِ پیشین کا وقت ہے " یعنی اساک کا مرتبہ قائم کے پیدا ہوتے وقت ظاہر ہوگا۔

فصل (۸)۔ اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ دینے کے بارے میں

رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سے روایت کی گئی ہے، جو مؤذن بلالؓ سے فرمایا،
 "اجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَاقَامَتِكَ نَفْسًا لِيَفْرَخَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْهُ مِنْ وُضُوئِهِ
 وَالْاَكْلِ مِنْ اَكْلِهِ وَذُو الْحَاجَةِ مِنْ حَاجَتِهِ - تو اپنی اذان اور اقامت
 کے درمیان ذرا ٹھہر لیا کر، تاکہ طہارت لینے والا طہارت سے، کھانے والا کھانے
 سے اور حاجت والا حاجت سے فارغ ہو جائے " جس کی تاویل یہ ہے، کہ
 داعی کو مستحب پر رخصت بائیں ظاہر کرنے کے لئے جلدی نہیں کرنی چاہئے،
 تاکہ وہ تیار ہو کر (روحانی) حرم میں داخل ہو جائے، علم کا پانی پی لے اور اپنے نفس
 کو علم کے ذریعہ پاک کرے۔

فصل (۹)؛ فرقہ امامیہ کا قصر کرنا جو کہتے ہیں کہ مسافر کو نماز میں قصر
 (کمی) نہیں کرنا چاہئے، مگر جب وہ حج یا جہاد کے راستے میں ہو
 حج کرنے والا امام ڈھونڈھنے والے کی مثال ہے، اور جہاد کرنے والا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَشْكُرَهُ لَوْلَا كَلِمَاتُكَ لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

داعی کی مثال ہے، کیونکہ دعوت میں وہی جدوجہد کرتا ہے اہل ظاہر کے خلاف (علمی) جنگ کرتا رہتا ہے، اور روحانی طور پر لوگوں کو خدا، رسول، وصی، امام اور حجت کی طرف بلاتا ہے۔ چنانچہ حج یا جہاد کے، مسافر پر صرف بارہ رکعتوں میں قصر کرنا واجب ہوتا ہے، نہ کہ تمام نمازوں میں، یہ قصر نماز پیشین، نماز دیگر اور نمازِ خفتن میں ہوا کرتا ہے، جن میں مجموعی طور پر بارہ رکعتیں ہیں جو بارہ جُختوں کی دلیل ہیں، جن میں سے چھ جُختوں کے لئے مردانہ منزلت ہے اور چھ کے لئے زنانہ منزلت ہے اور مرد کی حدِ عورت کی حد سے برتر ہے، پس داعی پر، جو روحانی، مجاہد ہے، یہ واجب ہوا کہ وہ ان چھ زنانہ حدود کو مومنوں پر ظاہر نہ کرے جن کی مثال ان بارہ رکعت نمازوں میں سے چھ رکعت چھوڑ دینے سے دی گئی ہے، جن کا ذکر کیا گیا۔

نیز نمازِ پیشین، نمازِ دیگر اور نمازِ خفتن، تینوں میں قصر کرنے اور صبح و شام کی نمازوں میں قصر نہ کرنے کے بارے میں ہم بیان کرتے ہیں، کہ نمازِ صبح عقلِ کُل پر دلیل ہے، اور نمازِ شام نفسِ کُل پر دلیل ہے ان دونوں روحانی حدوں میں کوئی تقصیر و کمی واقع نہیں ہوتی ہے وہ اس سے برتر ہیں، کہ ان پر کوئی آزمائش و تکلیف آئے اور ان کی قوت کا سلسلہ لوگوں سے ٹوٹ جائے، مگر ناطق، اساس اور امام اس تکلیف و آزمائش کے گھر (دُنیا) میں آئے ہوتے ہیں، لہذا ان کے کام میں (کبھی کبھی) کوئی کمی واقع ہو جاتی ہے، اور یہی حضرات ہیں، جو ایسے موقع پر لوگوں سے دعوتِ رد کی رکھتے ہیں، اور مذکورہ تین نمازیں ان تینوں جسمانی حدود پر دلیل ہیں، اور ان نمازوں میں قصر کرنا، ان حدود کی دعوت ہنگامی طور پر رک جانے کی دلیل ہے۔

نیز ہم یہ بتا دیں گے، کہ صبح و شام کی نماز میں پانچ رکعت ہیں اور ان دونوں نمازوں میں قصر نہیں کیا جاتا، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جو دو حدِ اول و ثانی یعنی عقلِ کُل اور نفسِ کُل کے نام سے، ہیں، وہ کمی و کوتاہی نہیں کرتے ہیں، اور پانچ حدود یعنی ناطق، اساس، امام، باب اور حجت کو تائید بھیجنے سے وہ

عاجز نہیں ہوتے، اور ان پر ان پانچ حُرد کا حال پوشیدہ نہیں، مگر بحالتِ سفر قصر ان تینوں نمازوں میں کیا جاتا ہے، جن میں مجموعاً بارہ رکعتیں ہیں، سفر دلیل ہے، ان تینوں حُرد سے تاخیر رکنے پر، جن کی مثال مذکورہ تین نمازیں ہیں، اور ایسے موقع پر ان بارہ حُجبتوں کو مادہ دینے میں ان سے کمی واقع ہوتی ہے، جن پر یہ بارہ رکعتیں دلیل ہیں، نمازِ قصر میں جو حالتِ سفر نہ ہو، کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، (یعنی اس میں قصر نہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ یہ تینوں جسمانی حُرد یعنی ناطق، اساس اور مُتمم امام) جبکہ تاخیر ان کو مسلسل مل رہی ہو، جس کی مثال نمازِ قصر سے دی گئی ہے، بارہ جسزائر کے بارہ حُجبتوں کو (نورانی) مادہ بھیجنے میں کوئی کمی نہیں کرتے ہیں۔

فصل (۱۰): _____ بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں

ہم بیان کر میں گے، کہ بیٹھ کر نماز وہ شخص پڑھتا ہے، جس میں کھڑا ہونے کی قوت نہیں، یا وہ شخص جس کا امام یعنی پیش نماز کچھ بیمار ہو، جس سے وہ کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتا، اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے (تو یہ صورت یعنی بیٹھ کر نماز پڑھانا، اس شخص پر دلیل ہے، جو اپنی ذاتی کمزوری کی وجہ سے اس عالم میں دعوت قائم نہیں کر سکتا، پس اس پر واجب ہے، کہ پوشیدہ طور پر دعوت کرے، چنانچہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھتا ہے۔

حکایت

روایت کی گئی ہے، کہ ایک دفعہ رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تھے اور ان کے دائیں پہلو کو صدمہ پہنچا تھا، اصحاب نے آنحضرت کے حضور میں آکر مزاج پرسی کی اور انہوں نے عرض کیا، کہ نماز کا دقت ہو چکا ہے، تو رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے، تاکہ ان کو نماز پڑھائیں، اور اصحاب ان کے پیچھے کھڑے

ہو گئے، رسول علیہ السلام نے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اصحاب بیٹھ گئے، جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: ”قوم کا پیش نماز اس لئے ہوتا ہے، کہ وہ ان کے لئے پیشوا ہو جائے اور وہ (نمازیں) جب تکبیر کہتا ہے، تو وہ لوگ بھی تکبیر کہتے ہیں، جب وہ پڑھتا ہے، تو وہ سُنتے ہیں، جب وہ سَمِعَ اللّٰهِ لِمَنْ حَمِدَہ کہتا ہے تو وہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے ہیں، جب وہ سلام پھیر دیتا ہے، تو وہ بھی سلام پھیر دیتے ہیں، اور جب ہمیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کی قوم بھی بیٹھ کر ہی پڑھتی ہے۔“

اس قول کی تاویل یہ ہے کہ جب ہمیش نماز تکبیر کہے، یعنی جب وہ حقیقی امام، خدا کو بزرگ سمجھے، تو ان کی قوم بھی اسی طرح اس کو بزرگ سمجھے، اور جو فرمایا کہ جب ہمیش نماز پڑھتا ہے، تو وہ سُنتے ہیں، اس سے آنحضرت کی مراد یہ ہے، کہ جب امام دین کے بارے میں کوئی بیان فرماتا ہے، تو ان کی قوم والے اُن کی پیروی کرتے ہیں، اور اُن کے ساتھ بحث نہیں کرتے، اور جو فرمایا، کہ جب ہمیش نماز سَمِعَ اللّٰهِ لِمَنْ حَمِدَہ کہتا ہے، تو اس کی قوم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتی ہے، اس سے آنحضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں، کہ جب امام کسی مومن کو حکمت سُنتے ہیں، تاکہ جس سے وہ اپنی موجودہ مرتبت سے برتر ہو جائے، تو اس کے لئے وہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہے، یعنی امام سے کہتا ہے، کہ الحمد آپ کی ہے، یعنی خداوند کی پانچ تائیدیں آپ کو حاصل ہیں، جس سے عقل، نکل، نفس نکل، جذب، فتح اور خیال کی تائید مراد ہے، اور جو فرمایا، کہ جب ہمیش نماز سلام پھیرتا ہے، تو اس کی جماعت بھی سلام پھیرتی ہے، جس سے آنحضرت کی مراد یہ ہے، کہ جب امام بموجب فرمان الہی اپنا مقام اپنے جانشین کے حوالے کر دیتے ہیں، تو تمام اہل دعوت کے لئے چاہئے، کہ ان کے اس فرمان کے لئے قبول اور تسلیم کریں، اور جو فرمایا، کہ جب ہمیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، تو اس کی قوم بھی بیٹھ کر ہی پڑھتی ہے، جس سے حضور یہ فرمانا چاہتے ہیں، کہ جب امام تفسیر کے طور پر

فرزند ہیں، بہشت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، اس سے رسول کی مُراد دعوتِ حق تھی، جس میں حکمت کے پھولوں سے لدے ہوئے درخت اور حقیقت کے ہنکتے ہوئے پھول موجود ہیں۔



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

اللہ! ہر علم و فن کی ابتدا اللہ سے ہے اور اللہ ہی ہے جو ہر علم و فن کو برواق و عرش قرار دیتا ہے۔

کلام - ۲۔

اُن تاویلات کے بارے میں جو پنج وقتی نماز، اس کی رکعتوں کی تعداد اور اس کے اوقات میں ہیں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر دیتے ہیں، کہ نماز پڑھنا، توحیدِ خدا کی طرف دعوت کرنے اور خدا کے ادیبار کے ساتھ مل جانے پر دلیل ہے، چنانچہ نماز صحیح دلیل ہے اول پر، اور اس کے پڑھنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے، جس میں دن کی روشنی نظر آنے لگتی ہے، اس سے ناطق علیہ السلام نے یہ ظاہر کر دیا، کہ سب سے پہلا نور، جو امِ باری سبحانہ سے پیدا ہوا وہ اول تھا، جس کو قلم احد عقل کہتے ہیں۔

نمازِ صبح چار رکعتوں پر مشتمل ہے، جن میں دو سنت رکعتیں فریضہ سے پہلے آتی ہیں، اور وہ ناطق و اساس پر دلیل ہیں، کہ پہلے تو انہی کو پہچان لینا چاہیے، تاکہ ان کی رہنمائی سے اول و ثانی (عقل و نفس) کو پہچان لیا جاسکے، اور یہ نماز فریضہ و سنت کی چار رکعتوں پر مبنی ہے، یہ اس بات پر دلیل ہے، کہ اصولِ دین چار ہیں، ان میں سے دو روحانی ہیں، جیسے اول و ثانی اور دو جسمانی ہیں، جیسے ناطق و اساس، اور وہ سنت والی دو رکعتیں بھی وہی مرتبت رکھتی ہیں، جو دو فریضہ رکعتوں کی ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ عالمِ جسمانی میں ناطق اور اساس کا بھی وہی مرتبہ ہے، جو

مرتبہ عالم روحانی میں اول و ثانی کا ہے۔

سُنّت کی پہلی رکعت ناطق پر دلیل ہے، کیونکہ اس میں تین چیزیں پڑھی جاتی ہیں، خدا کی حمد و ثنا، الحمد اور سورہ، جس کی تاویل یہ ہے، کہ ناطق کی رُوح کے تین مراتب ہیں، جیسے نبوت، وصایت اور امامت، چنانچہ حمد و ثنا پڑھنا مرتبہ ناطق پر دلیل ہے، الحمد پڑھنا مرتبہ اساس پر دلیل ہے، اور سورہ پڑھنا مرتبہ امام پر دلیل ہے، سُنّت کی دوسری رکعت میں ثنا نہیں، مگر الحمد اور سورہ ہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ اساس مرتبہ نبوت نہیں رکھتے، مگر ان کے دوسرے مرتبے ہیں، ایک مرتبہ وصایت ہے، اور دوسرا مرتبہ امامت، سُنّت کے بعد فرض کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، جن کے درمیان بٹیکھنا نہیں، یہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ عقل کُل اور باری سبحانہ کے درمیان کوئی واسطہ اور وسیلہ نہیں، نمازِ صبح کے فِریضہ کی پہلی رکعت باری تعالیٰ کی وحدت پر دلیل ہے، جس سے تمام ہستیوں کی بنیاد (یعنی عقل کُل) کو ہستی ملی، اور وہ خود (یعنی وحدت) ہست نہیں تھی، اور ہستیاں تو اسی سے پیدا ہوئیں، یہی وجہ ہے، کہ پہلی رکعت میں حمد و ثنا، الحمد اور سورہ، تین چیزیں پڑھتے ہیں، دوسری رکعت عقل کُل پر دلیل ہے، اور اس میں الحمد اور سورہ ہے، مگر حمد و ثنا نہیں، جس کے معنی یہ ہیں، کہ عقل کُل کی ہستی اپنے آپ سے نہیں بلکہ باری سبحانہ و تعالیٰ کی وحدت سے ہے، اور تمام موجودات کے وجود کی علت (سبب) وہی (عقل کُل) ہے اور عقل کے تحت چار مراتب ہیں، جو دو مقامات پر عقل سے تائید حاصل کرتے ہیں، یہ چار مراتب نفس کُل، ناطق، اساس، اور قائم قیامت علیہ السلام ہیں، ان دو مقامات میں سے ایک تو ترکیب و تالیف کا مقام ہے، جو نفس کُل اور ناطق کے لئے ہے اور دوسرا تاویل و تائید کا مقام ہے، جو اساس اور قائم علیہ السلام کے لئے ہے۔ نمازِ صبح کی تاویل میں بندے کی طرف سے خدا نے تعالیٰ کا شکر ہے، کہ اس نے عقل کُل کے ابداع (یعنی مادی ذرائع کے بغیر ایجاد کر کے اس کو اپنے اور خلق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ بنایا، اور اس کے نور سے لوگوں کو حصّہ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

پوری طرح سے قبول کرنے والیں تین ہستیاں ہیں، جیسے جد، فتح اور خیال، جو نفسِ کُل کے تحت ہیں۔

نمازِ پیشین اور نمازِ دیگر ان دو مذکورہ نمازوں کے درمیان ہیں، مگر نمازِ نخستین ان سے جدا ہے، اور یہ دلیل ہے، ناطق اور اساس کے ایک وقت میں ہونے کی، اور امام زمان ان کے عصر گزار جانے کے بعد ہونے کی۔

نمازِ شام کی پہلی رکعت ناطق پر دلیل ہے، جس میں خدا کی ثنا، الحمد اور سورہ ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ ناطق کی جان کو تین رُو وحانی حدود سے حصہ مل رہا ہے، وہ حدود جد، فتح اور خیال ہیں۔

نمازِ شام کے فریضہ کی دوسری رکعت اساس پر دلیل ہے، جس میں حمد و ثنا کے بغیر الحمد اور سورہ ہیں، چنانچہ اساس کو مرتبہ جد سے کوئی حصہ نہیں اور اس کی جان کو دوسرا تب سے حصہ ملتا ہے، یعنی نورِ فتح اور نورِ خیال سے۔

ان دو رکعتوں کے بعد بیٹھا ہے، اور یہ ظاہر و باطن کے دو حد یعنی ناطق و اساس پر دعوت کے قرار پانے (مکمل ہونے) کی دلیل ہے۔

تیسری رکعت کا صرف ایک ہی مرتبہ ہے، یعنی اس میں صرف الحمد ہے اور یہ امام پر دلیل ہے، کہ اس کی جان کو نورِ خیال ہی کے ایک مرتبے سے بہرہ مل رہا ہے، اور نمازِ شام تین رکعت ہے، دو رکعت اُسچی آواز سے پڑھنی چاہئے اور ایک رکعت پست آواز سے پڑھنی چاہئے، جس سے ناطق نے یہ ظاہر کر دیا، کہ میں نے اپنا مرتبہ ظاہر کر دیا، اور اساس کے مرتبے کے لئے وصیت کی، مگر امام کے مرتبے کو ظاہر نہیں کیا، بلکہ اس کو دین کے دشمنوں سے پوشیدہ رکھا۔

نمازِ شام کے فریضے کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ نفسِ کُل نے اپنے تحت کے چھ ناطقوں کو تائید بھیجی، تاکہ یہ حضرات اس کے نور کو لوگوں تک پہنچادیں، یہ چھ ناطق آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ علیہم السلام ہیں۔

نمازِ شام کا وقت سُورج کا نزوب ہو چکنا، آسمان پر سُرخ شفق کا ہونا اور ستاروں کا ظاہر ہونا ہے، جس کی تادیل یہ ہے کہ جب ناطق (محمد علیہ السلام) نے اپنا دُور ختم کر لیا، اور عقل کُل کی تائید، جو دین کا سُورج ہے، ڈوب گئی تو نفس کُل کی تائید جس کی مثال ستاروں کی روشنی ہے، اس اس کے ذریعہ جزائر کے داعیوں (لاحقوں) کی زبان سے لوگوں کے لئے ظاہر ہوگی۔

نمازِ شام بندے کی طرف سے خدا سے تقالی کا شکر ہے، کہ اس نے نفس کُل کے نُور سے لوگوں کو حصہ دیا، اور لوگوں کے لئے وہ نُور ”روحِ ناطقہ“ ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعہ بات چیت کر سکیں، اور ہر اس چیز کے لئے کوئی نام اور کچھ صفتیں عبارت کریں، جو خود بخود ان کو نظر آتی ہے (یعنی اشیائے ظاہر کو ایک دُور سے تعبیر دیں)، پس نمازِ شام کا قبلہ نفس کُل ہوا، تاکہ لوگ خدا کا شکر کریں، کہ اس نے نفس کُل پیدا کر کے اس کو اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ ٹھہرایا، اور اس سے لوگوں کو نُور پہنچا دیا، جس کی بددلت لوگ بولنے والے ہوتے اور اسی بولنے کی بددلت حیوانات سے ممتاز ہوتے۔

نمازِ پیشین ناطق پر دلیل ہے، اور اس کو پیشین اس لئے کہتے ہیں کہ ناطق ہی وہ پہلا شخص تھے جنہوں نے عالمِ بالا سے نُور حاصل کر لیا، نیز وہ دینِ یس لوگوں کے لئے اس جہان کی طرف پیشرو تھے، اور یہ نماز بھی سب سے پہلی نماز تھی، جو آنحضرت علیہ السلام نے پڑھی، اور پڑھنے کے لئے فرمایا، نیز آنحضرت علیہ السلام نے خدا کی توحید کی طرف (سب سے پہلے اسی نماز کے ذریعہ عملی) دعوت کی تھی۔

اس نماز کو عربی میں ظہر کہتے ہیں، اس معنی میں کہ ناطق کی دعوت ظاہر میں ہوا کرتی ہے، جو شریعت ہے۔

اس نماز کا پہلا وقت اُن چھ گھنٹوں کے بعد ہے، جو سُورج کے وقتِ طلوع سے گزر جاتے ہیں، جس کی تادیل یہ ہے، کہ آنحضرت علیہ السلام کے دُنیا

میں آنے کا وقت دو ربّی کے چھ اماموں کے گزر جانے کے بعد تھا، کہ وہ اپنے دور کا سورج تھا۔

اس نماز کا آخری وقت وہ ہوتا ہے، جس میں ہر چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جاتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جب دو ربّی علیہ السلام کے لاحقوں میں سے ہر ایک حد کو اپنے حصّے کی تائید چھ اماموں سے مل چکی، اور تاویل دو توحید کے ذریعے ظاہر و باطن برابر ہوا، تو دوسرے ناطق کا پیدا ہونا واجب ہوا۔ اس نماز کے فریضے میں چار رکعتیں ہیں، جس میں ناطق کا یہ اشارہ ہے، کہ میں تم کو ان دو فرشتوں کی طرف دعوت کرنے والا ہوں، جن کا میں تیسرا ہوں اور اس میں ہمارا پتو تھا ہے۔

اس کے فریضے کی پہلی دو رکعتیں ناطق و اساس کی دلیل ہیں، اور پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہئے، جس سے ناطق نے یہ ظاہر کیا، کہ جب تک لوگ مجھ کو اور اساس کو نہ اپنائیں، تو عقل کُل اور نفس کُل کی پہچان تک رسا ہو نہیں سکتے ہیں۔

پہلی رکعت میں ثنا، الحمد اور سورہ ہیں، یہ تین انوار کی دلیل ہیں، جو جَدّ فتح اور خیال سے ناطق کی رُوح کے ساتھ متصل ہوئے ہیں۔

دوسری رکعت میں ثنا نہیں اور الحمد و سورہ ہیں، یہ دو انوار کی دلیل ہے جو اساس کی جان کے ساتھ متصل ہیں، ایک نور فتح سے اور دوسرا خیال سے۔

اس کے بعد شہد کے لئے بیٹھنا ہے، جو نماز پڑھنے والے کی طرف اشارہ ہے، جس نے گواہی دینی ہے، کہ یہ دو روحانی حدود جو عالم روحانی میں ہیں مذکورہ دو حدود (ناطق و اساس) کے برابر ہیں۔

پھر اٹھ کر دوسری رکعتوں کا پڑھنا ہے، جن میں صرف الحمد ہی ہے، جس میں ناطق کا یہ اشارہ ہے، کہ میں اور اساس الحمد اور سورہ کی مثال پر جسم و رُوح کی طرح ہیں، کیونکہ الحمد رُوح ہے اور سورہ جسم ہے، اور عقل کُل و نفس کُل رُوحانی

اس نماز کا آخری وقت وہ ہے، جس میں سورج زرد نظر آتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ جب ناطق کے ظاہر (شریعت وغیرہ) میں کمزوری آجائے تو وہ اساس کے دور کا آخری کام ہوگا، اور یہی وقت قائم حق پیدا ہونے کا ہے، کیونکہ سورج ناطق کے ظاہر کی مثال ہے۔

سُنّت کی چار رکعتیں فریضے سے پہلے ہونا اس بات کی دلیل ہیں، کہ اساس سے پہلے بھی لوگوں کو بلانا گزشتہ ادوار میں چار اُصول دین کی طرف تھا۔ نماز دیگر کے فریضے میں بھی چار رکعتیں ہیں، یعنی اساس کی دعوت بھی ان چار اُصول دین کی طرف ہے، جن کی طرف ناطق کی دعوت تھی۔

پہلی دو رکعتیں الحمد اور سورے کے ساتھ ہیں، اور پہلی دو رکعتیں ناطق و اساس پر دلیل ہیں، کیونکہ وہ الحمد اور سورے کی مثال پر جسم اور رُوح ہیں۔ آخری دو رکعتوں میں تنہا الحمد ہی ہے، جو عقل کُل اور نفس کُل پر دلیل ہے، کیونکہ وہ رُوحانی ہیں۔

نماز دیگر کے بعد کوئی سُنّت نہیں، یعنی اساس کی تاویل کی تاویل نہیں، بلکہ وہ خود مکمل حقیقت ہے۔

نماز دیگر بندے کی طرف سے خدائے تعالیٰ کا شکر ہے، کہ وہ بے مثال ہے، اس لئے کہ اس نے اساس کو پیدا کیا ہے، جنہوں نے مومنوں کو ناطق کی ترمز میں کی تاویل بتائی، کہ اگر اساس نہ ہوتے تو کون ہمیں تاویل بتا سکتا در ان صورت کوئی شخص دین کی حقیقت تک رسا نہیں ہو سکتا، جس طرح موسیٰ کی اُمت کے یہود و آتش پرست، اور ابراہیم کی اُمت کے آتش پرست تھے، اور جب (اساس نہ ماننے کا حال یہ ہے، کہ بہتر گروہ ایک ایسے قول پر ہیں، کہ انہوں نے ظاہر ہی کو لیا ہے، اور صرف اسی کو قبول کرتے ہیں، اور اس کی تاویل نہیں اپناتے، اور کورانہ حالت میں گھومتے ہیں، تو مومنوں پر فرض ہے خُدا کا شکر کرنا، کہ اس نے ناطق کو امر کیا ہے، جس سے انہوں نے اساس کو قائم کر دیا، جن کی تاویل

کے ذریعہ ان مومنوں نے رُوحانی اور جسمانی حُدود کو پہچان لیا، جو اپنے اعضاء سے فریضہ اور سنت کو گزارتے ہیں اور اپنے دل سے ان حُدود کو پہچان لیتے ہیں جن کی مثال ہر نماز سے دی گئی ہے، کیونکہ تائید (دینی امداد) جسم کے ذریعہ بھی دی جا سکتی ہے، اور رُوح کے ذریعہ بھی۔

نمازِ دیگر کو وسطیٰ کہتے ہیں، یعنی کہ یہ نماز ان پانچوں نمازوں کے درمیان ہے، جو دن رات کی مدت میں لوگوں پر فرض ہوا کرتی ہیں، چنانچہ نمازِ صبح اور نمازِ پیشین اس سے پہلے ہیں، اور نمازِ شام اور نمازِ خفتن اس کے بعد ہیں، اور یہ نماز ان کے وسط (درمیان) میں ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ اساس کو ناطق سے تسلیم اور نفسِ کُل سے تائید ملتی ہے، جس طرح یہ نماز، نمازِ پیشین اور نمازِ شام کے درمیان ہے، نمازِ پیشین ناطق کی دلیل ہے، اور نمازِ شام نفسِ کُل کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی محافظت کرنے کے لئے فرمایا ہے خصوصاً نمازِ دیگر کی، قولہ تعالیٰ :-

” حَافِظُوا عَلَيَّ الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوَسْطَى (۲۳۸)

محافظت کرو (عموماً) سب نمازوں کی، اور (خصوصاً) درمیان والی نماز کی، اس وصیت کے بموجب جو خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے، نمازِ دیگر کی محافظت کرنی لازمی ہے کیونکہ کسی کام کے متعلق وصیت قبول کی جانے کی شرط یہ ہے، کہ تم اسے بلا مانع کر لو، اور اس نماز کا بلاناغیر پڑھنا یہ ہے، کہ جب سُورج کا وقت وہ ہو جس میں تم نے نمازِ پیشین پڑھ چکی ہے (تب نمازِ دیگر پڑھنی چاہئے، اور ایسی بروقت نماز، نمازِ پیشین کی طرف زیادہ نزدیک ہونی چاہئے، یہ نسبت اس کے کہ تم سُورج ڈوبتے وقت نمازِ دیگر پڑھو، اس قول کی تاویل یہ ہے، کہ اساس کی تعلیم ناطق سے تھی، اور تائید نفسِ کُل سے، لیکن اساس ناطق کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے تھے، اس لئے کہ وہ بھی انہی کی طرح جسمانی تھے، پس نمازِ دیگر جو اساس پر دلیل ہے، نمازِ شام کے بہ نسبت نمازِ پیشین کی طرف زیادہ نزدیک ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ یہ جو فرماتا ہے، کہ محافظت کرو (عمومًا) سب نمازوں کی، اور (خصوصًا) درمیان والی نماز کی، اس سے اللہ کی مراد یہ ہے، کہ اُن پانچ حدود کی فرما برداری کرو، جن پر پانچ نمازیں دلیل ہیں، خصوصًا اساس کی فرما برداری کرو، کیونکہ تمام حدود کو تم انہی کی تاویل کے ذریعے پہچان سکو گے، پس اسی وجہ سے اساس نماز دیگر کے قبلہ ہوئے، تاکہ خدا کا شکر کیا جائے، نیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث آئی ہے:-

" مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوةُ الْعَصْرِ فَكَانَ مَاتِرَ اَهْلِهِ وَمَالِهِ -
جس کی نماز دیگر فوت ہوتی ہو، ایسا ہے، کہ اس کے اہل اور مال فوت (ضائع) ہو چکا ہے؛ اہل کی تاویل داعی ہے، اور مال کی تاویل علم ہے یعنی شخص اساس کے ساتھ وابستہ نہ ہو جائے، تو وہ نہ علم حاصل کر سکتا ہے اور نہ دعوت۔

نمازِ خفتن مرتبہ امام پر دلیل ہے، اور اس کو نمازِ خفتن اس لئے کہتے ہیں کہ مومنوں کے سوا سب لوگ سوتے ہوئے ہیں، یعنی امام زمان کو نہیں پہچانتے ہیں۔

اس نماز کا پہلا وقت وہ ہے، جس میں رات کے دو گھنٹے گزر جاتے ہیں، اور رات دعوت کی مثال ہے، اور دو گھنٹے ناطق اور اساس پر دلیل ہیں، اس کی پوری تاویل یہ ہے، کہ امام کا مرتبہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے، جب کہ ناطق اور اساس کا دور گزر جائے۔

اس نماز کا آخری وقت وہ ہے، جس میں تقریباً آدھی رات گزری ہو، عربی میں اس وقت کو منتصف اللیل کہتے ہیں، یعنی ہتم (امام) کی آخری حد وہ ہوتی ہے، جس میں وہ اہل باطن کو اہل ظاہر سے اپنا حق دلا سکتا ہے، یعنی ان کے لئے انصاف کر سکتا ہے۔

نمازِ خفتن رات کی تاریکی میں پڑھی جاتی ہے، جو دین کے دشمنوں سے (امام کے اسرار) پوشیدہ رکھنے کی دلیل ہے۔

نمازِ خفتن کا فریضہ چار رکعت کا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کی دعوت بھی ان چار اُصولِ دین کی طرف ہے، جن کی طرف ناطق اور اساس کی دعوت ہوتی ہے، نمازِ خفتن کے فریضہ میں سے پہلی دو رکعتیں ناطق اور اساس پر دلیل ہیں، اور دوسری دو رکعتیں عقل اور نفسِ کُلّ پر دلیل ہیں۔

فریضہ سے پہلے بھی سنت کی چار رکعتیں ہیں، اور فریضہ کے بعد بھی سنت کی چار رکعتیں ہیں، اور فریضہ ان چار چار سنتوں کے درمیان ہے جس میں ناطق کی طرف سے یہ اشارہ ہے، کہ امام کی دعوت تین قسم کی ہوا کرتی ہے ایک یہ کہ خود اس کے زمانے میں چار اُصول کی طرف دعوت ہوتی ہے، جس کی مثال فریضہ کی چار رکعتوں سے دی گئی ہے، اور اس سے پہلے بھی چار اُصول کی طرف دعوت کی گئی ہے، سنت کی ان چار رکعتوں کی مثال پر جو فریضہ سے پہلے آتی ہیں، اور اس کے بعد بھی چار اُصول ہی کی طرف دعوت ہوا کرتی ہے جس طرح فریضہ کے بعد سنت کی چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، پس بیان یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے، کہ اس زمانے میں چار اُصول کی طرف دعوت ہے، اور نمازِ خفتن کے فریضہ کو اس اعتقاد سے پڑھے کہ اس سے پہلے بھی چار اُصول کی طرف تھی، اور اس کے بعد بھی دعوت چار اُصول کی طرف ہوگی۔

نمازِ پیشین، نمازِ دیگر اور نمازِ خفتن کے فریضے ملا کر بارہ رکعت ہیں جو اس بات پر دلیل ہے، کہ ان تینوں مؤیدین سے بارہ جُختوں کو مادۂ تائید ملتا رہتا ہے۔ نمازِ خفتن کے بعد وتر پڑھی جاتی ہے، اور وتر قائم قیامت علیہ افضل التبیئۃ والسلام پر دلیل ہے، اور یہ نماز دن رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہے جس کی تاویل یہ ہے، کہ لوگ قیامت کے دن اُن تمام حدود سے کیسے ہو جائیں گے، جو عالمِ جسمانی میں ہیں، سوائے صاحبِ قیامت کے شرف کے اور قیامت کے دن مومنوں کو (اسی دنیا ہی سے شروع کر کے) عزت و بزرگی ملے گی، اور کافروں پر تاوان ہوگا (عذاب اترے گا)۔

شفع وتر کے ساتھ یعنی بھفت طاق کے ساتھ تین رکعت ہے، اس کے معنی یہ ہیں، کہ قائم قیامت کے تین مراتب ہیں، پہلا مرتبہ نبوت دوسرا مرتبہ وصایت اور تیسرا مرتبہ قیامت، اور اس میں جو دو رکعتیں جُدا پڑھی جاتی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ قائم کو ایک ایسا مرتبہ بھی حاصل ہے، جو ناطق اور اساس کو نہ تھا، اسی لئے آنحضرت نے، اس ایک رکعت کو ان دو رکعتوں سے جُدا پڑھنے کے لئے فرمایا۔

قنوت سے پہلے رکوع ہونے کے یہ معنی ہیں، کہ قائم سے پہلے ان کا بھجت اس عالم میں آئے گا (اس اصول کے برعکس کہ ہر امام کا بھجت اس کے بعد پیدا ہوا کرتا ہے، یعنی ہر امام کا بیٹا ہی اس کا سب سے بڑا بھجت ہوتا ہے مگر حضرت قائم کی طرف سے ان کے والد ہی سب سے بڑے بھجت ہوں گے، اور وہی لیلۃ القدر ہوں گے جس کا نمایاں ذکر سورہ قدر ۹۷ میں ہے۔) قنوت رکوع کے بعد ہے، اس لئے کہ قائم علیہ السلام اس کی اولاد سے ہوں گے، کیونکہ رکوع کے آخری معنی اساس کے ہیں (یعنی مولانا علی علیہ السلام)۔

دائیں طرف سلام پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالب اور اس کے فرزندوں (ائمہ برحق) کو مان لیا، اور خدا کے حضور سے انہوں نے جو تاویل لائی اس کو میں نے تسلیم کر لیا، اور بائیں طرف سلام پھیرنا اس بات کی دلیل ہے، کہ ناطق کے لئے اور اس کی شریعت کے ظاہری بیان کے لئے میں نے قبول کر لیا۔

وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز کا پڑھنا عقل کُل اور نفس کُل پر دلیل ہے، جن کا شرف لوگوں سے منقطع نہ ہو گا، اس جہان میں لوگوں کو ان سے عقل آتی ہے، اور دوسرے جہان میں مومنوں کے لئے بزرگی اور بہتری ہے، اور کافروں کے لئے عذاب اور سزا ہے۔

دن رات کی مقررہ کیا دن رکعتوں کی تکمیل کے لئے اُن دو رکعتوں کو ایک رکعت شمار کرتے ہیں، جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں، اور وہ دونوں رکعتیں ایک رکعت گنی جاتی ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ قائم قیامت دو روحانیوں (عقل کُل و نفس کُل) سے ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی جدائی نہیں، اور قائم ہی کی وجہ سے نفس کُل مکمل ہوگا، یعنی وہ عقل کُل کے مرتبے پر پہنچے گا، اور یہ واقعہ عالمی حرکات رُک جانے اور عالم جسمانی فنا ہونے کا سبب بنے گا۔

وترِ سنت ہے، جو بجائے فریضے کے ہے، جو تمام نمازوں کے اخیر میں ہے، یعنی قائم قیامت علیہ السلام تمام حدود کی انتہا و انجام ہیں، جو شخص وتر کو ترک کر دے، وہ کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ فریضے کی طرح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”تَارِكُ الْفَرِيضَةِ كَافِرٌ وَقَارِكُ سُنَّتِي مَلْعُونٌ = فریضہ کا ترک کر دینے والا کافر ہے، اور میری سنت کا ترک کر دینے والا ملعون ہے۔“
پانچ وقت نمازیں مجموعاً سترہ رکعتیں فرض ہیں، یہ ان سترہ حدود کی دلیل ہیں جو خدا کی اطاعت و معرفت کی حیثیت سے ہیں، جیسے پانچ روحانی حدود، ناطق، اساس، سات، ائمہ برحق، خلیفہ قائمِ حجت اور داعی۔

دوسری وجہ سے نماز فریضہ کی سترہ رکعتیں، اساس، امام، بارہ حجت داعی اور دونوں ماذون پر دلیل ہیں، کیونکہ یہ حدود تو ہر زمانے میں موجود ہیں، یعنی حدود جسمانی تو رانی اجسام میں موجود ہیں، اور جو شخص ان حدود کی فرمانبرداری سے ہاتھ اٹھائے تو وہ خدا کی فرمانبرداری سے ہاتھ اٹھاتا ہے، اور ایسا شخص کافر ہوتا ہے۔

سنت کی تیس رکعتیں ان تیس داعیوں پر دلیل ہیں، جو ہر حجت کے تحت اس کے ہزیرے میں ہوا کرتے ہیں، جو سال کے ہر مہینے کے تیس دنوں کے برابر ہیں، اور یہ لوگ امام کی سنت (یعنی سال) ہیں۔

جو شخص سنت سے ہاتھ اٹھائے، تو ملعون اور راندہ ہو جاتا ہے، یعنی جو شخص داعی کی فرمایا پر ڈاری نہ کرے، تو وہ علم حقیقت سے دور رہا ہوگا۔

وتر کی تین رکعتیں ہیں، جن کی تاویل بتائی گئی، بیٹھ کر پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے ساتھ، کہ ان کو بھی وتر کہا جاتا ہے، تاکہ مجموعاً کیا دن رکعتیں ہو جائیں اور کیا دن تین دفعہ سترہ ہوتا ہے، یعنی مجموعی حساب سے فریضہ کی ہر ایک رکعت کے مقابلہ میں سنت اور تطوع کی دو دو رکعتیں آتی ہیں، جس طرح میراث میں ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر شمار کرتے ہیں، اور رات کی نماز بارہ رکعت ہے، جس کو چھ سلام کے ساتھ پڑھتی چاہتے، اور وہ (کوئی مومن) اس وقت پڑھتا ہے، جبکہ نیند سے اٹھتا ہے، اور سارے لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ بارہ جنتوں پر دلیل ہے کہ وہ دعوت سے کبھی آرام نہیں کرتے ہیں، جبکہ لوگ آرام کئے ہوتے ہوتے ہیں، اور ظالموں کے زمانے کی تاریکی میں عاجز ہوتے ہیں، مگر بارہ جنت خدا تعالیٰ کے کام میں کھڑے رہتے ہیں، اور رات پوشیدگی میں دعوت کرنے کی دلیل ہے۔

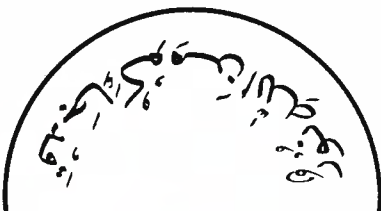
رات کی نماز میں سورہ کو لمبا اور آہستہ پڑھتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ ستر کے وقت خدا تعالیٰ کی اطاعت زیادہ مسلسل ہونی چاہئے، تاکہ قبول ہو سکے اور وہ ساری نمازیں جو مخلص مومنین دن رات میں پڑھا کرتے ہیں، تریسٹھ رکعات پر مشتمل ہیں، جن کا ذکر کیا گیا، جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے سالوں کے برابر ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس بیان کو مومنین کے لئے فائدہ بخش کر دے! والسلام۔

باہتمام رسید کتابت وجہ دین حصہ اول

تفہیم نور

جبل اللہ ۳ سورہ
۱۰۳ آیت

۲ سورہ
۱۳۳ آیت



۱۳ سورہ
۲۳ آیت

(حدیث)

۲۲ سورہ
۵۲ آیت



۱۳ سورہ
۲۳ آیت

تفہیم

نور اللہ ۲۲ سورہ
۳۵ آیت

۲۳ سورہ
۴ آیت



۱۳ سورہ
۷ آیت

(حدیث)

۲۲ سورہ
۸ آیت



۱۳ سورہ
۷ آیت

رسول و وزیر

Institute for Spiritual Wisdom
Luminous Path for a united world
www.instituteforspiritualwisdom.com

وَجَدْتَنِي

حِصَّة دُوم

از:-

سید الفیاض محمد رفیع قادری صاحب مدظلہ العالی

مترجم:-

پروفیسر عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی

Institute for

Spiritual Wisdom
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

شائع کردہ:

ڈاننگاؤ خانہ جہانگیر
اکابر پبلشرز

3 لے نور دیلا گارڈن ویسٹ کراچی 3 پاکستان

www.monoreality.org

عَلَّمَ الْكَلِمَاتِ الْمُبِينَا وَتَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

This Page Intentionally Left Blank

وحدتِ ارواح یا اضافی روہیں

ازل میں ارواحِ خلّاق کی جیسی وحدت و سالمیت تھی، ویسی ہی یگانگت ابد میں بھی ہونے والی ہے، یہ "رازِ فنوان" ہے، یعنی دوزخ اور بہشت سے بھی عظیم بھید ہے، میں یہ بات قرآن اور روحانیت کی روشنی میں کر رہا ہوں کہ مذکورہ وحدت کے لئے لوگ یا تو خوشی سے ایک ہو جائیں گے، یا زبردستی سے ایک کئے جائیں گے، مگر یہ بہت بڑا کام ایک دن میں کیسے ہو سکتا ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے قریب والے ایک ہو جائیں، پس اس حقیقت کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر عالمِ شخصی میں مولا ہی مرکزِ وحدت ہے، اور ہم سب ایک دوسرے کی اضافی روہیں ہیں، مثلاً آپ سب میرے اضافی نفوس ہیں، یہ تمام باتیں آپ کے حق میں علمِ الیقین کے مقام پر ہیں، اور اگر ہم میں سے کوئی فزوتہمت سے کام لے تو وہ بڑی خوشی سے نہ صرف عین الیقین کی ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے، بلکہ حق الیقین سے بھی تمام حقیقتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

میں یہ انمول موتیوں کا لازوال تحفہ جناب عزیز راہچاری اور ان کے خاندان کو پیش کرتا ہوں، کیونکہ آپ علم کے بڑے قدر دان ہیں، الحمد للہ۔

ن۔ن۔ (حُبّ علی، ہونزائی
کراچی

۲۴/۲/۹۴



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

This Page Intentionally Left Blank

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	شمار
۲۲۳	حرفِ اول	۱
۲۳۰	کلام - ۲۱ نماز کی رکعات کے متعلق امت میں اختلاف کے بارے میں	۲
۲۳۷	کلام - ۲۲ نمازِ جمعہ کی تاویل کے بارے میں	۳
۲۴۰	کلام - ۲۳ عید الفطر اور اُس کی نماز کی تاویل کے بارے میں	۴
۲۴۳	کلام - ۲۴ عیدِ قربان کی تاویل کے بارے میں	۵
۲۴۵	کلام - ۲۵ نمازِ کسوف کی تاویل کے بارے میں، جو سورج اور چاند گزرنے کے وقت پڑھی جاتی ہے	۶
۲۴۸	کلام - ۲۶ نمازِ جنازہ کی تاویل کے بارے میں	۷
۲۵۲	کلام - ۲۷ نماز کے آداب میں سے رکوع، سُجود وغیرہ کی تاویل کے بارے میں	۸
۲۵۹	کلام - ۲۸ زکوٰۃ اور اس نفل کی تاویل کے بارے میں	۹

صفحہ	مضمون	شمار
۲۷۱	کلام - ۲۹ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں	۱۰
۲۷۵	کلام - ۳۰ موشیوں کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں	۱۱
۲۸۱	گائے کے صدقہ کی تاویل	۱۲
۲۸۵	گوسفند کے صدقہ کی تاویل	۱۳
۲۸۸	کلام - ۳۱ اُگنے والی چیزوں کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں	۱۴
۲۹۱	خمس کی تاویل کے بارے میں	۱۵
۲۹۴	کلام - ۳۲ فطر کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں	۱۶
۲۹۸	فصل: زکوٰۃ فطر کی مقدار کے بارے میں	۱۷
۳۰۲	فصل: خداوندِ حق کے فرمان کے مطابق حقیقی فطر اور اس کی تاویل	۱۸
۳۰۹	کلام - ۳۳ روزہ رکھنے کی واجبیت اور اس کی تاویل کے بارے میں	۱۹
۳۲۲	کلام - ۳۴ حج کرنے کی واجبیت اور اس لفظ کی تاویل	۲۰
۳۲۸	کلام - ۳۵ جہاد کرنے کی واجبیت اور اس کی تاویل کے بارے میں	۲۱
۳۳۰	کلام - ۳۶ امام زمان کی اطاعت کی واجبیت اور اس کا بیان	۲۲

صفحہ	مضمون	شمار
۳۹۳	کلام - ۳۶ نکاح اور سفاح اور اس کی تاویل کے بارے میں	۳۲
۳۰۲	کلام - ۳۷ مومنوں پر حق واجبات (ہمہانی) اور اس کی تاویل	۳۳
۳۰۷	کلام - ۳۸ اہل کتاب پر جسزیرہ اور اس کی تاویل کے بارے میں	۳۴
۳۱۰	کلام - ۳۹ ”قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کی تاویل کے بارے میں	۳۵
۳۱۳	کلام - ۵۰ رسول علیہ السلام اور ان کی آل پر صلوٰۃ کے بارے میں	۳۶
۳۱۶	کلام - ۵۱ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ کی تاویل کے بارے میں	۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 وَإِلَیْهِ رَاجِعُ
 الْأُمُورِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ اوّل

الْحَمْدُ لِلّٰهِ مُفِيدِ النِّعْمَةِ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى
مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، وَعَالَى وَصِيَّتِهِ عَلَيَّ وَوَلِيِّ
الْاُمَّةِ، وَعَالَى الْاَئِمَّةِ الطَّاهِرِينَ مِنْ اَبْنَائِهِ
الطَّيِّبِينَ

(اساس التاویل۔ از سیدنا قاضی نعمان)

اَمَّا بَعْدُ، قارئین و متشرقیں گرامی سے مخفی نہیں کہ نامدار حکیم حضرت سیدنا
پیر شاہ نامر خسرو علوی (قدس سرہ العزیز) کی شہرہ آفاق کتاب ”وجہ دین“ فقہی
موضوعات و مسائل کی تاویلات کا ایک عدیم المثال مجموعہ ہے، جس کی چند خصوصیات
اور مصنف ممدوح کے حالات کے متعلق حصہ اول کے پیش لفظ میں مختصراً
لکھا گیا ہے۔

اگرچہ اس پُر حکمت کتاب کے ترجمے میں اس بات کی انتہائی کوشش کی
گئی ہے کہ ہر عبارت کا مطلب صاف، واضح اور عام فہم ہو، تاکہ قوم اور مذہب
کے اہل علم حضرات کا ہر طبقہ اس سے استفادہ کر سکے، اور واقعاً یہ کتاب فارسی متن
سے اُردو ترجمہ کے لباس میں آنے کے بعد کافی آسان ہو گئی ہے، تاہم تا دہلی
موضوعات کی بلندی اور بے بدل اصطلاحات کی دشواری اپنی جگہ پر ایک حقیقت
ہے، خواہ حکمت کی کتاب ظاہری طور پر آسان ہو یا مشکل، بہر حال وہ اس امر کی مقتضی

ہوا کرتی ہے کہ، بار بار اس کا خوب مطالعہ کیا جائے، تاکہ رفتہ رفتہ اعلیٰ سطح پر حقائق و معارف کے ابواب کھلتے جائیں، چنانچہ اگر آپ حضرات مطالعہ حکمت کے اس اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس کتاب کو بار بار غور و فکر سے پڑھیں، تو آپ کو ایمان و یقین سے اس بات کی بشارت دی جاتی ہے، کہ ہر بار آپ کے دل و دماغ میں علم و دانش کی ایک نئی روشنی کا اضافہ ہوتا جائے گا، جس کی چند وجوہ مفضلہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے، کہ علم و حکمت کی باتیں کسی اعلیٰ درجے کی کتاب میں اس طرح تہ بہ تہ لکھی ہوتی ہوتی ہیں، جس طرح مختلف قسم کے بیش بہا خواہر کسی عظیم پہاڑ کے باطن میں تہ بہ تہ پوشیدہ ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تاویل اور حکمت کی کتابیں باہم افلاک (یعنی عرشِ اعلیٰ) کی سیڑھی کے مانند ہیں، چنانچہ جب کوئی خوش نصیب انسان الفاظ و عبارات کی پستی سے حقیقت و معرفت کی بلندی پر چڑھنے کے لئے حکمت کے پہلے نینے پر قدم رکھتا ہے تو دوسرا زمینہ خود بخود آسان ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ علم و حکمت کی سیڑھی کے ذریعہ زمینہ بزمینہ بلند سے بلند تر ہوتا جاتا ہے، چنانچہ مولوی معنوی اپنی کتاب ثنوی کے بارے میں فرماتے ہیں،

نزد بان آسمانست این کلام ہر کہ زین برمی رود آید بہام
 نے بہام چرخ کو آنحضرت بود بل بسای کز فلک برتر بود
 ترجمہ: یہ کلام (یعنی کتاب) آسمان کی سیڑھی ہے، جو شخص اس سیڑھی سے
 رو بہ فراز ہو جائے، تو وہ چھت پر ضرور چڑھ سکتا ہے۔

اُس آسمان کی چھت پر نہیں، جو نیلے رنگ کا ہے، بلکہ اُس (رُوحانی آسمان کی) چھت پر چڑھ سکتا ہے، جو (اس جسمانی، آسمان سے بھی برتر ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطری عادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ شروع شروع میں ذہنی و شعوری مشقوں کے نزدیک جانے سے گریز کرتا ہے، مگر جب اس کو کسی مشفق معلم کی مدد سے عقلی لذتوں اور دماغی لطافتوں کا کچھ تجربہ حاصل ہوتا ہے،

تو پھر وہ روز بروز عقلی چیزوں کے اکتاب میں اپنا جوہر دکھانے لگتا ہے، یہاں تک کہ ذہنی مشق و ریاضت اس کی عادت بن جاتی ہے، جس کے ذریعہ وہ علم عرفان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے، کہ دنیا میں کوئی ایسا پیشہ و ہنر نہیں، جس کے سیکھنے کے لئے باعتبار اہمیت و افادیت کم و بیش انسان کا وقت صرف نہ ہوتا ہو، جس کے حصول کے لئے مسلسل محنت و کوشش درکار لازمی نہ ہو، اور کچھ مشکلات سہنے کے بعد وہ روز بروز آسان سے آسان تر نہ ہو جاتا ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہر نیک، مفید اور مستقل کام کی تکمیل و انجام دہی ایک نئے باخ کی تعمیر کی طرح ہے، جس کے تیار کرنے میں کافی وقت اور متواتر عرق ریزی کے علاوہ سوجھ بوجھ کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ انسان میں حق تعالیٰ کی طرف سے یہ صلاحیت موجود ہے کہ اگر اپنے نفسِ امارہ کو مقہور و مغلوب کرے، تو وہ رسول اللہ و ائمہ طاہرین علیہم السلام کی صحیح پیروی کرتے ہوئے روحانیت اور کشفِ باطن کی ایک ایسی منزل پر پہنچ سکتا ہے جہاں سے قدرتی اور معجزانہ تعلیم شروع ہو جاتی ہے، اور رسول اللہ و ائمہ طاہرین علیہم السلام کی صحیح پیروی کی جانے کی ایک جامع علامت یہ ہے کہ اُس وقت ایسے خوش بخت حقیقی پیرو کے ضمیر میں ذکر الہی کی مسلسل آواز پیدا ہوتی رہتی ہے، مگر نفسِ امارہ کو مقہور و مغلوب کرنے کے لئے صرف خشک عبادتِ ریاضت ہی کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ علم الیقین کے اسلحہ سے لیس ہونا بھی از بس ضروری ہے، تاکہ اس جہادِ اکبر میں فتح حاصل کی جاسکے، کیونکہ عبادتِ رُوحانی مجاہدین کی خوراک ہے، اور علم الیقین ان کا ہتھیار۔

پس یہ حقیقت ثابت ہوتی کہ پُر مغز اور معنی تیز دینی کتابوں کے بار بار پڑھنے سے حقیقی مومنین کے دل و دماغ میں علم و دانش کی روشنی بڑھتی جاتی ہے کیونکہ ایسی کتابوں کے مطالعہ کرنے سے نہ صرف علم ہی حاصل ہوتا ہے بلکہ ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰى اٰلِہٖ وَسَلَّمَ
 وَجْعَلْہٗ لِنَا
 حَسْبًا وَنِعْمًا
 وَرَحْمَةً
 وَرِزْقًا
 وَرَحْمَةً
 وَرِزْقًا

ہی ساتھ یہ ایک ایسی عظیم عملی عبادت بھی ہے جو خدا کی شناخت و رضا حاصل کرنے کی نیت سے پوری تندہی اور کامل توجہ سے کی جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اس میں شک نہیں، کہ:-

”وجہ دین“ علم تادیل کی ایک بہترین کتاب ہے، لیکن یہ کس طرح ممکن

ہے کہ چند بار بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی اہل دانش اس کے تمام معنی پر حادی نہ ہو سکتے ہوں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یقیناً وجہ دین اب بفضلِ خدا اُردو ترجمہ میں

ظاہری طور پر آسان اور واضح ہو گئی ہے، اور اس کے کسی فقرے یا لفظ میں کوئی

لغوی ابہام باقی نہیں، لیکن جیسا کہ میں قبل عرض کر چکا ہوں کہ یہ کتاب قرآنی تادیل

اور ربانی حکمت کی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے، لہذا اس میں تہ بہ تہ حکمتیں پائی جاتی

ہیں۔

مثلاً حصہ اول کے دیباچے میں ہے، کہ حق تعالیٰ نے عالم باطن سے عالم

ظاہر پیدا کیا ہے، پھر رُوح اور جسم کی مثال میں عالم باطن اور عالم ظاہر کی مختصر حقیقت

بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے، کہ انسانی رُوح ایک لطیف جوہر ہے، اور انسانی

جسم ایک کثیف عرض ہے، مگر ان دونوں کی تخلیقی و تکمیلی ضرورتیں یکساں طور پر

ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، پس اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ، جس طرح جسم کی

تکمیل رُوح کے بغیر ناممکن ہے، اسی طرح رُوح کی تکمیل بھی جسم کے بغیر محال ہے،

بالفاظ دیگر جسم رُوح سے پیدا کیا گیا ہے، اور رُوح جسم سے، پھر اس نتیجے کا

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا آخرت سے پیدا کی گئی ہے اور آخرت دنیا سے، چنانچہ پورا

دیباچہ اور کتاب کے بہت سے موضوعات اسی حقیقت کی تائید میں ہیں، اب

ان نتائج کے اخذ کئے جانے کے بعد ہر دانش مند اس حقیقت الحقائق کے قائل

ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے، کہ موجودات ذہنی و خارجی کی تمام چیزیں دائرہ امکان

پر واقع ہیں، اور یہ دائرہ وہی ہے جس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:-

” وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (٣١)“

اور تمام چیزیں (یعنی موجودات) ایک دائرے پر چکر کاٹی ہیں۔
اب وہ تمام سوالات خود بخود حل ہو گئے یا کہ ختم ہو گئے جو اولیت و
ابدیت کے تصور کے ساتھ وابستہ ہیں، اسی سلسلے میں یہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ
پہلے دُنیا تھی یا آخرت؟ کیونکہ یہ دونوں دائرہ امکان پر معاً یعنی ایک ساتھ واقع ہیں
اور جو چیزیں ایک دوسرے سے دُور یا قریب کسی دائرے پر واقع ہوں، تو اُن
کے آگے پیچھے ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا، اس لئے کہ دائرے کا کوئی سرا
نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ دُنیا آخرت سے پیدا ہوتی ہے اور آخرت دنیا
سے، اور کسی تقدیم و تاخیر کے بغیر معاً دُنیا و آخرت کا ایک دوسرے سے پیدا
ہونا ہی دائرہ امکان کہلاتا ہے، جس کی مثال رُوئے زمین کے پانی سے دی
جاسکتی ہے، کہ سمندر کو آخرت فرض کیجئے، اور بادل، بارش، چشمہ، ندی، نالہ،
دریا، وغیرہ کو، جو مرکز سے جُدا ہو کر بکھرے ہوئے پانی کا مجموعہ ہے، دنیا فرض
کیجئے اب بتائیے کہ دریاؤں سے سمندر بنتا ہے، یا کہ سمندر سے دریا وغیرہ بنتے
ہیں؟ نیز بتائیے کہ پانی کا یہ چکر دائرہ امکان ہے یا نہیں؟ نیز اس جواب پر بھی
غور کیجئے، کہ اگر ہم یہ کہیں؛ نہ سمندر سے دریا بنتے ہیں، اور نہ دریاؤں سے سمندر
بنتا ہے، بلکہ پانی جہاں بھی ہو پانی ہی ہے، بات صرف اتنی سی ہے، کہ پانی بھی
دوسری تمام چیزوں کی طرح دائرہ امکان پر چکر کاٹتا ہے۔ کیا یہ ایک انتہائی مفید
گلیہ نہیں، جس کے ذریعے ازلیت و ابدیت کے تمام بُنیادی اور مشکل سوالات
حل کئے جاسکتے ہیں؟

پھر اسی مضمون کے سلسلے میں صفحہ ۲ پر قرآن پاک کے حوالے کی غرض سے
فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کو جُفت جُفت پیدا کیا ہے، پس اس
اشائے کا تقاضا یہ ہے کہ، ہم قرآن پاک کی اُن تمام آیات پر غور کریں جو متضاد
مقابل چیزوں کے باب میں آئی ہیں، جن کا مفہوم یہ ہے، کہ حق تعالیٰ جس

طرح زندگی کی کیفیت کو موت کی حالت میں منتقل کر دیتا ہے، اسی طرح موت سے زندگی ظہور میں لاتا ہے، دن رات، نور و ظلمت، دھوپ اور سایہ، ایمان و کفر، نیر و شر وغیرہ جیسی تضاد کے لئے بھی یہی ایک قانون مقرر ہے، پس معلوم ہوا کہ ہمیشہ دنیا سے آخرت اور آخرت سے دنیا پیدا ہوتی رہتی ہے، اور ”دجر دین“ کے نظریات کا مدار و محور یہی ہے۔

اس کتاب کی گہری حقیقتوں کی دوسری مثال یہ ہے کہ اس میں حضرت قائم علیہ السلام، ان کے حجّت، ان کے خلیفہ اور قیامت کے بارے میں بہت سے ٹکڑے و اسرار ایسے ہیں، جن کو اہل توفیق ہی سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ یہ اشارہ کہ حضرت قائم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے امام ہوں گے، جو نہ روحانی طور پر دعوت کریں گے، نہ جہانی طور پر ان کے حجّت، جو عالم دین کی شب قدر ہیں، حضرت قائم سے پہلے ہی دنیا میں آئیں گے، جن کا زمانہ حصول روحانیت کے اعتبار سے بہترین زمانہ ہوگا، اس لئے کہ انہی کے زمانے میں ملائکہ و ارواح کا نزول ہوگا، اور انہی کے بعد حضرت قائم علیہ السلام کے ایک خلیفہ ہوں گے، جن کے زمانے میں علم کی کوئی بھی کمی نہ ہوگی، پس یہ نکات بہت ہی عجیب ہیں اور ان کے نتائج ان سے بھی زیادہ عجیب۔ چنانچہ ہم یہاں صرف خلیفہ قائم ہی کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، کہ حضرت قائم کے بعد والے انسان کامل کو خلیفہ کہا گیا ہے؟ حالانکہ یہ لقب بطور خاص حضرت آدم علیہ السلام کا ہے؟ اگرچہ ہر امام اپنے زمانے میں روتے زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں، کیا یہ درست ہے کہ، خلیفہ قائم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت قائم پر پہلا دور ختم ہوگا، اور خلیفہ قائم سے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا، اور وہ اُس دور جدید کے آدم ہوں گے، جن کے زمانے میں دینی اور دنیاوی طور پر بڑی بڑی تبدیلیاں ہوں گی، اگر یہ صحیح ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدم سرانہی سے پہلے بھی ایک دور گزرا ہے، کیونکہ وہ اس گذشتہ دور کے آخری امام (یعنی قائم القیامت کے خلیفہ تھے) چنانچہ اساس التاویل عربی ص ۵۷ کے

حاشیے پر لکھا ہے، کہ حضرت آدمؑ سے اگلے امام علیہ السلام کا نام ”ہنید“ تھا، جنہوں نے آدمؑ کو علم الاسرار کی تعلیم دی۔

اب یہ فقیر جامع اور معنی نیز الفاظ میں مختلف ملکوں، شہروں، اور علاقوں کے اُن تمام علم دوست، دانش گستر اور دین پرور حقیقی اسماعیلیوں کا صمیمیت قلب اور صفائی نیت سے شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے اس عزیز و حکمت نیز کتاب کے منصوبہ ترجمہ اور طبع و نشر کے سلسلے میں جذبہ یاری و قدر دانی کا عملی ثبوت دیا، جن میں ”دارالحکمت اسماعیلیہ ہونزہ۔ گلگت“ کے اراکین بھی ہیں، اور غیر اراکین بھی، جنہوں نے اس گرانمایہ کتاب کے حصول کے لئے وفور اشتیاق کے عالم میں کافی عرصہ انتظار کی زحمت اٹھائی، اور مدتِ مدید کے بعد جب ان کو کتاب کا حصہ اول پہنچ گیا، تو ان کا پہرہ حقیقی اور روحانی مسرت و شادمانی سے بھر پور ہوا، انہوں نے فخر و خوشی کی شد و مد میں کچھ ایسا محسوس کیا، جیسے ان حضرات کو پیرِ کامل حکیم نامہ نضر وکی ہم نشینی میسر ہوتی ہو، یہ خوش کن تذکرہ اُن بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کے ضمیر کی صحیح ترجمانی ہے، جن کو اس فقیر نے بالکل اسی طرح دیکھا ہے، یا جن کے متعلق اس کو صحیحاً خبر آئی ہے، یا جن کے بارے میں ایسا ہی یقین ہے۔

خادم قوم و ملت
فقیر نصیر ہونزائی

۱۳ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ
۱۱ جولائی ۱۹۶۸ء

بروز جمعرات

کلام - ۲۱

نماز کی رکعات کے متعلق امت میں اختلاف کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے مخلص مومنین کے لئے بیان کریں گے جو کچھ اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کے راویوں (یعنی ائمہ طاہرین) سے ہمیں پہنچا ہے، نماز کی رکعات کی تعداد کے بارے میں، کتنی ہیں، اور ان میں جو جو مکہ و مدینہ میں نازل ہوئی ہیں، کتنی کتنی ہیں، مجموعی طور پر کتنی وجوہ سے ہیں، کتنی رکعات ہیں، اور اس بارے میں امت کے درمیان اختلاف کس بنا پر پیدا ہوا ہے، وغیرہ، چنانچہ (ائمہ طاہرین سے) ہمیں روایت آئی ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا:

”أُهِدِيَتْ لِي خُمُسُ صَلَوَاتٍ وَأُعْطِيَتْ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي خُمُسَ صَلَوَاتٍ بِخُمُسَاتِهِ مَوَاقِيْتٍ عَلَى خُمُسَاتِهِ أَوْجِهَةٍ وَثَلَاثَ جِهَاتٍ ط

مجھے پانچ وقت نماز ہدیہ کے طور پر عطا ہوئی، اور مجھے عطا ہوئی وہ چیز جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہ ہوئی تھی، وہ پانچ نمازیں ہیں، پانچ اوقات میں جو پانچ وجوہ اور تین قسموں میں ہیں اور پانچ نمازیں: پہلی نماز صبح، دوسری نمازِ شین

چنانچہ اُن میں سے دو رکعت نمازِ پیشین کے ساتھ ملا دی، جس سے وہ چار رکعت ہوئی، دو رکعت نمازِ دیگر کے ساتھ ملا دی، جس سے وہ چار رکعت ہوئی، ایک رکعت نمازِ شام کے ساتھ ملا دی، جس سے وہ تین رکعت ہوئی، اور دو رکعت نمازِ خفتن کے ساتھ ملا دی، جس سے وہ چار رکعت ہوئی، اور یہ پانچ نمازیں پانچ اوقات میں فریضہ اور مقرونہ کے نام سے سترہ رکعات ہوئیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر آنحضرت علیہ السلام کو بارہ رکعت سنت پڑھنے کے لئے فرمایا، جس کو رسول علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کے فرمان اور عقل و نفس کی وساطت (تعلیم) سے فریضہ و مقرونہ کے ان پانچ اوقات پر تقسیم کی، اور آنحضرت نے اس سنت کی چھ رکعات نمازِ پیشین میں رکھیں، چار رکعات فریضہ سے پہلے اور دو رکعت فریضہ کے بعد، دو رکعت نمازِ شام کے بعد رکھیں دو رکعت نمازِ خفتن کے بعد رکھیں، اور دو رکعت نمازِ صبح سے پہلے رکھیں، پس اس طریقے پر سنت کی بارہ رکعات تقسیم کی گئیں، اس کے بعد پھر تین رکعات نازل ہوئیں، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وتر اور ختم کا نام دیا، اور ان کو نمازِ خفتن کے بعد رکھیں، اور مجموعی طور پر بیس رکعت نماز ہے، جو مکہ میں نازل ہوئی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور پڑھنے کے لئے فرماتے تھے۔

Knowledge for a united humanity

مکہ کی ان نمازوں میں آنحضرت نے ہاتھوں کو سلمنے (ناف کے اوپر) سے پکڑے رکھا، مسح جُراب وغیرہ پر کیا، اقامت ایک دفعہ پڑھی، جنازے پر چار بار تکبیر پڑھی، اور قبر میں خربشت بنوائیں، یعنی قبر کی سطح سموار نہیں بنوائی اور یہ ساری باتیں جو مذکور ہوئیں، مکہ کی ہیں، پھر جب اُن کو مدینہ کی طرف ہجرت کا فرمان آیا، تو وہاں پر (یعنی مدینے میں) آنحضرت نے ہاتھوں کو نماز میں کھولے رکھا، مسح ننگے پیروں پر کر لیا، اقامت دو بار پڑھی، جنازے پر پانچ بار تکبیر پڑھی اور قبر میں چار سر بنوائیں، اور فرمایا:-

” بُعِثْتُ بِالْقَوْلِ دُونَ الْفِعْلِ مِنْ بَدءِ أَمْرِئِ شَقَرٍ
أُمِرْتُ بِإِقَامَةِ الْأَعْمَالِ مَبْنِيَّةً عَلَى الْقَوْلِ
وَهُوَ الْإِخْلَاصُ۔

میں اپنے کام کے شروع میں عمل کے بغیر قول کے ساتھ بھیجا گیا ہوں پھر مجھے قول پر بنی اعمال کو قائم کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے، اور بس اخلاص یہی ہے۔“

اس کے بعد مدینہ میں منزید اکتیس رکعت نماز نازل ہوئی، اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے انیس رکعت کو اس مکہ والی پانچ وقت نماز پر تقسیم کی، اور اس کو تطوع کہا، یہاں تک کہ پنج وقت نماز اکاون رکعت کی ہوتی، اور باقی بارہ رکعت نماز کو تہجد کہا، اور وہ نمازات میں پڑھی، اور رات کے وقت پڑھنے کے لئے فرمایا، پھر مدینہ میں اُتری ہوئی اکتیس رکعت نماز کی ان اُنیس رکعت میں سے چار رکعات کو نمازِ پیشین پر رکھیں، دو رکعت فریضہ سے پہلے اور دو رکعات فریضہ و سنت کے بعد، جس سے نمازِ پیشین مکمل چودہ رکعت ہوتی، چار رکعات نمازِ دیگر پر رکھیں، فریضہ سے پہلے، جس سے وہ آٹھ رکعت ہوتی، چار رکعت نمازِ شام پر رکھیں، فریضہ اور سنت کے بعد، جس سے وہ نو رکعات ہوتی، چھ رکعات نمازِ خفتن پر رکھیں، چار رکعات فریضہ سے پہلے اور دو رکعات فریضہ و سنت کے بعد اور ایک رکعت بچی جس کا دو حصہ کر دیا اور اس کو وتر کے بعد رکھی، اور تطوع کی انیس رکعتوں میں سے اس ایک رکعت کو بیٹھ کر پڑھی، اور اس کو ایک رکعت شمار کرنے کے لئے فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے۔

” رَكَعَاتٍ مِنْ جُلُوسٍ بغيرِ عِلَّةٍ تَقُومَانِ بِرَكَعَةٍ
مِنْ قِيَامٍ۔

بلا غدر بیٹھ کر پڑھی ہوئی دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھی ہوئی ایک رکعت کے برابر ہے۔ اور باقی بارہ رکعت نمازات کے وقت پڑھنے کے لئے فرمایا،

چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا:-

”عَلَيْكُمْ بِصَلْوَةِ الْيُسْرِ“ (تین دفعہ یوں فرمایا، یعنی تمہارے ذمہ ہے، رات کی نماز کا پڑھنا، یعنی وہ بارہ رکعات، جو تطوع کی اکتیس رکعات میں سے ۱۹ رکعتیں مکہ والی نمازوں پر تقسیم کرنے کے بعد باقی رہی ہیں، پس نمازِ پیشین چار درجوں میں ہے؛ دو رکعت فریضہ، دو رکعت مقرونہ، چھ رکعت سنت اور چار رکعت تطوع، نمازِ دیگر تین درجوں میں ہے، دو رکعت فریضہ، دو رکعت مقرونہ اور چار رکعت تطوع، نمازِ شام چار درجوں میں ہے، دو رکعت فریضہ، ایک رکعت مقرونہ، دو رکعت سنت اور چار رکعت تطوع فریضہ کے بعد، نمازِ خفتن چار درجوں میں ہے؛ دو رکعت فریضہ، دو رکعت مقرونہ، دو رکعت سنت اور چھ رکعت تطوع، چار رکعت فریضہ سے پہلے اور دو رکعت سنت کے بعد، اور وتر تین رکعت ہے اور وہ وتر کے بعد کی ایک رکعت جو بیٹھ کر دو رکعت کی صورت میں پڑھی جاتی ہے وہ تطوع ہی ہے، تمام نمازوں کے بعد صبح کی نماز دو درجوں میں ہے؛ دو رکعت فریضہ اور دو رکعت سنت، اور رات کی نماز ایک درجے میں ہے، اور وہ تطوع ہی ہے، اور تریٹھ رکعت نماز کے مجموعے میں سے تیس رکعات مکئی ہیں اور اکتیس رکعات مدنی ہیں، اور رسول علیہ السلام نے فرمایا، کہ جو شخص ان نمازوں کو پڑھے اور ان کی تاویل سمجھے تو اس کا اسلام مکمل ہو گا۔ اس حقیقتِ حال کی دلیل یہ ہے، کہ چھوٹے بچے اور اُس بوڑھے (پر نماز واجب نہیں) جس کے تیس دانت (میں سے سب کے سب، نہ ہوں، جو انتہائی کمزوری کی علامت ہے، تو وہ بچہ اور بوڑھا نماز کی حد میں نہیں ہیں، اور وہ اس سے عاجز ہیں) کیونکہ بڑھاپا عملی کمزوری کی مثال ہے اور بچپن علمی عاجزی کی مثال ہے، پس ثابت ہو کہ جس طرح عملی قوت کے بغیر نماز ہو نہیں سکتی، اسی طرح علمی طاقت کے بغیر بھی نماز درست نہیں۔

پس اُمت کا ایک گمراہ اُن تیس رکعات پر ٹھہرے رہا، جو مکہ میں نازل

ہوتی تھیں، اور انہوں نے اس کے معنی نہیں سمجھا، اور نہ اس کے لئے انہوں نے کوشش کی، وہ جُراہوں وغیرہ کے ساتھ پاؤں پر مسح کر لیتے ہیں، جنازے پر چار بجیر میں پڑھتے ہیں، قبریں خرابت بناتے ہیں، نماز میں ہاتھ سامنے سے باندھ لیتے ہیں، اقامت ایک بار پڑھتے ہیں، اور اس کے معنی نہیں جانتے ہیں، اور نہ اس کی جستجو کرتے ہیں، اور دوسرے گروہ نے جو کچھ اس کے بعد نازل ہوا، اسی کو قبول کر لیا، اور انہوں نے اس کی حقیقت تلاش کی اور ان کو مل گئی، اور تمام گروہ اپنے اپنے راستے پر چل رہے ہیں، تاکہ کل روز قیامت، ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے۔

پس ہم بتائیں گے، کہ ان سب میں فریضہ کی نماز میں پانچ وقت میں دس رکعات ہوتیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سفراور بیماری میں پانچ وقت نماز میں سے وہی فریضہ کی دس رکعات ہوتی ہیں، جن کو پڑھی جاتی ہیں اور چھ مقرونہ ہیں، جن کو ساقط کر دی جاتی ہیں، دو نماز پیشین میں، دو نماز دیگر میں، اور دو نماز خفتن میں، اور باقی دس رکعات فریضہ میں، جو پڑھی جاتی ہیں، اور ہم کہہ چکے ہیں کہ چھ مقرونہ کو ساقط کر دینا چاہئے، اور ایک مقرونہ کو ساقط کرنے کی رخصت نہیں، اور وہ نماز شام کی مقرونہ ہے، کیونکہ اس میں فریضہ کی وہ دونوں رکعتیں سفراور بیماری میں مقرونہ کی اس رکعت سے مکمل ہو جاتی ہیں، جس کی تاویل اس کتاب میں اس سے پیشتر بتائی گئی، اور اس بات کی دلیل، کہ یہ سات مقرونہ فریضہ میں سے نہیں، یہ ہے کہ وہ دس رکعات جو فریضہ میں سب کی سب الحمد اور سورے کے ساتھ ہیں، اور وہ سات رکعات جو مقرونہ ہیں، صرف الحمد کے ساتھ ہیں، اور فریضہ کی ان گیارہ رکعات کا اشارہ سورہ یوسف میں آیا ہے،

قوله تعالى:-

” اذ قال يوسف لابي له يا بئ ائني رايت احد عشر
كوكبا والشمس والقمر رايتهم لي ساجدين (١٢١)،

یعنی جیب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابائیس نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے جو مجھے سجدہ کرتے تھے، یعنی ناطق، اساس اور گیارہ جتوں نے امام زمان کی اطاعت کی دیکونکہ فریضہ کی مذکورہ گیارہ رکعات اور گیارہ جتوں کی مثال گیارہ ستارے ہیں، اور سنت و نافعہ نیز اساس و ناطق کی مثال چاند اور سورج ہیں۔



Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

Knowledge for a united humanity

اللہم صل علی محمد و آلہ
صلی اللہ علیہ و آلہ
و سلم

لے : اصل ہذا کے اس مقام پر تاسخ نے عبارت غلط لکھی تھی، اس لئے قیاس اور
مفہوم سے کام لیا گیا۔ (مترجم)

کلام - ۲۲

نماز جمعہ کی تاویل کے بارے میں

خدا نے تعالیٰ کی توفیق سے ہم بیان کر رہے ہیں، کہ نماز جمعہ ناطق پر دلیل ہے، اس لئے کہ روز جمعہ سات دنوں میں سے ایک ایسا دن ہے، جس میں لوگ ایک جگہ پر جمع ہو جاتے ہیں، جس طرح ناطق (حضرت محمد صلعم) سات اماموں میں سے ایک ایسے امام ہیں، جن سے پہلے چھ امام گزر چکے ہیں اور وہ ان سب کے مراتب کا جامع ہیں، اور اس دن کو "يَوْمُ الْجُمُعَةِ" اس لئے کہتے ہیں، کہ اس روز امت کے سب لوگ ایک جگہ پر جمع ہو جاتے ہیں، جس طرح تمام پیغمبروں اور اماموں کے مراتب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہوئے کہ روز جمعہ انہی کی دلیل ہے۔

Knowledge for a united humanity

نماز جمعہ دو رکعت ہے، اور اس میں دو خطبے پڑھتے ہیں، اس کی تاویل یہ ہے کہ ناطق لوگوں کو چار اصول دین کی طرف بلا تے ہیں، اس میں خطبہ پہلے اور نماز بعد میں پڑھتے ہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ ناطق پہلے دو روحانیوں (یعنی عقل کل و نفس کل) سے آگاہ ہوتے، پھر انہوں نے دو جسمانیوں کو یعنی اس اس اور امام کو قائم کر دیا، اور جمعہ کے دن خطیب کا ہر زینے پر کچھ وقفہ کھڑا رہتا ہوا منبر پر چڑھتا، اس بات کی نشاندہی ہے کہ ناطق مستجیبی کے درجے سے بلند ہو کر ماذونی کے درجے پر پہنچے، درجہ ماذونی سے درجہ داعی مگر کی ہیں، درجہ داعی مگر کی

کلامِ نبوی
مکتبہ المدینہ
لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ

سے درجہِ تجتبیٰ میں، درجہِ تجتبیٰ سے درجہِ امامت میں، اور درجہِ امامت سے درجہِ نبوت میں پہنچے، اور آپ نے ہر درجے میں ظاہر و باطن دونوں پر تحقیقت عمل کیا، یہاں تک کہ علم و عمل دونوں کے ذریعہ تمام مراتب سے گزر گئے۔

خطیب کا منبر پر کھڑا ہونا، ناطق کے اپنے مرتبے میں پہنچ جانے کی دلیل ہے، اور خطیب کا منہ مشرق کی طرف کر لینا ناطق پر دلیل ہے، کہ آپ نے اپنا منہ عقلِ کُل کی طرف کر لیا، جو توحید کا مشرق ہے، اور منبر پر خطیب کا خطبہ پڑھنا عقلِ کُل کے ساتھ ناطق کے مخاطبہ (یعنی گفتگو) کرنے کی مثال ہے، جس میں پہلا خطبہ ناطق کے عقلِ کُل پہنچانے پر دلیل ہے اور دوسرا خطبہ ناطق کے نفسِ کُل پہنچانے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے پر دلیل ہے، اور دو خطبوں کے بعد منبر سے خطیب کا اتر آنا اُن روحانی مخاطبتوں کو عربی زبان میں ناطق کے جسمانی کر دینے کی مثال ہے، جو عقلِ کُل اور نفسِ کُل سے ان کو حاصل ہوئیں، اور سُننے والوں کے لئے نزدیک کر دینے پر دلیل ہے۔

پھر قوم کے لئے خطیب کا پیش نماز ہونا، اور اُن کی طرف پیٹھ کر دینا، اُن روحانی باتوں کو ناطق کے پوشیدہ کہنے پر دلیل ہے، یعنی ناطق نے دو طرفہ بات کی، جس طرح پیش نماز دوسری طرف منہ کیا ہوا ہے (یعنی پیش نماز جو کچھ پڑھتا ہے، اُس کا دو طرفہ اطلاق ہوتا ہے، ایک اعتبار سے آگے کی طرف کر وہ سامنے کو منہ کیا ہوا ہے، اور دوسرے اعتبار سے پیچھے کی طرف، کہ وہ اُس قوم کا پیش نماز ہے، یہ ناطق کی مثال ہے، جس کی تعلیم ظاہر اور باطن کے درمیان دو طرفہ ہے، اور نماز جمعہ میں پہلے تو خطبہ پڑھا جاتا ہے اور نماز اس کے بعد پڑھی جاتی ہے، یہ دلیل ہے عالمِ بالا سے ناطق کے علم حاصل کرنے پھر اُسے لوگوں تک پہنچانے پر۔

دوسرے اعتبار سے روزِ جمعہ امامِ برحق پر دلیل ہے، کیونکہ وہ مستحب سے درجہ ہنعمت پر ہیں، جس طرح ناطق امام سے درجہ ہنعمت پر ہیں (یعنی امامِ اول، آدم)

نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام، اور دوسرے درجے یہ ہیں؛ متجیب
 ماذون مطلق، داعی محدود، داعی مطلق، حجت جزائر، حجت اعظم اور امام درجہ ہفتم ہیں
 اور یہ سات درجے امام تک پہنچ جانے کے لئے ہیں، جس طرح ناطق یعنی حضرت
 محمدؐ مذکورہ اماموں کے درجات کا جامع ہیں، اور اُن سات درجات میں سے
 بات کرنے والا دراصل امام ہی ہیں، جبکہ وہ کسی کو سنانا اور بتانا چاہیں، کہ حق
 کا راستہ یہی ہے، جس طرح سات اماموں میں سے امام ہفتم (یعنی حضرت قائم
 علیہ السلام ہر بڑے دور کے انیر میں، ظاہر ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ظاہر کر
 دیتے ہیں اور از سر نو نبوت و شریعت رکھتے ہیں۔

اگر نماز جمعہ مسجد میں ہوئی تو دو رکعت میں پڑھتے ہیں، اور اگر مسجد سے باہر
 ہوئی تو چار رکعات میں پڑھتے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ دو خطبے جو خطیب پڑھتا ہے،
 دو روحانیوں سے ناطق کے مخاطبہ کرنے پر دلیل ہیں، اور دو رکعت نماز بھی جو تنہا
 الحمد کے ساتھ ہے، دو روحانیوں کی نشاندہی کرتی ہے نیز جامع مسجد درجہ امام کے
 تحت ظاہری اجتماع پر دلیل ہے، لیکن یہ ظاہر میں کرنا چاہئے، دو رکعت نماز جو
 الحمد اور سورے کے ساتھ ہے جمانیوں اور اہل ظاہر پر دلیل ہے، اور مسجد سے باہر
 چار رکعت پڑھتے ہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ ایسے جزیرے میں جہاں اہل ظاہر
 موجود ہوں، امام کی یاد اور فرمانبرداری ظاہر اور باطن دونوں طرح سے کرنی چاہئے،
 کیونکہ چار رکعات دو روحانیوں اور دو جسمانیوں پر دلیل ہیں، اور دو خطبوں کا
 پڑھنا اساس اور حجت پر دلیل ہے، جو تاویل کے مالک ہیں، اور دو رکعت ناطق
 اور امام کی دلیل ہیں، کیونکہ وہ ظاہر شریعت کی تالیف کے مالک ہیں۔

کلام - ۲۳

عید الفطر اور اس کی نماز کی تاویل کے بارے میں

روزہ کھولنے والوں کی عید اساس پر دلیل ہے، اس لئے کہ عید ہی کی وجہ سے لوگ کھانے پینے کی ممانعت اور کمزوری سے چھٹکارا پاتے اور طاقت درپختے، اسی طرح اساس ہی کے ذریعے مومنین کو علمی کمزوری سے نجات ملی اور (روحانی طور پر) طاقت ور ہوتے، جبکہ انہیں تنزیل کے ساتھ تاویل حاصل ہوتی، روزہ رکھنے والا دین میں خاموش رہنے والے کی مثال ہے، اور روزہ کھولنے والا بولنے والے کی مثال ہے، پس علم و دانش کی بدولت یہ خاموش رہنے والے بولنے والے (یعنی دعوت کرنے والے) بن گئے، جس طرح عید کی بدولت روزہ دار رجب چاہیں، کھانا کھانے والے ہوئے۔

ناطق نے جو فرمایا کہ تیس دن روزہ رکھنے کے بعد عید کے دن روزہ دار جمع ہو جائیں، اور خوشی منائیں، یہ مومنین کے لئے اشارہ ہے کہ جن تیس حد کو وہ مان رہے تھے، ان کو اساس کی تاویل کے ذریعے پہلنے کے بعد وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس پر خوشی کریں، اور جب اساس سے مومنین کی جانوں کو تاویل ملی جو خوشی کی مثال ہے، تو خوشی کرنی واجب ہے، وہ تیس حد دیر ہیں۔

اور اساس کی دعوتِ ظاہر نہیں، اور اقامتِ باطن (تاویل) کی دلیل ہے، اور اس کی تاویل کی پھر تاویل نہیں، اور اس عید کے دن کی نمازِ خطبہ سے پہلے ہے، اور خطبہ دلیل ہے روحانیوں سے کلام اور مخاطبہ کرنے پر، پس خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا اساس پر دلیل ہے، کیونکہ وہ پہلے تو ناطق کی شریعت اور جسمانی باتوں میں پلے ہوتے ہوتے ہیں، پھر ان کو ناطق روحانیوں کی تائید سے بہرہ ور کر دیتے ہیں، جب خطیب نماز پڑھتا ہے تو مغرب کی طرف منہ کرتا ہے، اور جب منبر پر چڑھتا ہے تو مشرق کی طرف منہ کر کے خطبہ پڑھتا ہے (ناطق علیہ السلام اس سے، یہ ظاہر کر دیتے ہیں، کہ جب اساس ناطق کی شریعت میں مکمل ہوئے تو انہوں نے عقلِ کل کی طرف منہ کر سکا جو نورِ توحید کا مشرق ہے، یہی ہے روزہ کھولنے والوں کی عید کی تاویل۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

Knowledge for a united humanity

اللہ اعلم بالصواب
مکتبہ المدینہ
لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ

کلام - ۲۲

عیدِ قربان کی تاویل کجاے میں

خدا نے تعالیٰ کی توفیق سے ہم بیان کر دیتے ہیں، کہ یہ عید قائم قیامت علیہ فضل ائمتہ والسلام پر دلیل ہے، کیونکہ انہی کے ذریعہ شریعت کا باطن آشکارا ہو گا، اور مومنین لاعلمی کے رنج سے چھٹکارا پائیں گے، اور اس عید کے دن، جو اس دو جہان کے بزرگوار کی مثال ہے، لوگوں پر واجب ہوتا ہے، کہ خوشی کریں اور پوشیدگی سے منظر عام پر آجائیں، اس لئے کہ جس طرح اُس روز لوگوں کو پوشیدگی سے منظر عام پر آنا چاہئے، اس طرح قائم علیہ السلام، روز کو پوشیدگی سے ظاہر اور آشکار کر دیں گے، اس دن کو "ضحیٰ" کہتے ہیں، اور لفظ "ضحیٰ" کے چار حروف ہیں جس طرح قائم علیہ السلام کے نام کے چار حروف ہیں، اور اس عید کی نماز کی (بھی) اذان اور اقامت نہیں، اس لئے کہ قیامت کے مالک کی دعوت ظاہر و باطن نہیں ہے، بلکہ دعوت ظاہر ناطق کی اور دعوت باطن اساس کی ہے، اور قائم علیہ السلام تو ہر شخص کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ دینے والے ہیں، اور اس (عید) کا خطبہ بھی نماز کے بعد ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ، قائم علیہ السلام پہلے تو شریعت میں پرورش پائے ہوئے ہوں گے، اس کے بعد وہ اپنی مرتبت پر متمکن ہوں گے، اور حق کو ظاہر کر دیں گے، نطقاً، اُحس اور اُئمہ پر (اپنی اپنی) اُمت کے ظالموں، فرعونیوں، اور ابلیسیوں سے جو کچھ گزرا ہے، وہ سب اس

کا انصاف چاہیں گے۔

اس بات کی تادیل کہ اس عید کے روز نماز سے پہلے تکبیر پڑھی جاتی ہے، یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی توحید اور عظمت حضرت قائم کے ذریعہ ظاہر ہوگی، اور اس میں پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں، جس کی تادیل یہ ہے کہ پانچ جہانی حدود (ناطق، اساس، امام، حجت، اور داعی) سے اس عالم میں بھی ہر وقت مومنین کو فائدہ پہنچے گا، اور قائم علیہ السلام کے نور کی طاقت سے مومنین اس عالم (یعنی عالم ہالا) تک پہنچ سکیں گے، اور تکبیریں مثال ہیں، مومنوں کی خوشی اور منافقین و اعدای دین برف قائم علیہ السلام کی فتح یابی کی، اور قربانی اُن عہدوں پر دلیل ہے جو ناطق سے لے کر مسیح تک لئے جاتے ہیں، جن سے بندے کو خدا تعالیٰ کے امر کی نزدیکی ہوتی ہے، چنانچہ ناطق کی قربانی اساس ہیں، جنہوں نے ناطق کا عہد لیا ہے، اسی طرح اساس کی قربانی امام ہیں، امام کی قربانی حجت ہے، حجت کی قربانی داعی ہے، اور داعی کی قربانی مازون و مسیح ہیں، اونٹ ناطق پر دلیل ہے، گائے اساس پر دلیل ہے اور بھیڑ امام پر دلیل ہے، عید اضحیٰ کی تادیل یہی ہے۔

اللہ اعلم بالصواب

اسی طرح کے دوسرے پانچ رکوع کرتا ہے، پھر سجدے میں جاتا ہے اور دوسرے کر کے تشہد کے لئے بیٹھتا ہے، اور التعمیات پڑھتا ہے اور سلام پھیرتا ہے، مذکورہ دس رکوع کے سلسلے میں (نمازی، جب کسی جفت رکوع پر پہنچتا ہے، تو قنوت پڑھتا ہے پانچ دوسرے رکوع میں ٹھہر کر قنوت پڑھتا ہے، اور اسی طرح چوتھے، چھٹے، آٹھویں اور دسویں رکوع میں ٹھہر کر قنوت پڑھتا ہے۔

جس کی تاویل یہ ہے کہ سورج ناطق کی مثال ہے، جبکہ ناطق کا زمانہ ہو، اور امام کی مثال ہے، جبکہ امام کا زمانہ ہو، اور چاند اساس کی مثال ہے اپنے زمانے میں (یعنی ناطق کے زمانے میں، اور حُجَّت کی مثال ہے اپنے مرتبے میں (یعنی امام کے زمانے میں، اور گمر بن مثال ہے، دشمنوں کے غلبے سے ان مراتب پر کوئی رنج و ستم آنے کی، جس کی وجہ سے نورِ توہید مومنوں کی جانوں سے منقطع ہو جاتا ہے، جس طرح گمر بن کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی اجسام سے منقطع ہو جاتی ہے، اور دو رکعت نماز دلیل ہے ظاہر و باطن کی یعنی اُس وقت جبکہ امام ستور ہو جاتا ہے، ظاہر اور باطن دونوں کی نگاہ بگہداشت کرنی چاہئے۔

پہلی رکعت کے پانچ رکوع میں ٹھہرنا پانچ حدودِ روحانی پر دلیل ہے، جو اول، ثانی، جد، فتح اور خیال ہیں (یعنی عقل کُل، نفس کُل، اسرافیل، میکائیل اور جبرائیل، اور اس بات کی تاویل کہ نمازی رکوع کے لئے جھکتا ہے اور دُور کی نمازوں کی طرح، سجدے میں نہیں جاتا، یہ ہے کہ داعی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پانچ حدودِ زمانے کے، مالک سے دور رہے ہیں، نیز امام اور ناطق تک سانس بھی ہو نہیں سکتی، کیونکہ سجدہ انہی پر دلیل ہے، لیکن اساس کی تاویل کے ذریعے ان حدود کو پہچان لیا جاسکتا ہے، کیونکہ رکوعِ رُفٰی نفسہ انہی پر دلیل ہے۔

دوسری رکعت کے پانچ رکوع میں ٹھہرنا پانچ حدودِ جسمانی پر دلیل ہے، جو

ناطق، اساس، امام، حجت اور داعی ہیں، اور نمازی کا رکوع پر ٹھکنا پھر سیدھا ہو جانا، ناطق اور امام کے نزدیک جا کر پھر اسی تکلیف کی طرف واپس آنے کا اشارہ ہے اور بیٹھنے کے بعد شہد پڑھنا مومن کو انیورسٹی قرار ملنے کی دلیل ہے، اور امام کے کام پھر سے جاری ہونے کی دلیل ہے، اور اُس سے نور توحید ظاہر ہونے پر خدا کے لئے مومن کی شکر گزاری کی دلیل ہے، جس طرح مگر، ہن کے بعد سورج اور چاند ظاہر ہو جاتے ہیں اور اُن کا نور زمین پر پہنچتا ہے (یہی مثال روحانی زمین کی بھی ہے، اور روحانی زمین دعوتِ حق ہے۔



Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

Knowledge for a united humanity

کلام - ۲۶

نمازِ جنازہ کی تاویل کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر رہے ہیں، کہ اس نماز کی اذانِ اقامت نہیں ہے، الحمد اور سورہ پڑھنا بھی نہیں، صرف دُعا و صلوات ہے، اور رکوع و سجود بھی نہیں، اور ایک ہی سلام کے بعد اس سے فارغ ہو جانا چاہئے کہ (وہ سلام) دائیں طرف پھیرا جاتا ہے۔ اس نماز میں پانچ تکبیریں ہیں، اور ہر دو تکبیروں کے درمیان صلوات ہے، اگر مرد کے جنازے پر نماز پڑھنی ہو، تو پیش نماز اس کی چھاتی کے پاس کھڑا ہوتا ہے، اور اگر عورت کے جنازے پر نماز پڑھنی ہو، تو اس کے سر کے پاس کھڑا ہوتا ہے۔

اب مذکورہ اشارات کی تاویل بتائی جاتی ہے، پہلے تو ہم یہ بتائیں گے کہ جس طرح لوگ جسمانی موت کے بعد اس دُنیا سے فانی کی شہوانی لذتوں سے دور ہو جاتے ہیں، اور اُس جہانِ باقی (پائندہ) میں جاتے ہیں، اسی طرح مومن اپنے مالک (امام زمانؑ) کے فرمان کے بموجب روحانی موت (یعنی ریاضت اور مکاشفہ) کے بعد کثیف ظاہر سے، جو اس جہان کی مثال ہے، چھٹکارا پاتا ہے، چنانچہ مرنے پر نماز پڑھی جاتی ہے، اور اس کو قبر میں دفنایا جاتا ہے، جس کی تاویل ہے، اُس مومن کو دعوتِ حق (یعنی روحانی معجزانہ دعوت) کا سنانا، جس کا نفس جسمانی خواہشات سے مرچکا ہے، تاکہ وہ ایک درجے سے دوسرے درجے میں

عروج کر جاتے، جس طرح انسان جسمانی موت کے بعد اس ناپائیدار جہان سے اُس پائیدار جہان میں پہنچ جاتا ہے۔

اس بات کی تاویل کہ اس نماز کی اذان اور اقامت نہیں ہے اور نہیں کہنی چاہئیں، یہ ہے کہ مومن جب ظاہر و باطن کی حفاظت اور عمل کر چکا ہوتا ہے، جس کی مثال اذان اور اقامت ہے، تو اس کو علم تاویل میں ایک درجے سے دوسرے درجے میں اٹھایا جاتا ہے۔

اس بات کی تاویل کہ اس نماز میں قرآن نہیں پڑھا جاتا، یہ ہے کہ الحمد اور سورہ حدودِ جسمانی پر دلیل ہے، جن کے متعلق مذکورہ مومن کو تو فریضہ جکی ہے، اور اس بارے میں اُس کو پھر کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں، بجز آنکہ اس کو حدودِ دین کا کوئی درجہ دینا ضروری ہوا ہو یعنی ہر مومن کو جسمانی حدود کی معمولی شناخت اور ریاضت کے بعد روحانی طور پر آگے بڑھا دیا جاتا ہے مگر جب اُس سے ماذونی، داعی گمری، اور جہتی کا کام لینا مقصود ہوا، تو اُس کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ پھر ایک بار جسمانی حدود کی شناخت بھی کرائی جاتی ہے۔

اس نماز میں دُعا و صلوات پڑھنے کے معنی ہیں، داعی کی گواہی کے ذریعہ اُس متجیب کی مرتبت کو روحانی حدود پر ظاہر کرنا، تاکہ وہ اس کو اپنا جسرو وجود بنائیں۔

اس نماز میں رکوع اور سجود نہیں، یہ اشارہ ہے کہ وہ متجیب حجت کی فرمانبرداری کی صورت میں روحانی رکوع کر چکا ہے، امام کی فرمانبرداری کی صورت میں روحانی سجدہ کر چکا ہے، اور اب وہ امام و حجت کے ظاہر و باطن پر عمل کر رہا ہے۔

اس نماز میں صرف دائیں طرف سلام پھیرا جاتا ہے اور بائیں طرف سلام نہیں پھیرا جاتا، جس کی تاویل یہ ہے کہ دائیں طرف سلام پھیرنا مطلق کے ظاہر

الذی یقیناً فیہ الحقیقۃ
وہو الذی یقیناً فیہ الحقیقۃ
وہو الذی یقیناً فیہ الحقیقۃ

کو قبول کرنے کی دلیل ہے، اور بائیس طرف سلام پھیرنا اساس کی تاویل کو قبول کرنے کی دلیل ہے، اور نماز جنازہ میں جو بائیس طرف سلام نہیں پھیرا جاتا، اس سے داعی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس نارسیدہ مومن نے ظاہر کو تو پوری طرح سے قبول کیا ہے لیکن باطن کو ابھی پوری طرح سے حاصل نہیں کیا ہے، اور سلامتی کے ساتھ گزر گیا، جس طرح اس کا ظاہر سلامتی کے ساتھ گزر گیا، اسی سبب سے نماز جنازہ میں بائیس طرف سلام نہیں پھیرا جاتا ہے۔

جو اس میں تکبیر ظاہر کر کے پڑھتے ہیں اور ہر تکبیر کے بعد پوشیدہ دُعا پڑھتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ اس مومن کو روحانی طور پر مرنے سے پہلے نفسانی طور پر مر چکا ہے، پانچ حُدود کا نشان بتایا جاتا ہے، کیونکہ ظاہر تکبیر جسمانی حُدود کا نشان ہے، اس لئے کہ وہ آشکار ہیں، یعنی ناطق اسائن امام، حجت اور داعی، اور وہ پانچ دعائیں جو تکبیروں کے درمیان پوشیدہ طور پر پڑھی جاتی ہیں، پانچ روحانی حُدود کی دلیل ہیں، کیونکہ وہ حواس کے ذریعہ پائے نہیں جاتے، بلکہ ان کے لئے زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اعتقاد رکھنا ہے۔

جنازے کا پیش نماز پانچ تکبیروں اور پانچ دعاؤں کے ساتھ داعی کی مثال ہے، جو یوں گواہی دیتا ہے کہ اس (نفسانی طور پر) مرنے والے مومن نے ان دس حُدود کو پہچانا ہے، اور یہ کہ پیش نماز جب مرد کے جنازے پر نماز پڑھائے تو اُس کی چھاتی کے پاس کھڑا ہوتا ہے، اور جب عورت کے جنازے پر نماز پڑھائے تو اس کے سر کے پاس کھڑا ہوتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے کہ دعوت کے سلسلے میں وہ شخص مرد ہو سکتا ہے جس نے روحانی حُدود پہچان لیا ہو۔

چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ (دوسری) نمازوں کی تکبیر میں مرد کو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے، کیونکہ اس کی روح کی غذا اس کے کانوں کے راستے سے

کلام - ۲۷

نماز کے آداب میں سے رکوع، سجود وغیرہ کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر میں گے، کہ نماز کی جب نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، تو اس سے یہ دکھانا مقصود ہے، کہ ناطق اور امام خدا تعالیٰ کے کام کے لئے صحیح معنوں میں کھڑے ہوتے ہیں، جس طرح میں یہاں کھڑا ہوا ہوں، اگرچہ وہ ویسی عبادت تو نہیں کر سکتا، جس طرح ناطق اور امام نے کی۔

نماز کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے اور محراب قبلے کی طرف ہوتی ہے، محراب اساس کی مثال ہے اور قبلہ قائم کی مثال ہے، اس کی تاویل یہ ہے کہ امام تائید کے فوائد اساس سے حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کو قائم (علیہ السلام) کی طرف دعوت کرتے ہیں۔

جو شخص نماز میں قبلے سے منہ پھیرے تو اس کی نماز درست نہیں، یعنی جو شخص خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری قائم (علیہ السلام) کی وساطت سے نہ کرے، تو خدا تعالیٰ اس کی فرمانبرداری قبول نہیں کرتا ہے۔

جب نماز کی تکبیر پڑھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کالوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے

اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے، تو اس اشارے سے وہ یہ بتاتا ہے، کہ خدا قائلے دس جسمانی اور رُوحانی حدود سے بہت بڑا ہے، یعنی وہ ان دو قسم کی مخلوق کی طرح دکھائی دینے والا اور نہ دکھائی دینے والا نہیں، چنانچہ دائیں ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں جس سے نمازی کی مُراد رُوحانی عالم اور پانچ رُوحانی حدود ہیں، اور بائیں ہاتھ کی بھی پانچ انگلیاں ہیں، جس سے نمازی کی مراد جسمانی عالم اور پانچ جسمانی حدود ہیں۔ نمازی جو ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتا ہے وہ اس سے یہ بتانا چاہتا ہے کہ ان (دس حدود) کا فائدہ دو قسم کے کانوں سے حاصل کرنا چاہئے یعنی سر کے کانوں سے بھی اور دل کے کانوں سے بھی۔

نمازی جو شمار پڑھتا ہے، تو (اس سے اُس کا مقصد) دو قسم کے اُصول دین (جسمانی و رُوحانی) کے ذریعہ باری سبحانہ سے تمام مخلوقات کی صفات کی نقی کرنا ہے (یعنی شمار میں حدود جسمانی و رُوحانی کی معرفت حاصل ہونے کے بعد باری سبحانہ کو تمام مخلوقات کی صفات سے برتر سمجھنے کا اشارہ ہے)۔ پس وہ پڑھتا ہے :-

”اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ط (۱۰/۶)“

میں نے مائل ہوتے ہوئے اپنا رخ اُس خدا کی طرف کر لیا، جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور اسی نے مرئی اور غیر مرئی حدود کو ایک پاک عبادت کی شناخت کرائی، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، اور تاویل میں آسمانوں سے مراد حدودِ علوی ہیں، اور زمین سے مراد نطقاء ہیں، یعنی وہ یہ کہتا ہے کہ ان حدود کو اُس خدا نے پیدا کیا ہے، جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، اور میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو حدودِ رُوحانی اور جسمانی کو خدا قرار دیتے ہیں۔

پھر کہتا ہے :-

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں آپ کے دل پہ لکھی جائیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“

اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا ایسا ہے کہ بس حمد اسی کی ہے، اللہ پانچ
حرف ہیں اور یہ عقل کُل کی تسبیح ہے، جو کہتا ہے کہ پاک ہے میرا پیدا کرنے والا
اس بات سے کہ وہ مجھ جیسا ہو۔ بِحَمْدِكَ نفس کُل کی تسبیح و تمجید ہے، جو
یوں کہتا ہے کہ تیری حمد کے ذریعہ یعنی حمد کی وساطت سے جو عقل کُل ہے، تمام
مخلوقات پیدا ہوئیں، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، نمازی کہتا ہے کہ بڑا بابرکت ہے
تیرا نام، اور اس نام سے وہ نفس کُل مراد لیتا ہے، کہ تو نے اُس کو پیدا کرنے کے اپنا
نام قرار دیا، یعنی عقل کُل اور نفس کُل کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کی عبادت ہو سکتی
ہے، کیونکہ خدا کے نام تو بحقیقت وہی ہیں، وَتَعَالَى جَدُّكَ، کہتا ہے کہ برتر
ہے تیرا جَد افرشتہ، کہ اس کے مقام تک ناطقوں کے سوا اور کوئی شخص پہنچ
نہیں سکتا، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ کہتا ہے کہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، کہتا ہے کہ میں
سُننے اور جاننے والا، خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے جو حق سے رازدہ کیا
گیاہ ہے، اس رازدہ شیطان سے اس کی مراد خدا کے ولی کا دشمن ہے۔
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اس کی تاویل اس سے پیشتر بتائی
گئی ہے۔

اس کے بعد الْحَمْد پڑھتا ہے، اور الحمد سات آیات پر ہے، جو سات
آئمہ کی مثال ہے، جن کے ذریعہ خدا کی نزدیکی طلب کی جاتی ہے۔
اس کے بعد کوئی دوسرا سورہ پڑھتا ہے، اور وہ تہتوں کی مثال ہے جو
اماموں کے تحت ہوتے ہیں، جن کی اطاعت امام کے فرمان کے بموجب
لازمی ہے۔

پھر رکوع کرتا ہے، جو اس کی دلیل ہے، کیونکہ اماموں اور تہتوں کے

لئے تائید اُسی سے ہے، اور رکوع وہ ہے جس میں نمازی اپنی کمر جھکا کر اپنے آپ کو ڈہرا کر دیتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دکھایا کہ میں دوسرا نانی ہوں ناطق کا، تاکہ میں اُس سے بل کر دو چند (دگنا)، ہو جاؤں گا۔

پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے، اور لفظ اَللّٰہ میں چار حروف ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے (جو اصول میں چوتھے ہیں، اپنی تاویل سے، ظاہر کر دیا ہے کہ، خدا چار اصولِ دین سے بہت بڑا ہے۔

رکوع میں تسبیح پڑھتا ہے، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَ بِحَمْدِهِ، یعنی پاک ہے میرا بزرگ و بزرگ پروردگار، اور اس کی حمد یعنی عقلِ کُل کے ذریعے سے ساری خلقت وجود میں آتی ہے، کیونکہ حمد عقلِ کُل ہے اور اس تسبیح سے نفسِ کُل کی بزرگی ظاہر کرنا مقصود ہے، کیونکہ اس کی تائید اسی سے ہے اور وہ اس عظیم عالم کی ترکیب کا مالک ہے۔

پھر سیدھا ہو کر کہتا ہے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" یعنی خدا نے اُس شخص کا بلانا اُن لیا ہے جو طریقِ عقل سے اُس کی تعریف و ستائش کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو پہچانتا ہے۔

تب سجدہ کرتا ہے، اور سجدہ ناطق پر دلیل ہے، کیونکہ اس کی امام اور حُجّت کو اُسی کے ذریعے تائید میسر ہوتی ہے، اور سجدہ کی کیفیت اپنے آپ کو زمین پر گرا دینا ہے، جس کی تاویل یہ ہے کہ جب ناطق کو (اسی دنیا ہی میں، عالمِ روحانی اور نفسِ کُل کی رویت (دیدار) حاصل ہوتی، تو اُس نے اپنے تمام اعتقادات کو بیک وقت نفسِ کُل کے حوالے کر دیا۔

زمین نفسِ کُل کی مثال ہے، کیونکہ تمام نفوس کا حامل وہی ہے، جس طرح زمین تمام اجسام کی حامل ہے۔

نیز سجدہ کی کیفیت اپنے آپ کو تہرا (بگنا) کر دینا ہے، جس کے معنی ہیں کہ ناطق عقلِ کُل اور نفسِ کُل کا تسلسل تھا، حالتِ سجدہ میں نمازی کا سر زمین پر ہوتا ہے

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

اور رکوع کرتے وقت ہوا میں ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں کہ اساسِ نفسِ کُلِّ کا فائدہ بالواسطہ حاصل کرتا ہے، اور ناطقِ نفسِ کُلِّ کا فائدہ بلا واسطہ حاصل کرتا ہے۔
 سجدہ میں وہ یہ تیسج پڑھتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ وَبِحَمْدِهِ" کہتا ہے کہ پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے برتر ہے، اور اُس میرا پروردگار سب سے برتر ہے اُس کی مراد عقلِ کُلِّ ہے، کیونکہ وہی توحید و دروہانی اور جسمانی سے برتر ہے، اور باری سبحانہ، و تعالیٰ اُس بات سے پاک ہے کہ وہ عقلِ کُلِّ جیسا ہو، جب وہ عقلِ کُلِّ جیسا نہیں، تو لازماً عقلِ کُلِّ سے نچلا کوئی درجہ (حد) اُس کے مشابہہ ہونے نہیں سکتا۔

رکوع ایک ہے اور سجدے دو ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ ناطق کو عقلِ کُلِّ اور نفسِ کُلِّ دونوں سے فائدہ حاصل ہے، اور اساس کو صرف نفسِ کُلِّ ہی سے فائدہ حاصل ہے۔

پھر دوسری رکعت میں سجدہ کر کے تشہد کے لئے بیٹھتا ہے، اور پہلی رکعت میں تشہد نہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ اس دنیا میں لوگوں کا قرار اساس کی تاویل پر ہے، اور ناطق کے ظاہر (تمنزیل) پر کوئی قرار نہیں، کیونکہ وہ تو ظاہر ہی کی بنا پر اختلاف میں پڑتے ہیں، اور اگر اُن کی رُوح اساس کے بیان کو حاصل کر سکے تو اسے سکون مل جاتا ہے، یہی سبب ہے کہ نماز کی پہلی رکعت ناطق پر دلیل ہے، دوسری رکعت اساس پر دلیل ہے، تیسری رکعت عقلِ کُلِّ پر دلیل ہے اور چوتھی رکعت نفسِ کُلِّ پر دلیل ہے۔

نمازِ شام کی دوسری رکعت میں بیٹھتا ہے، اور تیسری رکعت میں بھی بیٹھتا ہے، مگر پہلی رکعت میں بیٹھنا نہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ ناطق کے ظاہر کا قرار نہیں اور لوگوں کے قرار کا دار و مدار اساس ہی کی تاویل پر ہے، اس کے بعد لوگوں کا قرار امام زمانہ کی ہدایت ہے۔

پھر تشہد پڑھتا ہے، اور "الَّتِي حَيَاتُ" سات حروف ہیں، جس سے نمازی

بھی اُن کے مشابہہ نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بندگی بحقیقت وہی تھی، جو محمد علیہ السلام نے کی، اور پیغمبری بحقیقت وہی تھی جو محمد علیہ السلام نے کی۔

والسلام



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

لا اله الا الله
الله اعلم
بما لا تعلمون
والسلام
على محمد وآله
الطيبين الطاهرين
الذين هم
الانبياء
والمرسلين
والصالحين
والقانتين
والساجدين
والصالحين
والقانتين
والساجدين
والصالحين
والقانتين
والساجدين

کلام - ۲۸

زکوٰۃ اور اس لفظ کی تاویل کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ زکوٰۃ دینے سے مومن پاک ہو جاتا ہے اور اس کی رُوح بڑھ جاتی ہے، اس لئے کہ اس کی رُوح کا پاک ہونا اس کے جسم کے پاک ہونے پر ہے، اس کے جسم کا پاک ہونا اس کی غذا کے پاک ہونے پر ہے، غذا کا پاک ہونا مال کے حلال کرنے پر ہے اور مال کا حلال کرنا خدا کے حق کو اس مال سے جدا کرنے پر ہے، اور لوگوں سے خدا کے حق لینے کے حقدار اس کے رسول ہیں، اور آپ کے بعد وہ شخص ہیں جو آپ کے فرمان کے بموجب آپ کے جانشین ہوئے ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، قوله تعالى:-

” خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ

بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (۹۰:۴)“

اللہ تعالیٰ نے رسول سے فرمایا کہ ”آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے، جس میں ان کے مال اور جان کی پاکیزگی ہے، اور اس کے عوض میں ان کو صلوات دیجئے، کیونکہ آپ کی صلوات دعا، ان کے لئے باعث سکون ہے اور خدا کے لئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِهِٖ وَرَحْمٰتِكَ
وَبَرَکَاتِكَ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رَسُولِكَ وَأَقِمِ صَلَاةَكَ وَأَتِمِّمْ رَحْمَتَكَ

رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کے متعلق کسی بھی مومن کو کوئی شک ہی نہیں، پس تم سمجھ لو کہ جس نے رسول علیہ السلام کو زکوٰۃ دی تو آنحضرتؐ نے اس شخص کو صلواتِ رُعدا، دی اور جس کو یہ صلواتِ ملی تو اس کو سکون حاصل ہوا، اور تم یہ بھی سمجھ لو کہ جس نے آنحضرتؐ کو زکوٰۃ نہ دی، تو اس کو یہ صلواتِ نہ ملی، اور جس کو یہ صلواتِ نہ ملی تو اس کو سکون نہ ملا، اور اسی طرح یہ بھی سمجھ لو کہ جس نے آنحضرتؐ کو صدقہ دیا تو وہ پاک ہوا، اور اس کو رمال و جان کی برکت ملی، اور جس نے صدقہ نہیں دیا تو وہ پاک نہیں ہوا، اور اس کو برکت نہیں ملی، جس طرح خدا تعالیٰ نے اس ارشاد میں رسول علیہ السلام سے فرمایا کہ مومنین سے زکوٰۃ لے لیا کریں، اسی طرح قرآن کی بہت سی جگہوں پر ارشاد ہے کہ مومنین رسول علیہ السلام کو زکوٰۃ دے دیا کریں چنانچہ:

” وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (سہ)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو“ اور رسول علیہ السلام سے یہ حدیث آئی ہے جو فرمایا: ”مَنْعَ الزَّكَاةِ فِي النَّارِ“ یعنی زکوٰۃ کا منع کرنے والا آتش (دوزخ) میں ہے۔“

پس نماز نادار اور دولت مند ہر شخص پر واجب ہے، مگر زکوٰۃ صرف دولت مند ہی پر واجب ہے نادار پر نہیں، خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ نماز ہی کی طرح واجب کر دی، اس پر لوگوں کو آزمایا، دینے والوں کو بہشت کا وعدہ کر دیا، اُن کا نام پر ہیز گار رکھا، اور اس کے روکنے والے ناپاکوں کو عذاب سے ڈرایا، اور ان کا نام شقی یعنی بد بخت رکھا، اور فرمایا، قولہ تعالیٰ بہ۔

” فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى، وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِي تَتَّقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (۱۳۰-۱۲۸)

تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں، اس میں داخل نہیں ہو گا، مگر وہ بڑا بد بخت شخص جس نے (رسول کو) جھٹلایا اور اس سے روگردانی کی، اور

اس سے ایسا بڑا پرہیزگار شخص دُور رکھا جائے گا جو اپنا مال زکوٰۃ کے طور پر دیتا ہے۔"

قرآن میں جس زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفصیل فرمائی ہے، کہ کس مال سے زکوٰۃ دینی چاہئے اور کس مال سے نہیں دینی چاہئے، جس طرح آنحضرت نے نماز کی تفصیل فرمائی ہے اور ان تمام فریضوں سے وہ مثالیں مقصود ہیں جن کے تحت حکمتیں پوشیدہ ہیں، تاکہ لوگ مثالوں سے مشول پر دلیل لیں (یعنی جس حقیقت کی مثال دی گئی ہے، اُس حقیقت تک پہنچ جائیں، تاکہ خدا کے مقرر کردہ رہنماؤں کے ذریعہ دوزخ کی آگ سے بچ جائیں، جو شخص ظاہر پر عمل کرتے ہوئے باطن کی تلاش کرتا ہے اور معرفت کے بیان پر خدا تعالیٰ کو پہچانتا ہے تو وہ ناجی ہو جاتا ہے، اس لئے کہ لوگ دانش ہی کے ذریعہ خدا کے اولیاء کے ساتھ مل جاتے ہیں، اور زلمنے کے ابلیس دیو کے گروہ سے بچ سکتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا، تو خدا تعالیٰ نے بعض مالوں پر زکوٰۃ واجب کرتے ہوئے اور بعض مالوں پر واجب نہ کرتے ہوئے یہ کیوں چاہا کہ لوگ ان کے معنی جاننے کے لئے دین کے رہنماؤں اور علم یقین کے خزانہ داروں کے ساتھ مل جائیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام چوپایوں اور ہر قسم کے مال پر زکوٰۃ واجب کر دی مگر اس شخص پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں کی جو بقیعت ایک ہزار اشرفی سونے کے زیورات رکھتا ہے، اُس کی عمر بھر کے لئے، خواہ وہ سو سال تک یا اُس سے بھی زیادہ کیوں نہ جیتے اور جو شخص دوسو درم رکھتا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ نے پانچ درم زکوٰۃ کی صورت میں، قرض ٹھہرایا، جبکہ اس رقم پر ایک سال یا کچھ زیادہ عرصہ گزر چکا ہو، اور جو شخص پانچ ہرتے ہوتے اونٹ رکھتا ہے، تو اُس پر ہر سال ایک بھیڑ کا صدقہ دینا واجب کر دیا، اور اگر وہ بوجھ اٹھانے والے سو اونٹ رکھتا ہے، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں کی، نیز چرتی ہوتی گائیوں پر زکوٰۃ واجب کی گئی، مگر بیل اور گدھے پر (کوئی چیز) واجب نہیں کی، خواہ وہ کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں، جب

اللہ تعالیٰ نے ہر مال پر زکوٰۃ واجب فرمائی ہے تاکہ لوگ اس سے اپنے مال کو پاک کر سکیں اور اللہ تعالیٰ سے نیکو ہو سکیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

امرِ زکوٰۃ کا یہ حال ہے، جس کا ہم نے ذکر کر دیا، تو دانش مند پر واجب ہے کہ خدا کی حکمت کے خزانہ داروں سے اس حکمت کی تلاش کرے، جو ان فریمن میں پوشیدہ ہے، تاکہ جس کے ذریعہ وہ دائمی دوزخ کی آگ سے چھٹکارا پائے۔

رسول علیہ السلام نے بموجب امر الہی زکوٰۃ کی قسموں کی جو تشریح فرمائی ہے، ہم یہاں خداوند تعالیٰ و تقدس کی مہربانیوں سے اس کا بیان کر دیں گے، اور زکوٰۃ والی تمام جنسوں کو، ایک ایک کر کے دکھائیں گے، چنانچہ خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

” وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (۲۴۱)“

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ خدا تعالیٰ نماز کے ذریعہ ناطق کی اطاعت کے لئے فرماتا ہے، اس لئے کہ ناطق کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اس کی اطاعت کے بغیر خدا کی کوئی بندگی ہو نہیں سکتی، اور آنحضرت علیہ السلام انسانوں کی انتہا ہیں (اس معنی میں کہ تمام انبیاء اور اماموں کی اطاعت بھی انہی کے نام پر ہے، اور رسول علیہ السلام نے فرمایا:

” أَلْفَرُّقُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ -

کفر اور ایمان کے درمیان فرق (قطعی طور پر) نماز چھوڑ دینا ہے۔“ اور نماز اپنے خدا کی بندگی ہے، یعنی کافر اور مومن کے درمیان فرق اپنے خدا کی بندگی سے دست بردار ہو جانا ہے، اور زکوٰۃ اساس پر دلیل ہے، اس لئے کہ شکوک اور شبہات کی آلائشوں سے نفس کا پاک ہونا اساس ہی کی تاویل کی بدولت ہے اور زکوٰۃ کے معنی ”پاک“ کے ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے،

” قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹۱)“

یقیناً مستکار ہوا جس نے اُس (نفس) کو پاک کر لیا، پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے، کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ پھر اُمت پر لازم ہے کہ شریعتِ ناطق کے ظاہر کو قائم رکھے، اور اس کے باطن کو اساس کی تاویل کے ذریعہ سمجھ لے دیے

ہوتے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے مختصر معنی، اور شریعتِ ناطق کی تاویل یہ ہے، کہ (حدودِ دین میں سے) ہر ایک حد اپنے مافوق حد سے علمی فائدہ حاصل کر کے اپنے ماتحت حد کو پہنچا دیتا ہے، تاکہ اُس سے ناطق اور اساس کی اطاعت ہو سکے اور باطنی نماز و زکوٰۃ کو بجالا سکے، رسول علیہ السلام کی حدیث ہے جو فرمایا ہے:

” لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا يُؤْتِي الزَّكَاةَ - جو شخص زکوٰۃ نہ دے تو اُس کی نماز (مقبول نہیں)؛ یعنی جو شخص اساس کی اطاعت نہیں کرتا تو گویا اُس نے (بحقیقت) ناطق کی اطاعت نہیں کی۔ اس قول کے یہ معنی ہیں، کہ ناطق کی شریعت سر تا سر رموز، اشارات اور مثالوں کی حیثیت سے ہے، پس جو شخص رموز، اشارات اور مثالوں کے معانی اور مطالب نہیں سمجھتا، تو وہ (گویا ناطق کا) بے فرمان ہو جاتا ہے، اور اساس کی تاویل کے راستے کے بغیر ان معانی و مطالب تک پہنچ جانا ناممکن ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جو شخص اساس کی اطاعت نہیں کرتا، تو اس نے ناطق کی اطاعت نہیں کی، اور جو شخص ناطق کی اطاعت نہیں کرتا تو اس نے خدا کی اطاعت نہیں کی، اور جو شخص خدا کی اطاعت نہیں کرتا، تو وہ کافر ہے، پس رسول علیہ السلام کے اُس قول کا مطلب یہی ہے، جس میں فرمایا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے، تو اس کی نماز (مقبول نہیں)، اور جس کی نماز نہ ہو تو وہ کافر ہے، نیز اس حدیث کے معنی، جو فرمایا کہ زکوٰۃ کا منع کرنے والا آتش (دوزخ) میں ہے، یوں ہیں کہ جو مومن تاویل کو، جس میں اس کے نفس کی پناہ ہے، قبول نہ کرے، تو وہ اہل ظاہر کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے اور (بغیر باطن کے ظاہر اس کو قیامت کی آگ میں پہنچا دینے کا سبب ہے۔

زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہتے ہیں، یہ (زکوٰۃ) اُس تائید کی دلیل ہے جو عقلِ کل سے ناطقوں، اساسوں اور اماموں کو ملتی ہے، جس سے ان کے نفوس شکوک اور شبہات سے پاک ہو جاتے ہیں، یہ تائید دوسرے حدود کے سوا صرف انہی

کے لئے مخصوص ہے، کیونکہ یہ تو شک سے گزر کر یقین میں پہنچ چکے ہیں اور یہی زکوٰۃ مجتہدوں کو پہنچتی ہے، اور صدقہ تاویل پر دلیل ہے، جو داعیوں، ماذونوں اور مستحبوں کا حصہ ہے، اور زکوٰۃ جو تاویل ہے ان کا حصہ نہیں، لفظ "صدقہ" صدق سے نکلا ہے اور صدق کے معنی ہیں سچ بولنا، یعنی تاویل کے مالک کو سچا تسلیم دینا ہے، بالفاظ دیگر تاویل کے مالک کی تصدیق کرنی ہے تاکہ مؤمن کا نفس شکوک و شبہات سے پاک ہو جائے، اور تاویل ہی شریعت کی تصدیق کرتی ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ کوئی اور ہارون (علیہما السلام) کے قصے میں یوں فرماتا ہے: قولہ تعالیٰ بہ

فَاَرْسَلْنَاهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِيْ (۲۸/۳۴)

ارشاد ہوتا ہے کہ، کوئی نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ ہارون کو بھی میرے ساتھ مددگار بنا کر رسالت دے دیجئے تاکہ وہ میری تقریر کی تصدیق کرے گا، یعنی میری شریعت کی تاویل بتائے گا، تاکہ لوگ اس کی حقیقت سمجھیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا: اَنْتَ الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ = آپ ہی میری تصدیق کرنے والے ہیں سب سے بڑے، یعنی آپ ہی نے تاویل سے دانش مندوں کے لئے میری حقیقت کی تصدیق کر دی، پس اساس ہی نے ناطق کی انتہائی تصدیق کی، اور ناطق نے امیر المؤمنین علی سے فرمایا: اَخْتُ الصِّدِّيقِ الْاَكْبَرِ = یعنی آپ ہی میری تصدیق کرنے والے ہیں، سب سے بڑے، یعنی آپ میری تصدیق کرنے والے ہیں، جس طرح دوسرے تمام اساس اپنے اپنے وقت میں، ناطقوں کی تصدیق کرنے والے تھے، اور آپ تمام اساسوں سے بڑے ہیں، جس طرح میں سب پیغمبروں سے بڑا ہوں۔

پس ہم بتائیں گے، کہ محمد علیہ السلام میں حدودِ علوی کی طرف سے جو کچھ علم حقیقت ہے وہ سب "صدقہ" ہے، اس لئے کہ مومنین اس تاویل سے جو

اُن کو حاصل ہوتی ہے، رسول کی تصدیق کرتے ہیں، اور صدق کو اسی کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور اختلاف ختم ہو جاتا ہے، اور حدودِ دعوت میں سے ہر حد اپنے اوپر کے درجے کی طرف سے نچلے درجے کے لئے صدقہ ہے (چنانچہ امام کا صدقہ حجت ہے داعی کے لئے اور حجت کا صدقہ داعی ہے ماذون کے لئے، اور یہ حدود اپنے مافوق کی طرف سے جو کچھ قبول کرتے ہیں، تو یہ خدا کی طرف سے ان پر فرض ہے، جو ہر ایک کو فرمایا ہے، کہ اپنے مافوق کی اطاعت کرے، اور یہ حدود آٹھ درجوں میں ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، **تَوَلَّاهُ تَعَالَى**۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ
وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ (۹/۶۰)

صدقات تو صرف درویشوں کے لئے ہیں یعنی حدودِ ناطقوں کے لئے ہیں اور ناطقوں کو درویش اس لئے کہا کہ اس عالم میں کوئی شخص نہیں جس سے ناطقین علمی فائدہ لیتے ہوں، مگر وہ تو صرف حدودِ علوی کے درویش ہیں، یہی معنی ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں فرماتا ہے، **تَوَلَّاهُ تَعَالَى**۔

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (۲۱/۲۵)

اس قول کا ظاہر یہ ہے کہ، خدا تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا درویش لیا، اور خلیل کے معنی حاجت مند کے ہیں، کہ نفسِ کُل نے ابراہیم کو اپنا درویش لیا، یہی معنی ہیں جو اعرابی نے وصیت کی اور کہا،

” اِبْجَعُوا نَخْلِي فِي الْأَخْلِ الْأَقْرَبِ ” یعنی میرے نخلستان کو میری

قرابت کے اُس زیادہ محتاج کے نام پر کر دیتا۔ بس اتنا سا اہل ادب کے قول کا حوالہ دیا گیا۔

پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ خدا تعالیٰ نے صدقات میں محتاجوں کے بعد مسکینوں کا ذکر کر دیا، جس سے اللہ کی مُراد ہر

زمانے کے اساس ہیں، کیونکہ امت کی تسکین انہی کی تاویل سے ہوتی ہے اور فرمایا:-

” وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهِمَا (۹۶) ”

اور صدقات ان کے لئے ہیں، جو اس میں کام کرتے ہیں؛ جس سے اللہ کی مراد ائمہ (علیہم السلام) ہیں، اس لئے کہ ناطق نے کتاب اور شریعت کی تالیف کی، اور اساس نے رسول کے فرمان کے بموجب تاویل بتائی، اور (تالیف و تاویل)، دونوں اماموں کے حوالے کر دی گئیں، تاکہ وہ ان پر قیامت تک کام کرتے رہیں اور فرمایا:-

” وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ (۹۷) ”

یعنی اُن لوگوں کو جن کے دل ایک کر دیئے گئے ہیں، جس سے اللہ نے جنتوں کو چاہا، کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک کر دیا، جیسے اس نے ان کو (علم و حکمت سے) بہرہ مند کر دیا، جس سے وہ ایک ہوتے، اور انہوں نے تاویل اور بیان سے دعوت قائم کر رکھی، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، قَوْلَهُ تَعَالَىٰ:-

تَوَافَّقَتْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ (۹۸)

فرمایا ” اے محمد! اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین کے اندر ہے، تب بھی آپ ان کے دلوں کو ایک نہیں کر سکتے، لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈالی؛ یعنی اگر آپ ان کو دین کی زمین (دعوت) کے تمام تربیان کی تاویل کر دیتے، تب بھی وہ یک جا نہ ہوتے، اور ایک دوسرے کے مخالف ہوتے، مگر خداوند تعالیٰ نے تاویل کے ذریعے سے ان کے درمیان الفت ڈالی، اور فرمایا ” وَفِي الرِّقَابِ ” اس سے داعیوں کی طرف اشارہ فرمایا، کیونکہ وہی لوگ تو مومنوں کی گردن پر عہد کی ذمہ داری رکھتے ہیں، اور فرمایا؛ ” وَالنَّاعِمِينَ ” اور تفسیر میں غارین ایسے لوگوں کو کہتے ہیں، جن پر قرض ہو اور وہ اس کو نہ چکا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَنْزَلَ هَذِهِ السُّورَةَ
وَلَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

سکتے ہوں، اس سے خدا تعالیٰ کی مُراد ماذونانِ مطلق ہیں، کیونکہ ماذونِ مطلق ہی ایک ایسے فرزند کی پرورش کرتا ہے جو دوسرے کا ہے (یعنی ماذونِ محدود جو دراصل داعی کا فرزند ہے) اور یہ فرزند زیادہ سے زیادہ علم کا تقاضا کرتا ہے، ماذونِ مطلق اس کو علم سکھانے کا رنج اُٹھاتا ہے، اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے اس کو روحانی علم دیا ہے اس سے اس کی پرورش کرتا ہے، اور فرمایا: "وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ" اور خدا کے راستے میں۔ جس سے ماذونِ محدود مراد ہے، کیونکہ مومن اسی سے خدا کا راستہ قبول کر لیتا ہے، اور فرمایا: "وَابْنِ السَّبِيلِ" اور راستے کے بیٹے کو؛ جس سے مستحبِ مُراد ہے، جو خدا کے راستے کا بیٹا ہے، یعنی ماذونِ محدود خدا کا راستہ ہے اور مستحبِ اس کا بیٹا ہے۔

پس ان آٹھ درجوں میں سے ہر ایک جن کا ہم نے ذکر کیا، اپنے مافوق سے صدقہ لیتا ہے اور اپنے ماتحت کو صدقہ دیتا ہے، اور یہ سب ایک دوسرے کی تصریح کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کے لئے اقرار کرتے ہیں، اور اپنے مافوق کے لئے ان میں سے ہر ایک جو اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی طرف سے فرض ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، جبکہ آنحضرت کچھ صدقات تقسیم کر رہے تھے، اُس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ صدقہ مانگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

" اِنْ كُنْتَ مِنَ الشَّامِيَّةِ وَالْأَنْهَوْدَاءِ فِي الْبَطْنِ وَ صَدَّاعٌ فِي الرَّأْسِ لَا صَدَقَةٌ "۔ مگر تو آٹھ حدود میں سے ہے (جن کو صدقہ دینا جائز ہے تو تجھے بھی صدقہ لینا مناسب ہے)، ورنہ وہ (تیرے لئے) صدقہ نہیں (بلکہ) درِ شکم اور درِ دوسرے۔"

ان آٹھ قسم کے صدقات کے ذکر سے آنحضرت نے ان آٹھ مراتب کی طرف اشارہ فرمایا، جن کا ہم نے بیان کیا ہے، اور "شکم" سے آنحضرت کی مُراد دعوتِ باطن ہے، اور "درِ شکم" سے ان کی مُراد دعوتِ باطن میں کسی کو شک

واقع ہونے ہے، اور "سزے سے آنحضرت نے امام مُراد لیا، اور درِ دسزے سے اُن کی مُراد امام سے منکر ہو جانا ہے، اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص ناطق (کی دعوتِ باطن، کے بارے میں شک رکھتا ہے، اور امام سے منکر ہے، تو وہ مذکورہ مراتب میں سے کسی بھی مرتبے پر، نہیں اور اس کو تاویل سے کوئی حصہ نہیں، اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث ہے، جو فرمایا، کہ "صدقہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر حرام ہے۔" جس کی تاویل یہ ہے، کہ مجھے اور امام کو اس بات کی حاجت ہی نہیں، کہ ہم جسمانیوں سے علم سیکھا کریں اور ان کی تصدیق کریں۔" یہ اس لئے ایسا ہے کہ تمام جسمانی محتاج ہیں، اور نطقاً، اُس اور ائمہ علیہم السلام ہی (بحقیقت، دولت مند ہیں، اور یہ وہی حقیقت ہے جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

” وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ” (۳۶۸)

اور اللہ تو انگریز ہے اور تم سب محتاج ہو۔ یعنی ناطق، اُس کے جانشین، اساس، اور امام ہی دانا ہیں اور تم سب نادان ہو، اور خدا تعلقے فلسفیوں میں سے کچھ محدود اور دہریوں کے بارے میں فرماتا ہے، جن کو گمان ہے کہ وہ خود تو کچھ جانتے ہیں، مگر رسولؐ نے کچھ بھی نہیں جانا، قولہ تعلقے :-

” لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ

فَحَنُّنٌ اَغْنِيَا سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا (۳۸۱)

بے شک خدا تعالیٰ نے سُن لیا ہے، ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ خدا مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں، ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھیں گے۔" جس کی تاویل یہ ہے کہ ایک مجرورہ نے کہا کہ ہم جانتے ہیں، جو کچھ محمدؐ نہیں جانتا، اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھیں گے، اس کی تاویل میں وہ یہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ جو کچھ جانتے ہیں، ہم اس کو کتاب کی ظاہری تحریر میں محدود اور ظاہر کر کے دکھائیں گے، اور تحریر سے ظاہر مراد ہے، اس لئے کہ تحریر کشف ہے، اور حق تعالیٰ کا قول لطیف ہے، پس فرماتا ہے کہ جس علم کو وہ

لطیف سمجھتے ہیں ہم اس کو ظاہر میں کثیف کر دیں گے۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کر کے بتاتے ہیں کہ رسول اللہ اور اُس کی آل ہی تو انگر ہیں، اور محتاج وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، قوله تعالیٰ:

” وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لِسَالِمٍ وَالْمَحْرُومِ ط (۲۳-۲۴)“

اور جن کے مالوں میں سوالی اور رد کے ہونے کا حق ہے؛ کچھ مفسرین کا قول ہے کہ سوالی سے بلی مراد ہے اور رد کے ہونے سے گنا مراد ہے، اور صاحبانِ تاویل کے نزدیک مال سے علم مراد ہے، بلی سے مستحب مراد ہے، کیونکہ وہ دعوت کے گھر والوں سے ہے، چنانچہ بلی انسان کے گھر والوں میں ہے، اور کتے سے وہ مومن مراد ہے جس سے عہد لیا گیا ہے اور وہ اپنے عہد پر قائم ہے، اور خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ آٹھ چیزوں پر فرض کی ہے:-

- | | |
|----------|----------------------------|
| ۱۔ سونا | ۵۔ بھیر بھری |
| ۲۔ چاندی | ۶۔ کھجور |
| ۳۔ اونٹ | ۷۔ کیش مش |
| ۴۔ گائے | ۸۔ گندم، جو اور دوسرے دانے |
- (یعنی غلہ جات)

اور یہ آٹھ چیزیں جن کی زکوٰۃ فرض کی گئی ہے، اُن آٹھ درجوں کی نشان دہی کرتی ہیں جن کا ہم نے ذکر کر دیا، اور انہی کے ساتھ اَصْلٰیٰن (یعنی عقل کُل اور نفس کُل)، بھی ہیں، کیونکہ ان آٹھ درجات کا تائیدی مادہ اُن دونوں اصولوں سے آتا ہے۔ پس ہم بتائیں گے کہ زکوٰۃ پوری طرح سے شہادت یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کے اجزاء کی برابر ہے، چنانچہ زکوٰۃ ایک اطاعت ہے جس طرح شہادت ایک قول ہے، اور زکوٰۃ دو چیزوں پر ہے، یا مال پر ہے یا آدمی پر ہے (چنانچہ زکوٰۃ فطری کس کے حساب سے دی جاتی ہے)، اسی طرح شہادت نفی اور اثبات کے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بہتر اور زیادہ عطا فرمایا ہے۔

دو حصوں میں ہے، اور زکوٰۃ تین چیزوں سے ہے: معدنیات، نباتات اور حیوانات سے، جس طرح شہادت الف، لام اور ہا کے تین حروف سے ہے، اور زکوٰۃ کی چار قسمیں ہیں: زکوٰۃ (جو سال میں ایک دفعہ دیکھائی ہے)، صدقہ (جو بوقت توبہ وغیرہ دیا جاتا ہے)، وہ یک یعنی دسواں حصہ (جو انج، پھل وغیرہ کی ہر آمدنی سے دیا جاتا ہے) اور خمس یعنی پانچواں حصہ (جو مال غنیمت، جواہرات کی کان اور دینے سے دیا جاتا ہے، جبکہ یہ چیزیں ہاتھ آتی ہیں) جس طرح شہادت چار کلمات پر مشتمل ہے، اور زکوٰۃ سات قسم کی چیزوں پر ہے:-

۱. سونا	۴. گائے
۲. چاندی	۵. بھیڑ بکری
۳. اونٹ	۶. میوہ جات

۷. غلہ جات

چنانچہ شہادت بھی سات فصلوں میں ہے، اور زکوٰۃ بارہ مہینے میں واجب ہوتی ہے، جس طرح شہادت کے کل بارہ حروف ہیں۔ اب ہم تین قسم کی زکوٰۃ کی تاویل صحیح قول میں بتائیں گے، کہ معدنیات، نباتات اور حیوانات میں سے وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، تاکہ جس سے مومن مخلص کو سیدھا راستہ دیکھنے کی روشنی میں اضافہ ہو۔

کلام - ۲۹

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ انہی دو جوہروں (سونہ اور چاندی) سے دنیا میں خرید و فروخت ہوتی ہے، اور یہ دو جوہر دروہانی اصولوں (عقل کل اور نفس کل) پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ یہی دونوں اصل دونوں جہان میں فائدہ دینے اور فائدہ لینے کے مرحلے ہیں، اپنی اُس تائید کے ذریعہ جو عالم دین میں متفقین کے لئے جاری ہے، اور وہ تائید یعنی بیان (تاویل کی صورت میں) ہے، پس ہم بتادیں گے، کہ جو شخص حدود دین میں سے کسی حد کی دعوت قبول کرتا ہے، خدا کے اولیاء (ائمہ علیہم السلام) کو پہچانتا ہے، ان کی طرف حکمت سے دلیل لیتا ہے، اس حکمت کو سمجھ لیتا ہے جو شریعت کی مثالوں میں پوشیدہ ہے، اور حدود کی اطاعت کرتا ہے، تو گویا اس شخص نے ان دو لطیف جوہروں (عقل کل و نفس کل) کے ذریعہ اپنے آپ کو دائمی آگ سے واپس خرید لیا ہے، جس طرح جسمانی چیزیں ان دو جسمانی جوہروں (سونہ اور چاندی) کے ذریعہ خریدی جاتی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، قوله تعلقاً :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

بَيِّنَاتٌ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط (۹/۱۱۱)

” بلاشبہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی“ اور جو شخص حدود کی قدر و قیمت سے انجان رہا ہو، اور وہ ان سے منکر ہو جاتا ہو تو گویا اس نے اپنے ہمیشہ باقی رہنے والے حصے کو فنا ہونے والی چیزوں کے بدلے میں بیچ ڈال دیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق فرماتا ہے جنہوں نے دنیا کے عوض میں آخرت فروخت کر دی ہے، قولہ تعالیٰ:-

” أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۲/۸۶)

یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آخرت کے عوض میں دنیا خرید لی ہے۔“

پس ہمارا کہنا ہے، کہ سونا عقلِ کُل کی مثال ہے، اس لئے کہ وہ چاندی سے برتر ہے، جس طرح نفسِ کُل سے عقلِ کُل برتر ہے، اور جو شخص بیسِ مشقال سونے کا مالک ہو اور اُس پر ایک سال گزر جائے، تو اُس میں سے آدھی اشرفی بطورِ زکوٰۃ اُس شخص پر واجب ہوتی ہے، اور بیسِ کُل کے دو عقد ہوتے ہیں جو دُورِ روحانی اصولوں پر دلیل ہیں اور یہاں بیسِ مشقال سونا والا شخص ناطق کی مثال ہے، کیونکہ انہی کو اپنا حصہ دُورِ روحانی اصولوں سے مل چکا ہے، اور زکوٰۃ کی آدھی اشرفی اُس چیز کی مثال ہے، جو ناطق نے دُورِ روحانی اصولوں سے حاصل کر رہا ہے علم سے (علمی زکوٰۃ کے طور پر)، نکالی، اور وہ تاویل بھی ہے اور تنزیل بھی، قولہ تعالیٰ:-

فَلْيَدَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ط يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

أَنْ تَصْلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۴/۷۶)

یعنی (اہل حق نے تحقیق کر کے سیدھے راستے کی ہدایت کی، یعنی پورا حصہ مرد کے لئے ہے، جس طرح مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے) اللہ تعالیٰ تم کو راستہ ظاہر کر دیتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَآلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہٖمُ الطَّہَّرِیْنَ
 وَسَلَّمَ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہٖمُ الطَّہَّرِیْنَ
 وَسَلَّمَ

پر دانا ہے، پس جو شخص علم حقیقت نہ جانے تو وہ گمراہ ہے۔

چاندی نفسِ کُل کی مثال ہے، اور جو شخص چاندی کے دوسو درم رکھتا ہو، ایک سال کے بعد اُس شخص پر پانچ درم واجب ہوتے ہیں، اور یہ دوسو بھی جو دو عقد ہوئے ہیں، دو روحانی اصولوں پر دلیل ہے، اور یہ دوسو درم حقیقت، جس شخص کو حاصل ہوتے، وہ اساس تھے، جن کو اپنے دے جے پر دو روحانی اصولوں سے حصّہ ملا، اور وہ نفسِ کُل کے ساتھ مل گئے، جس طرح ناطق عقل کُل کے ساتھ مل گئے ہیں، پس اساس پر واجب ہے کہ وہ پانچ حدود کو قائم کریں اور ان کو فائدہ پہنچائیں، تاکہ وہ (اساس) اس فائدہ رسانی سے پاکیزہ ہو جائیں اور جس شخص کے پاس بیس مثقال سونا نہ ہو، اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ ناطق کے لئے جائز نہیں کہ وہ اساس کو برپا کریں جب تک اپنا حصّہ دو روحانی اصولوں سے ان کو نہ ملا ہو، اور ناطق کے درجے پر تہ پیچے ہوں اور ناطق کا درجہ یہ ہے کہ لوگوں کے لئے اُس تائید کو قول کی صورت میں تالیف کر سکتے ہیں، اور وہ کتاب اور شریعت ہوتی ہے، اسی طرح جس شخص کے پاس دوسو درم کی چاندی نہ ہو، تو اُس پر زکوٰۃ نہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ اساس کے لئے جائز نہیں کہ وہ پانچ جسمانی حدود (امام، حجت، داعی، ماذونِ مطلق اور ماذونِ محدود) کو برپا کریں، جب تک تاویل کے درجے میں عقل و نفس سے اُن کو اپنا حصّہ پورا پورا نہ ملا ہو، اور جس کے پاس دوسو درم کی چاندی ہو، تو اُس کو صدقہ لینا حرام ہے، بلکہ اُس پر صدقہ دینا واجب ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ جس کو دو روحانی اصولوں سے تائید ملی، تو کسی شخص سے دینی تعلیم لینا اُس پر حرام ہوا، بلکہ اُس پر واجب ہے لوگوں کو تعلیم دینا تاکہ دوسرے لوگ اُس سے پاک ہو جائیں، اور یہ اس کی زکوٰۃ ہوتی، اور اُس شخص پر زکوٰۃ نہیں جس کے پاس بیس مثقال سونا یا دوسو درم چاندی ہو، جب تک اس پر سال نہ گزرے، جس کی تاویل یہ ہے کہ جب تک ناطق کی شریعت اور

کلام - ۳

موشیوں کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے کہ، تین قسم کے موشیوں پر زکوٰۃ واجب ہے، وہ اونٹ، گائے، اور بھینس بکری ہیں، اور یہ تین قسم کے موشی ناطق، اساس اور امام جیسے عظیم حدود دین پر دلیل ہیں، کیونکہ خلایق میں سے یہی تین قسم کے اشخاص (بحقیقت) زندہ ہوتے، اور وہ ایسی حقیقی زندگی کے ذریعہ رُوح القدس سے بہرہ یاب ہوتے، اور وہ ہرگز نہیں مرتے ہیں، اب ہم ان تین قسم کے صدقات کا بیان کر دیں گے، پہلے اونٹ کے صدقہ کے بارے میں بیان کریں گے، کہ اونٹ ناطق علیہ السلام پر دلیل ہے، کیونکہ اونٹ ہی ہے، جو دُور و دراز سفر میں بڑا بھاری بوجھ اٹھاتا ہے، اور وہ سفر، جس سے زیادہ دور دراز کوئی سفر ہو نہیں سکتا، عالم جسمانی اور عالم روحانی کے درمیان ہے، نیز خدا کے قول سے بڑھ کر کوئی بھاری بوجھ نہیں ہے، اور یہ بھاری بوجھ ناطق اٹھا رہے ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

اِنَّمَا سَلَّمْتُنِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلاً (۳۵)

ہم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالنے والے ہیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰى اٰلِهِ وَاٰلِهِمْ
 وَسَلَّمَ

اونٹ کو پہلے نحر کرتے ہیں، نحر اُس کے دل کے ہرے کو چیرنا ہے، اُس کے بعد اس کو ذبح کرتے ہیں، اور وہ بسمل کرنا ہے، نحر کرنا ایک ایسے عہد لینے کی مثال ہے جس میں مہود یعنی وہ شخص جس سے عہد لیا گیا ہے، عہد سے پہلے ہی علم حقیقت کو پہنچتا ہے، اور جب بسمل (یعنی ذبح) کرتے ہیں تو سر کو جسم سے جُدا کر دیتے ہیں، یہ اُس بات کی مثال ہے کہ جب مومن باطنی عہد کر لیتا ہے، تو وہ باطل دین کے سرداروں سے جُدا ہو جاتا ہے، جو ظاہر میں اُس کے سر کی حیثیت سے تھے، نیز نحر کرنا لوگوں کے عہد کر لینے کی مثال ہے، جو جسمانی حدود کی فرمانبرداری کے متعلق عہد کر لیتے ہیں، تاکہ جسمانی حدود ان لوگوں کو روحانی حدود سے واقف کر دیں، اور اُن میں تبدیلی لائیں یعنی ان کو بلند کر دیں، اور نحر کرنے سے (اونٹ کے) دل سے خون نکل جاتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے کہ عہد کر لینے سے لوگوں کے دل سے شکوک و شبہات دُور ہو جاتے ہیں، یعنی مستحیب کے دل سے شکوک و شبہات نکل جاتے ہیں، جبکہ روحانی حدود سے واقف ہو جائیں اور مستحیب کا تزکیہ (پاک کرنا) یہی ہے۔

پس ہم یہ بتائیں گے، کہ اونٹ کا پہلے تو سینہ چیر لیتے ہیں، پھر اُس کا سر کاٹ لیتے ہیں، اور یہ اس بات کی مثال ہے کہ ناطق پہلے تو روحانی حدود سے بل جاتے ہیں، اور اُن کے دل سے شک نکل جاتا ہے، اس کے بعد وہ تمام خلائق سے جُدا ہو جاتے ہیں، جس طرح اونٹ کو نحر کرنے کے بعد ذبح کر لیا جاتا ہے، مگر گائے اور بھیڑ بکری کا پہلے تو سر کاٹ لیتے ہیں، پھر اس کے بعد دل پر پھر مارتے ہیں، تاکہ وہ خون جو دل میں ہے، نکل جائے، جس کی تاویل یہ ہے کہ اساس اور امام کو چاہئے، کہ وہ پہلے تو (دینی) مخالفوں سے جدا ہو جائیں، بعد ازاں عہد کر لیا کریں، تاکہ جس سے وہ ناطق کے ساتھ بل جائیں، اور اُس کے بعد اُن کو حد نفس کُل سے واقف کر دیا جاتا ہے، اور اُن کو مطلق کیا جاتا ہے یعنی ان کو نورانی معجزانہ دعوت کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، جبکہ معرفت کے ذریعہ

مستحب جیسے چار حدود کی مثال ہیں، یعنی ناطق جب یہ نمبر کی کے مرتبے پر آتے ہیں اور پانچ حدودِ علوی سے اپنا حصہ حاصل کر لیتے ہیں تو اس میں سے چوتھا حصہ اہل دعوت کیلئے نکال دیتے ہیں۔

جب اونٹ پچیس^{۲۵} ہو جائیں تو اونٹ کا ایک بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو، واجب ہو جاتا ہے، اور پیٹ دعوتِ باطن کی مثال ہے، اور اونٹ کا بچہ ہونے والے امام کی مثال ہے، تاکہ جب پوری طرح سے پہنچ جائے، تو دعوتِ اہلی کی ہو۔ پھر جب دس بڑھ کر پینتیس^{۳۵} اونٹ ہو جائیں، تو اونٹ کا ایک دودھ پیتا بچہ واجب ہوتا ہے، اور وہ امام کی مثال ہے جو اساس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، کیونکہ روحانی مال تو وہی ہیں، اور دودھ سے تاویل مُراد ہے۔

جب اونٹ پینتالیس ہو جائیں تو ایک ایسی اونٹنی واجب ہوتی ہے جس کو عرب والے حلقہ کہتے ہیں، اور یہ ایسی اونٹنی ہوتی چاہتے جو بوجھ اٹھانے کی حد میں پہنچی ہوئی ہو، اور مادہ ہو جو حمل کو قبول کر سکے، اور ایسی اونٹنی اساس کی مثال ہے، کیونکہ وہی تو ناطق کی شریعت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں، اور تمام مالمقول کے بوجھ کو وہی اٹھاتے ہیں، اور ناطق کی اجازت سے ظاہریت کے بوجھ کو تاویل کے بیان کے ذریعہ امت سے ہلکا کر دیتے ہیں، اور ان کی گردنوں کو غلّ تقلید (یعنی سمجھنے بغیر پیروی کرنے کے طوق) سے آزاد کر دیتے ہیں، اور ان کی تاویل اس درجے کی ہوتی ہے کہ دوسرا کوئی شخص یہ تاویل کر نہیں سکتا اور وہ صدقہ والی اونٹنی یعنی حلقہ، حمل ٹھہرانے کی قابل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ناطق کی تمام مثالیں اور اشائے، جو اساس کی ذمہ داری میں ہیں، روحانی تو لیدر اساس ہی قبول کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد جب پندرہ اونٹ اور بڑھ کر ان کی تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے تو ایک ایسا اونٹ واجب ہوتا ہے جو یک دندان ہو یعنی جس کا ایک دانت اُگتا ہو، جس کی تاویل مرتبہ ششم ہے، جس سے برتر جمائیوں میں کوئی مرتبہ نہیں اس

لئے کہ جہانوں سے لے کر پہلامرتبہ مازون کا ہے، دوسرا مرتبہ داعی کا ہے، تیسرا
 حجت کا، چوتھا امام کا، پانچواں اساس کا اور چھٹا ناطق کا ہے، چنانچہ ساٹھ کے
 بچھ عقد ہوتے ہیں، جو چھ ناطقوں کی مثال ہیں، جن میں سے ہر ایک مذکورہ حدود
 میں مرتبہ ششم ہے، نیز اس بات کی تاویل کہ، ساٹھ کے چھ عقد ہوتے ہیں، یعنی
 حضرت محمد علیہ السلام چھ ناطقوں میں مرتبہ ششم ہیں اور صدقہ میں اس یک دندان
 اونٹ سے برتر کوئی چیز نہیں، جس کو عرب والے جَدَّ عَدُوِّ کہتے ہیں، یعنی اس عالم
 میں ناطق کا جو مرتبہ ہے، اس سے برتر کوئی مرتبہ نہیں۔

ہر پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ کے لئے ایک گوسفند واجب ہوتا ہے، یہاں
 تک کہ (اس حساب سے) چار گوسفند ہو جائیں، اور جب اونٹوں کی زکوٰۃ میں اونٹ
 دینے کی نوبت آئی، تو اس میں ہر دس اونٹوں کے حساب سے زکوٰۃ کا ایک اونٹ
 نکلتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چار اونٹ ہو جائیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ گوسفند اور
 اونٹ نوع میں جُوداً ہیں، اور جس طرح (زکوٰۃ کے اس سلسلے میں پہلے جب،
 چار گوسفند ہوتے ہیں تب زکوٰۃ میں ایک اونٹ دیا جاتا ہے اسی طرح اونٹ بھی
 تو چار قسم کے واجب ہوتے ہیں، جیسے شتر بچہ جو مال کے پیٹ میں ہو، جس
 کو عربی میں بنت المناض کہتے ہیں جیسے بنت التبن، جو شیر خوار ہوتا ہے، جیسے جھ
 جو بوجھ اٹھانے کی قابل ہوتی ہے، اور جیسے جَدَّ عَدُوِّ جو یک دندان اور بوجھ
 اٹھانے کی قابل ہوتی ہے، اور اونٹوں کے یہ چار مراتب ناطق، اساس، امام اور
 حجت کی مثالیں ہیں جن کو تائید سے بہرہ ملتا ہے، اور یہ تین حدود جو ناطق کے
 تحت ہیں، ناطق ہی کی وساطت سے تائید حاصل کرتے ہیں، اور وہ چار گوسفند
 جو نوع میں اونٹ سے جُوداً ہیں، داعی، دونوں مازون اور متجیب جیسے چار حدود
 کی مثال ہیں، کیونکہ یہ اس گروہ سے نہیں ہیں جس کو تائید سے بہرہ ملتا ہے اور

لے، گوسفند، بھیڑ، ذبیہ، بکرا، بکری کے منوں میں آتا ہے۔

وہ چار حدود (یعنی ناطق، اساس، امام اور حجت) مؤید یعنی مدد دینے گئے ہیں۔ جب گو سفند واجب ہوتا ہے، تو اس میں پانچ پانچ دانوں کے حساب سے زکوٰۃ، بڑھانی چاہئے، اور جب اونٹ واجب ہوتا ہے، تو دس دس کی بڑھانی چاہئے، جس کی تاویل یہ ہے کہ اُن چار حدود کو، جن کی مرتبت کی مثال چار دُبّے کے اونٹ ہیں، یعنی ناطق، اساس، امام اور حجت کو تائید بھی حاصل ہے اور تاویل بھی کیونکہ ان کی مرتبت دو طرح کی ہے، جس طرح دس کے عدد میں دو پانچ ہوتے ہیں، اور ان حدود کو، جن کی مرتبت کی مثال پر گو سفند واجب ہوتے ہیں، یعنی داعی، دو ماذون اور متجیب کے لئے صرف تاویل کی مرتبت بتر ہے، اور وہ بھی صاحب تاویل و تائید کی مرتبت کے ذریعے سے ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ اس زکوٰۃ میں جہاں تک گو سفند واجب ہوتا ہے تو اس میں پانچ پانچ کے حساب سے (زکوٰۃ) بڑھتی ہے، اور جہاں تک اونٹ واجب ہوتا ہے، تو اس میں دس دس کے حساب سے زیادہ ہوتی ہے، اور اس بات کی تاویل کہ جب پندرہ اونٹ اور بڑھ جائیں دُجو میں دفعہ پانچ ہیں، تو ایک اونٹ واجب ہوتا ہے، جو یک دن دان ہو، یہ ہے کہ یک دن دان اونٹ ناطق کی مثال ہے، اور ناطق کے تین مراتب ہیں یعنی تائید، تاویل اور تنزیل۔

اس کے بعد جب اونٹوں کی تعداد اور پندرہ بڑھ کر پچھتر ہو جاتی ہے تو دُجو خوار شتر چکے واجب ہوتے ہیں، اور یہ دونوں شتر چکے امام اور حجت کی مثال ہیں، یعنی دعوتِ رسالتِ اماموں کو پہنچتی ہے، اور پانچ حدودِ علوی سے تائید لگاتار آتی رہتی ہے، اور پچھتر اونٹوں کی مثال بنتی ہے، ہر اُس زمانے میں جبکہ امام اور ایک حجت برپا ہو جائیں، کیونکہ ان کی مثال وہ دُجو شتر چکے ہیں۔

جب اونٹوں کی تعداد اکانوئے تک پہنچ جاتے، تو دُجو اونٹ جو بوجھ اٹھانے کے قابل ہوتے ہوں، واجب ہوتے ہیں، اور یہ ناطق و اساس کے مراتب کی مثال ہیں، کیونکہ وہی تو دعوت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں، اور نوئے

دوسری روح ہے، جب انسانی اجسام کی پرورش (غذا) کی مدد کرنے والی اور اُبھارنے والی گائے ہی ہے، یعنی جب انسان کی غذا کا دار و مدار گائے پر ہے تو یہی سبب ہے، کہ روجوں کی پرورش کرنے والے کی مثال (بھی) گائے سے دی گئی ہے، کیونکہ روحانی غذا تو اُسی سے ہے، اور یہ مثال اساس کی ہے، اور گائے کو عربی میں بقر کہتے ہیں، اور جب (ذبح کے بعد) اس کے پیٹ کو کھولتے ہیں تو عربی میں کہتے ہیں: بَقَرَ بَطْنَهُ اُس کا پیٹ کھولا، اس طرح اساس ظاہر کتاب اور بطن شریعت کا کھولنے والا، اور اس سے حکمت و تاویل کا نکالنے والا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام کو اسی وجہ سے باقر یعنی کھولنے والا کہتے ہیں، اس لئے کہ اس واقعہ کے بعد کہ ظاہر کی تاریکی سے دنیا اندھیری رات کی طرح ہوئی تھی، تاویل کی روشنی، انہوں نے ظاہر کر دی۔

پس ہمارا کہنا ہے کہ قربانی کے لئے ایک گائے سات اشخاص کی طرف سے کافی ہوتی ہے، اور اونٹ کی قربانی ایک شخص سے زیادہ کی طرف سے جائز نہیں، اور یہ اس بات کی مثال ہے کہ ناطق نے تو ایک حد برپا کر دیا، اور وہ اساس تھے، مگر اساس نے سات حدود برپا کر دیئے، اور وہ سات امام تھے، کہ خدا تعالیٰ نے تاویل اور دعوت اُنہی کے حوالے کر دی، اور گائے اساس پر دلیل ہے اور جب اُس کے برپا کئے ہوئے سات امام تھے، اسی لئے تو ظاہر شریعت میں گائے کی قربانی سات اشخاص کی طرف سے کفایت کرتی ہے، تاکہ اہل دانش ظاہر سے باطن کی مثال لیں۔

اسی طرح ایک گوسفند (یعنی بھیڑ، یا بکری) کی قربانی ایک شخص سے زیادہ کی طرف سے روا نہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ گوسفند کی تاویل امام ہیں، اور ہر امام اپنی جگہ پر ایک ہی شخص (یعنی ایک ہی امام) برپا کرتے ہیں تاکہ دعوت اُنہی کے حوالے کر میں، اور مومنین کو اُنہی کی طرف اشارہ کر میں، اور رسول علیہ السلام کی حدیث ہے، جو فرمایا:-

الشَّوْرُ يَجْزِي عَنِ وَاحِدٍ وَالْبَقْرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ.

”بیل قربانی کے لئے صرف ایک شخص کی طرف سے کافی ہوتا ہے، اور گائے سات اشخاص کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔“ اس کے معنی یہ ہیں، کہ دین میں اساک کو اپنے ناطق کے مقابلے میں مادگی کا درجہ ہے، اور جب گائے اساک پر دلیل ہے تو بیل جو اس کا جوڑ ہے، ناطق پر دلیل ہے (اور بیل صرف ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کے لئے کافی اس لئے ہوتا ہے کہ ناطق نے صرف ایک ہی حد قائم کر دیا، چنانچہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

گوسفند کا گوشت اونٹ کے گوشت سے زیادہ خوش مزہ ہے، یعنی ناطق کے علم سے امام کا علم زیادہ آسان ہے، اس لئے کہ ناطق کا قول مثال درمزی حیثیت میں امام کے قول سے برتر ہے، اور جس قدر یہ قول حدودِ سفلی میں زیادہ سے زیادہ نیچے آئے تو یہ حدود قبول کرنے والے نفس کے لئے اس کو اس قدر زیادہ سے زیادہ لطیف اور نزدیک کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ جب یہ قول مستحب کو پہنچے تو یہ اس دودھ کی مثال بن جاتا ہے، جو ماں کی پستانوں سے نکلتا ہے، اور مستحب علم میں جس قدر مضبوط ہوتا جاتا ہے تو اس قدر اس کو سخت یعنی پر مطلب علم بتاتے جاتے ہیں، چھوٹے بچے کی مثال پر کہ وہ جتنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے اتنی زیادہ پر قوت غذا کھا سکتا ہے۔

پس ہم گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں بتائیں گے، کہ جب گائے تیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ کا ایک ایسا پھڑا واجب ہوتا ہے، جو اپنی ماں کے ساتھ چل پھر سکتا ہو، اور تیس حد اساک کی مثال ہے، جس طرح اس کی تشریح اونٹ کی زکوٰۃ کے سلسلے میں ہو چکی، اور چالیس حد ناطق کی مثال ہے، اور وہ پھڑا جو ماں کے ساتھ چل پھر سکتا ہے، داعی کی مثال ہے، یعنی اساک جب حدِ حجتی میں ہوتے ہیں، تو وہ دعوت میں سب سے پہلے ناطق کے فرمان کے بموجب داعی کو برپا کر دیتے ہیں۔

جب گائیوں کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے جو ناطق کی حد ہے، تو ایک مکمل گائے واجب ہوتی ہے، تو یہ حجت کی مثال ہے، اور اس بات پر دلیل کہ دعوت میں چالیس ناطق کی حد ہے، خدا کا یہ قول ہے، جو فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً لَّامِيًا (۳۱)

” یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچا، پس جب اساک درجہ لاحقی (یعنی درجہ حجتی) میں ہوتے ہیں، تو داعی کو برپا کر دیتے ہیں یہی سبب ہے کہ تیس گائیوں کی زکوٰۃ ایک پکھڑا ہے، اور جب اساک اپنے ذبے میں پہنچ جائیں، جس میں وہ ناطق سے مل جاتے ہیں، تو وہ حجت کو برپا کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے، جو چالیس گائیوں کی زکوٰۃ ایک مکمل گائے ہوتی ہے۔

جب گائیوں کی تعداد ساٹھ کو پہنچتی ہے، تو دو پکھڑے واجب ہوتے ہیں، ساٹھ چھ اماموں کی دلیل ہے، اور دو پکھڑے حجت وداعی کی دلیل ہیں۔ جب گائیوں کی تعداد نوے تک پہنچ جائے تو ان کی زکوٰۃ تین گائیں واجب ہوتی ہیں، اور نوے ناطق پر دلیل ہے، کیونکہ وہ سات اماموں اور اپنے اساک سے درجہ نہم ہیں، اور تین گائیں اساک، امام اور حجت پر دلیل ہیں جو ناطق کے حجت ہیں۔

جب گائیوں کی تعداد ایک سو بیس کو پہنچے تو ہر چالیس گائیوں سے ایک مکمل گائے یا ہر تیس سے ایک پکھڑا جو مال کے ساتھ ہو، دینا چاہئے، اس سے اوپر بیس یہی حساب (چلتا) ہے، خواہ گائیں جس قدر بھی زیادہ ہوتی جائیں، ایک سو بیس تین ذبح چالیس کے برابر ہوتا ہے، چالیس کا عدد امام کی حد ہے، گائے حجت پر دلیل ہے اور پکھڑا داعی پر دلیل ہے، چالیس حد امامت کی دلیل ہے اور تیس حد حجتی کی دلیل ہے، جب امام کا عدد یعنی چالیس مکمل ہو جائے، تو ایک گائے واجب ہوتی ہے، جو حجت کی دلیل ہے، یہ وہی مثال ہے، جس طرح امام نے حجت برپا کر دیا، اور اگر حجت کا عدد یعنی تیس مکمل ہو جائے، تو پکھڑا

واجب ہوتا ہے، اور یہ داعی کی حد ہے، جس طرح حجت نے داعی قائم کر دیا، گائے کے صدقہ میں یہی حکمت ہے، جس کا حقیقی مومنین کے لئے ذکر کر دیا گیا۔

گوسفند کے صدقہ کی تاویل

ہم یہاں بیان کریں گے کہ گوسفند امام پر دلیل ہے، جب گوسفند چالیس ہو جائیں تو ان پر (صدقہ کا) ایک گوسفند واجب ہوتا ہے، اور چالیس دلیل ہے پانچ حدود روحانی (یعنی عقل، نفس، جند، نفع، خیال، ناطق، اساک، سات امام دن رات کے چوبیس حجت، داعی اور ماذون پر، اور صدقہ کا ایک گوسفند داعی پر دلیل ہے، کیونکہ جزائر کے مالک (یعنی امام) کا امر اسی کے ذمہ ہوتا ہے، یعنی جب مذکورہ حدود مکمل ہوتے، تو صاحب جزیرہ (یعنی داعی) پیدا ہوا، اور وہ چالیس حدود کی طرف سے لوگوں کے لئے صدقہ ہے، جس طرح چالیس گوسفند سے ایک گوسفند صدقہ ہوتا ہے، اور گوسفند جب تک چالیس نہ ہو جائیں تو ان پر کوئی صدقہ نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک امام اپنی منزلت یعنی چالیس کی مرتبت پر نہ پہنچیں تو وہ جزیرے میں داعی نہیں جھینتے ہیں۔

اس کے بعد جب گوسفند کی تعداد چالیس سے بڑھ کر ایک سو بیس کو پہنچ جاتی ہے، تو پھر بھی ایک ہی گوسفند سے زیادہ واجب نہیں، اور ایک سو بیس تین دفعہ چالیس ہوتا ہے، اور یہ تین بار چالیس ناطق، اساک، اور امام کی مثالیں ہیں، اور صدقہ کا ایک گوسفند حجت کی مثال ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ جب یہ تین چالیس جمع ہوتے ہیں، تو اس وقت لوگوں کی دعوت کھلتے حجت بھج دیتے ہیں۔

جب ایک سو بیس سے بڑھ کر دسٹو ہو جائیں تو ان میں سے دو گوسفند واجب ہوتے ہیں اور دسٹو دو اصولوں (یعنی عقل کل اور نفس کل) پر دلیل ہے،

اور دو گوسفند دو اساس (ناطق و اساس) پر دلیل ہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ دو اساسوں کی تائید مذکورہ دو اصولوں کی طرف سے ہے۔

جب دونوں سے بڑھ جائیں تو ہر نسل کے پیچھے ایک گوسفند واجب ہوتا ہے خواہ جس قدر بھی بڑھتے جائیں، اور دونوں نفس کُل کی مرتبت پر دلیل ہے، اور ایک گوسفند امام کی مرتبت پر دلیل ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر زمانے میں (امام کے لئے) تائید نفس کُل سے ہے، دور کے آخر تک، اور چھوٹا گوسفند ماتحت حد کی دلیل ہے، بڑا گوسفند مافوق حد کی دلیل ہے، زکوٰۃ گوسفند دلیل ہے ان حدود پر جن کو صرف تائید ملتی ہے اور مادگان دلیل ہے ان حدود پر جن کو صرف تاویل ہی ملتی ہے۔

صدقہ کے لئے گوسفند کے نرمادہ دونوں کو شمار کرنا چاہئے، جس کی تاویل یہ ہے کہ مؤید و نامؤید (یعنی تائید والا اور بغیر تائید والا)، سب کے سب دعوت حق میں اپنی اپنی جگہ پر ہیں، اور صدقہ میں ایک آنکھ سے اندھا گوسفند ہرگز لائق نہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ دعوت ایسے شخص کے ذمہ نہیں دی جاتی ہے جس نے (حقیقت کا) اچھی طرح سے مشاہدہ نہ کیا ہو، اور وہ اہل دعوت کے نزدیک ناقص ہو، اور ناقص بھیڑ بکریاں بھی اس لائق نہیں کہ ان سے زکوٰۃ لی جائے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ ایسے شخص کا داعی نہ ہونا چاہئے، جس کے ساتھ (ناطق، اساس، امام اور حجت کی نسبت سے، دونوں روحانیوں) یعنی عقل کُل و نفس کُل کی اصل و نسل نہ ملتی ہو، چنانچہ انسان کی اولاد اور گوسفند کا بچہ جسمانی نسل میں کبھی نہیں ملتے ہیں۔

صدقہ لینے والا (جبکہ حساب کرتے ہوئے صدقہ لیتا ہے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے دو حصے کر دیتا ہے، اور بڑا حصہ ریوڑ کے مالک کو دیتا ہے، اور چھوٹا حصہ خود لیتا ہے، اس صورت حال کی تاویل یہ ہے، کہ ان دو حصوں میں سے زیادہ تعداد کا حصہ اہل ظاہر کی مثال ہے، اور کم تعداد کا حصہ اہل باطن کی مثال

ہے اور جو صدقہ لیتا ہے وہ اس کی مثال ہے، اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کا مالک ناطق کی مثال ہے، یعنی اس ان دونوں گروہوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں، اور اہل باطن کو جو کم تعداد میں ہیں، خود لیتے ہیں، اور زیادہ تعداد والا حصہ جو اہل ظاہر ہیں، ناطق کے ساتھ منسوب ہیں اگرچہ یہ دونوں فرقے یعنی ظاہری بھی اور باطنی بھی ناطق کی شریعت میں ہیں، چوپایوں کے صدقہ کی تاویل بندہ حق کے لئے بقدر کفایہ بیان کی گئی۔



Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

کلام - ۳۱

اُگنے والی چیزوں کی زکوٰۃ اور اس کی متاویل کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ اُگنے والی چیزیں وہ ہیں، جو بڑھ جاتی ہیں، چنانچہ انسان جسم میں بھی بڑھنے والا ہے، اور رُوح میں بھی، اور خدا تعالیٰ نے اُن چیزوں کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ واجب کر دیا ہے، جن سے انسانی جسم کی افزودنی اور اضافہ ہوتا ہے، تاکہ اس سے مومن کو اُن دس حدود کی مثال ملے جن سے رُوح کی افزائش اور اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اس ترتیب کو سمجھے تو اس کے جسم اور رُوح کی پرورش سچائی اور عدل سے ہوگی۔

پس ہمارا کہنا ہے، کہ وہ دس حدود جن سے رُوح کی پرورش ہوتی ہے، پانچ روحانی ہیں، یعنی، قلم، لوح، اسرافیل، میکائیل، اور جبرائیل، اور پانچ جسمانی ہیں، یعنی رسول، وحی، امام، حجت اور داعی، اور جسمانیوں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ، اپنے ماتحتوں کو اپنی توانائی کے مطابق فائدہ دینے میں (جسم کے اعضاء وغیرہ، آلات کو استعمال کرتے ہیں، اور رُوحانیتیں اپنے ماتحتوں کو فائدہ دینے میں جسم کے محتاج نہیں، بلکہ صرف وحی اور تائید ہی سے فائدہ

پہنچا سکتے ہیں، اور یہ حدود درجہ وار ہیں، یعنی ایک سے ایک اوپر اور ایک سے ایک نیچے ہیں، جس طرح اُن درختوں (پودوں اور ساگ وغیرہ) کے پتے اور دانے غذائیت میں اعلیٰ و ادنیٰ ہوا کرتے ہیں جن سے جسم کی خوراک تیار ہوتی ہے، اور جس طرح ہر دانے میں اس کی صلاحیت کے مطابق جسم کو غذا دینے کی ایک قوت موجود ہے، اسی طرح ان دس حدود میں سے ہر ایک میں خواہ رُوحانی ہو یا جسمانی اپنی مرتبت کے مطابق نفوس کی پرورش کے لئے ایک قوت موجود ہے، اور جسم کی نشوونما کرنے والے تمام دانوں میں سے اُن فضل و اشرف گندم ہے، اور وہ ان دس حدود میں سے ہر ایک کے اوپر والے حد کی مثال ہے، چنانچہ ناطق اساس کے لئے گندم کے دبجے پر ہیں، اور اساس امام کے لئے بمنزلت گندم ہیں، اسی ترتیب کے مطابق ہر اوپر والا حد نچلے حد کے لئے گندم ہے۔

پس داعی پر واجب ہے، جس کی مثال کھیت کے مالک کی طرح ہے کہ مستحب کو مذکورہ دس حدود میں سے ایک حد کی طرف دعوت کرے، تاکہ اُس حد کی طرف اس کو دعوت کرنے میں اور آگاہ کرنے میں اس کے دینی اعتقاد درست کر سکے، اور مستحب کو، جو دانے کی طرح ہے، رُوحانی طور پر اُگا کر ہر ابھرا کر دے گا، جب داعی نے یہ ایک حد مستحب کو اس کی قابلیت کی حق داری کے مطابق معلوم کر دیا، تو گویا داعی نے اپنے ان کھیتوں سے جو رکھتا تھا دسواں حصہ نکالا اور اس کا علم پاک اور بہتر ہوا۔

زمین سے اُگنے والی چیزوں سے وہ ایک (یعنی دسواں حصہ نکالتا، اُن تمام لوگوں پر واجب ہے جن کی کم و بیش کھیتی باڑی ہو، یعنی یہ دس حدود جن کا ہم نے ذکر کر دیا، مراتب میں ایک دوسرے سے برتر ہیں، اور ان میں سے ہر ایک اپنے مافوق سے (علمی فائدہ) لیتا ہے، اور اپنے ماتحت کو دیتا ہے، تو درمیان والے حدود لینے والے بھی ہیں اور دینے والے بھی، مگر سب سے اوپر

کا حدّ جو باری سبحانہ و تعالیٰ کے امر سے پیدا ہوا ہے (یعنی عقل کُل) وہ صحیح معنوں میں دینے والا ہے، لینے والا نہیں، اور سب سے نچلا حدّ جو مستحب ہے، بحقیقت لینے والا ہے، دینے والا نہیں، اسی طرح عالم دین کا آخری ہرا اپنے ابتدائی سرے کی طرح ہو کر دائرہ بن گیا ہے۔

جب ہم نے بیان کر دیا کہ دسواں حصّہ نکالنا ہر تو انگریز پر واجب ہے اب ہم یہ بتائیں گے کہ جو زمینیں بارانی یا نہری ہیں، تو ان پر دسواں حصّہ واجب ہے اور جس زمین کو رہٹ وغیرہ کا پانی دیا جاتا ہے تو اس پر بیسواں حصّہ واجب ہے، اور اس بات کی تاویل کہ کسی زمین کو بارش اور نہر کا پانی ملتا ہے، یہ ان حدود کی مثال ہے، جن کو تائید اور تاویل دونوں حاصل ہیں، جیسے ناطق، اساک، امام اور حجت، اور اس چیز کی مثال جس پر نصف دسواں (یعنی بیسواں) حصّہ واجب ہوتا ہے وہ حدود ہیں، جن کو تائید حاصل نہیں، جیسے داعی، ماذون اور مستحب، جن کو صرف تاویل حاصل ہے، اور یہ لوگ نیم مؤید ہیں، اور جو لوگ مؤید ہیں، وہ حدودِ علوی سے خبر لاتے ہیں، اور قوت بھیجتے ہیں، یعنی جن کو تائید حاصل ہو چکی ہے، اور فیض والے ہوتے ہیں، تو یہ لوگ ماتحتوں کے لئے دس میں سے ایک (یعنی دسواں) کی حیثیت سے ہیں اور جو لوگ نیم مؤید ہیں، اور ماتحتوں کے لئے صرف جسمانی حدود کا بیان کرتے ہیں، تو تاویل میں یہ لوگ بیسویں حصّہ کی حیثیت سے ہیں۔

اس بات کی تاویل کہ نماز ہر اس شخص پر واجب ہے، جس نے ایمان لایا ہو، اور زکوٰۃ تو انگریزوں پر واجب ہے، مفلسوں پر نہیں، یہ ہے کہ نماز پڑھنا اپنے آپ کو پاک کرنا ہے، تو اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش ہر شخص پر لازم ہے، اور زکوٰۃ دینا دوسرے کو پاک کرنا ہے، تو جب تک کوئی شخص خود علم نہ سیکھے وہ دوسرے کو نہیں سکھا سکتا، پس نماز پڑھنے والے ساری امت کی مثال ہیں، اور زکوٰۃ دینے والے حدود دین کی مثال ہیں۔

دو طرح سے (یعنی روحانی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی) ناطق کے قرابت دار ہیں، یتیموں سے مُراد اُمّہ ہیں، کیونکہ عالم جسمانی میں اُن کے کوئی روحانی ماں باپ نہیں، اور ان کی پرورش عالم علوی کی تائید پر ہے، مسکینوں سے خدا کی مُراد حجت ہیں اس لئے کہ ان کے بیان، تاویل اور تشریح کی بدولت مومنین کے دلوں اور نفوس کو سکون حاصل ہوتا ہے، اور مسافر سے مُراد داعی ہے، کیونکہ وہ خدا کے لئے یہیں ہے، تاکہ گمراہوں کو راستے پر لائے۔

مالِ غنیمت کا فزوں سے اُمت کو بلتا ہے، اور (علم، اہلِ ظاہر کو پہنچا ہے، اور مالِ غنیمت کی طرح اس پر قبضہ، مومنین کا ہوا ہے، اور مذکورہ پانچ حُود نے اُس کو لے لیا ہے، پھر اُنہوں نے یہ علم، مومنین کے ذریعہ اُمت کو بخشا ہے، کہ وہ ان کے ماتحت ہیں، اور خزانہ عقلِ اول کی مثال ہے، کیونکہ وہی تو خدا کا خزانہ ہے، چنانچہ فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ :-

” اَوْيَلِّقِي اِلَيْهِ كَنْزٌ (۲۵)“

یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آبیڑتا۔“

یعنی کافروں نے کہا کہ اگر وہ پیغمبر ہوتا، تو اُس پر کوئی خزانہ ڈالا جاتا، پس اس بات کی تاویل کہ جس شخص کو کوئی خزانہ ملے، تو اس کو چاہئے کہ اس کا پانچواں حصہ دیا کرے، یہ ہے، کہ وہ شخص جس کو خزانہ ملا ناطق تھے، کہ اُن کو عقلِ کل سے تائید ملی، تو لازماً آنحضرتؐ نے ایک ایسا حد قائم کر دیا جس سے پانچ حُود کو تائید حاصل ہے، وہ حدِ اساس ہیں، جس کے تحت امام، حجت، داعی، مازون اور مستحب ہیں۔

جو اہر کی کان حد و علوی کی مثال ہے، چنانچہ معلوم ہے کہ جو کچھ کان سے نکلتا ہے، اُس کو آلائش سے پاک وصاف کرنا چاہئے، تاکہ وہ لوگوں کو پسند آئے، جس طرح ناطق نے حد و علوی سے جو کچھ حاصل کر لیا تو اُس کو مہذب الفاظ میں آراستہ کر کے ظاہر کیا، اور اساس کے حوالے کر دیا، اور اساس نے اُن (سونا چاندی

کلام - ۳۲

فطر کی زکوٰۃ اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم بیان کر دیں گے، کہ فطر کی زکوٰۃ تو ہر شخص پر واجب ہے، اور مال کی زکوٰۃ صرف توانگروں پر واجب ہے، فطر کی زکوٰۃ کی تاویل امام کھلتے مومن کا یہ اقرار کرنا ہے، کہ امام کے تحت اتنے حدود ہیں، اور ایسے ایسے مرتبوں میں ہیں، چنانچہ معلوم ہے کہ فطر کی زکوٰۃ چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، آزاد اور غلام سب پر واجب ہے۔

جب مومن زکوٰۃ فطر دیتا ہے، تو وہ اپنے امام کے لئے یہ اقرار کر لیتا ہے، کہ میں مُتَّبِع ہوں اور میری جھلائی اور بُرائی کا دار و مدار فرمانبرداری اور نافرمانی پر ہے جب مومن دواشخاص کی طرف سے فطر کی زکوٰۃ دیتا ہے، تو وہ ماذون کی زکوٰۃ کی تاویل ہوتی ہے، کیونکہ اس کے دو مرتبے ہوتے ہیں، ایک تو مرتبہ ماذونی، اور دوسرا مرتبہ مستحبی، جب وہ تین اشخاص کی طرف سے فطر کی زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ داعی کی داعی، زکوٰۃ کی تاویل ہوا کرتی ہے، کیونکہ اس کے تین مراتب ہیں جیسے مرتبہ داعی گمری، مرتبہ ماذونی اور مرتبہ مستحبی، اور جب وہ چار اشخاص کی طرف سے فطر کی زکوٰۃ دیتا ہے، تو وہ جہت کی داعی، زکوٰۃ کی تاویل ہوا کرتی ہے، کیونکہ اس

کے مراتب چار ہیں، جیسے محنتی، داعیِ گمراہی، ماذونی اور مستعجبی۔

پس ہر بڑے پھوٹے، مرد، عورت، آزاد اور غلام کی زکوٰۃ فطر گزارنے میں یعنی اُس فرمودہ حق کے ادا کرنے کی تاویل میں ان (حدود) میں سے ہر فرد کی طرف سے اپنے امام کے لئے یہ اقرار ہے کہ میرے تحت یہ یہ حدود ہیں جس طرح مومن اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہوئے امام کے لئے یہ اقرار کر لیتا ہے، کہ میرا علم دعوت کے اس درجے پر ہے۔

جب مال زیادہ ہو تو زکوٰۃ (بھی) زیادہ دینی چاہئے، چنانچہ ناطق کی مرتبت علم میں زیادہ بلند ہے، تو دعوت میں اس کی (طرف سے علمی) پرورش (بھی) زیادہ بڑی ہے، جس کا ظاہری مال کم ہے، تو زکوٰۃ (بھی) کم دینی چاہئے، چنانچہ جس کی علمی مرتبت کمتر ہے، تو اس کی پرورش (بھی) دعوت میں کمتر ہے، اور اس حال کی شرح یہ ہے، کہ (علمی) تو انگریزی بحقیقت ناطق ہی کی ہے، اور اُس کی (علمی) پرورش اساک ہی کے لئے (مخصوص) ہے، جو دعوت کے حدود میں عظیم حد ہیں، اور ناطق سے اُن کا حصہ تاویل کی مرتبت ہے، اُس تو انگریزی مثال پر جس کے مال کی بہت سی زکوٰۃ نکلتی ہے، اور دوسرے سب لوگ ناطق کے نیچے ہیں، اور اُن کے محتاج ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ ان کی مثال دے رہا ہے، قوله تعالیٰ :-

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (۱۰۰)

”خدا ہی تو انگریز ہے۔“ جس کی مراد ناطق ہیں۔ اور تم سب محتاج ہو۔ جس سے خدا کی مراد دوسرے تمام حدود ہیں، کہ علم میں وہ سب اسی کے محتاج ہیں پھر اساک تو انگریز ہیں، اور ان کے مال (یعنی علم) کی زکوٰۃ ناطق کے مال کی زکوٰۃ سے کمتر ہے، کیونکہ اساک کی پرورش امام کے لئے ہے، اور امام کی پرورش محنت کے لئے ہے، اور امام کے مال (یعنی علم) کی زکوٰۃ اساک کے مال کی زکوٰۃ سے کمتر ہے، اور محنت کے مال کی زکوٰۃ امام کے مال کی زکوٰۃ سے کمتر ہے، اور محنت کی پرورش داعی کے لئے ہے، اور یہی (علمی) پرورش، محنت کے مال کی زکوٰۃ کہلاتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 الْعَلِیْمُ الْحَمِیْدُ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 الْعَلِیْمُ الْحَمِیْدُ

فصل

زکوٰۃ فطر کی مقدار کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمانِ الہی کے بموجب ارشاد فرمایا کہ چھوٹے، بڑے مرد، عورت، آزاد اور غلام، ہر فرد کی طرف سے زکوٰۃ فطر دی جائے، جس میں ایک صاع کھجور، یا ایک صاع کیش مش یا ایک صاع گندم یا ایک صاع جو ہو، اور صاع وہی ہونا چاہئے جو مکہ اور مدینہ کی خرید و فروخت میں مستعمل ہے، اور خود اسی صاع کو پہچان لیا جائے، اور اس صاع کو صاعِ نبوی کہتے ہیں جو چار من سے بھر جاتا ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے ان چار قسم کے لوگوں (یعنی مرد، عورت، آزاد، اور غلام) کی طرف سے غلہ اور پھل کی چار قسموں میں سے ایک صاع دینے کے لئے فرمایا، جو چار من کا ہو، ان میں سے دو تو درختوں کے پھل ہیں، یعنی کھجور اور کیش مش، اور دو نباتات کے دانے ہیں، یعنی گندم اور جو، اور اس کی تاویل یہ ہے، کہ آنحضرت نے مومنوں سے چار حدود (کی ہستی) پر اقرار چاہا، کیونکہ مخلوق کے وجود کا پیدا ہونا انہی سے ہے، اور (انہیں میں مخلوق کی) واپسی بھی انہی کی طرف ہے، وہ حدود عقلِ کُل، نفسِ کُل، ناطق اور اساس ہیں، جن میں عقلِ کُل کی مثال کھجور ہے، کہ وہ اپنی ذات پر قائم ہے، اور اس کی شرافت تمام شرافتوں

عورت، علمی فائدہ لینے والے کی مثال ہے، غلام مومن محدود کی مثال ہے،
 کہ وہ مطلق نہیں ہوا ہے، اور آزاد ماذن مطلق کی مثال ہے اور جو محدود اس سے
 برتر ہیں، وہ دو درجے ہیں، یعنی بڑا اور مرد، تو بڑا، مرد اور آزاد علی الاطلاق (یعنی دراصل)،
 دونوں عالم میں عقل ہے، اور جسمانی عالم میں بڑا، مرد اور آزاد مطلقاً ناطق ہیں،
 اسی طرح اخیر میں مستحب تک کہ وہ بحقیقت چھوٹا، غلام اور عورت ہے، یہاں تک کہ
 اُن بڑوں، آزادوں اور مردوں کی قوت سے یہ بھی انہی کی طرح بڑا، مرد اور آزاد ہو
 جائے، بشرطیکہ وہ فرمانبرداری پر ٹھہرے۔

اس بات کی تاویل کہ فطر کی زکوٰۃ نماز عید سے پہلے دینی چاہئے، یہ ہے کہ
 حدود دین کے لئے مومن کا اقرار قائم علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ہی ہونا
 چاہئے، اور عید قائم علیہ افضل الصلوات والسلام کی مثال ہے۔

(اس امر میں، زمانہ کے اہلیوں کی شرکت یہ ہے کہ انہوں نے صاع کو بدل
 دیا، اور اس اطاعت میں نادان وہ تھا، جس نے اپنے آپ کو داناؤں کے بھیس
 میں ظاہر کیا، چنانچہ ملک عراق (کا ایک شخص)، امام حق کی جگہ پر کھڑا ہوا، اور اُمت
 سے یہ کہا کہ ہر ملک میں اسی ملک کے صاع سے (زکوٰۃ فطر، دینی چاہئے، اور عراق
 کا صاع نبی کے صاع کی دو تہائی ہے، چنانچہ عراق کے تین صاع مکہ کے دو
 صاع ہوتے ہیں، اور وہ (عراقی صاع)، ڈھائی من، چھ راستار چار درم دو دانگ
 وزن رکھتا ہے (جبکہ صاع نبی پورے چار من کا ہے، جب نادان لوگوں نے یہ
 بات سنی تو اس پر عمل کرنا ان کے لئے نسبتاً آسان ہوا، اور کم ہمت لوگ زمانے
 کے اہلیوں کے حکم پر قائم رہے تب شبِ فتنہ کی تاریکی جزیرۂ خراسان پر چھا گئی،
 اور نورِ ایمان اُس سرزمین سے منقطع ہوا، کیونکہ اُن دینی کمزوروں سے
 جو اس سرزمین میں تھے، خدا کے اولیاء نے اپنا دستِ عنایت اٹھا
 لیا، اور اُن کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا کہ ان کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرے، تو
 انہوں نے کہا کہ یہ صاع (بیمانہ)، جس میں ہم فطر دیتے ہیں ڈھائی من سات استار

کابہ، اور بعض لوگوں نے اپنی علمی کمزوری ہی سے اس کی تاویل مقرر کر دی، بغیر اس کے کہ حکمت کی کان (یعنی امام) سے انہیں یہ فرمان دیا گیا ہو، اور کمزور مومنوں نے ان کی یہ بات مان لی اور اس پر مضبوط ہوئے، اور ملعون ابلیس نے لوگوں کو دھوکہ دیا، اور اُس نے اُمت میں سے اکثر لوگوں کو اپنا گمان سچ کر دکھایا، مگر تھوڑے لوگ تھے، جو نور ایمان پر قائم رہے، اور دھوکہ باز شیطان کے حیلے سے چھٹکارا پائے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے، قولہ تعالیٰ:-

”وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا قَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۳۱)

اور ابلیس نے اپنے گمان کو (جو ان کے بارے میں کیا تھا، سچ کر دکھایا، تو ان لوگوں نے اُس کی پیروی کی، مگر ایمانداروں کا ایک گروہ (نہ بھٹکا)۔“
 فطر کے بارے میں خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو کچھ ارشاد ہے، ہم نے اُس کا ذکر کر دیا، اور وہ اختلاف ظاہر کر دیا، جو زمانے کے ابلیسوں کے قول اور اشارے سے اُمت کے درمیان واقع ہوا ہے، اور حدود کی تاویل پر کمزور مومنین کے قادر نہ ہونے کا بیان کر دیا۔
 زکوٰۃ فطر کے بارے میں سات جزائر یعنی ہفت اقلیم کے خالص مومنین کے لئے زمانے کے خداوند (یعنی مالک، علیہ السلام) کا جو کچھ فرمان ہے، اور وہ اُس پر جس طرح عمل کرتے ہیں، اب ہم اس کی ایک فضل بیان کریں گے، تاکہ جس شخص کی آنکھ شبِ فتنہ کی تاریکی کے باوجود آفتابِ حقیقت دیکھنے سے عاجز نہ رہی ہو، تو وہ اس کو دیکھے، اور ہم اُس کی تاویل بتائیں گے۔

فصل

خداوندِ حق کے فرمان کے مطابق حقیقی فطر اور اس کی تاویل

جب صاحبانِ حق علیہم السلام نے دیکھا، کہ زمانے کے اہلیوں نے اُمت کو اپنے پیچھے جہالت کی وادی میں گمراہ کر دی ہے، اور انہوں نے صاعِ نبیؐ کو اپنے صاع سے بدل دیا ہے، اور یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ حال سب لوگوں کو معلوم کر دیا جلتے، تو انہوں نے اپنے تابعین کے لئے ارشاد فرمایا، کہ مومنین کے ہر چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد اور عورت کی طرف سے اُس ایک صاع پھل یا غلہ کی قیمت ایک درم اور ایک دانگ دیا کریں، اور اس میں فطر دینے والوں کے لئے صاحبانِ حق کی طرف سے دو عظیم حکمتیں تھیں، اور مومنین کے لئے اس سے ایک تو یہ ظاہر ہوا، کہ مکہ کا صاع اور عراق کا صاع اور کئی دوسرے صاع درمیان سے اُٹھ گئے، تاکہ وہ قلعی میں نہ پڑیں اور شک سے بچل جائیں، کہ یہ صاع کتنے من کا ہے اور وہ صاع کتنے من کا، اور دوسری حکمت یہ تھی کہ، ایک صاع کھجور یا کشمش یا گندم یا جو کے درمیان (قیمت میں) بہت سا فرق ہے، کیونکہ بعض جگہیں ایسی بھی ہیں، جہاں ایک صاع کھجور کی قیمت اتنی ہے جتنی کہ بیس صاع گندم کی ہوتی ہے، جیسے سرزمینِ خراسان اور ماوراء النہر، اور

بعض جگہیں ہیں جہاں ایک صاع گندم کی قیمت بھی وہی ہے، جو بیس صاع کھجور کی ہوتی ہے، جیسے پنج ہرویلیمان، یمامہ وغیرہ، اور جب صاحبانِ حق علیہم السلام نے فطر کے اس پیمانے کو معلوم کر دیا تو درمیان سے یہ فرق اٹھ گیا، اور بموجب فرمانِ رسول اور اس کی آل کی بدولت سچائی ظاہر ہوئی، یہ سچائی جو آج لوگوں کے درمیان فعل کی حد میں ہے، اس سے پہلے (یعنی رسول کے زمانے میں) قوت کی حد میں تھی۔

اب ہم خداوندِ زمان علیہ السلام کے امر سے زکوٰۃ فطر کے اُس ایک درم اور ایک دانگ کی تاویل کے بارے میں بیان کر دیں گے، جو صاحبانِ زمان علیہم السلام مومنین سے لیا کرتے ہیں، کہ ایک درم اور ایک دانگ (مجموعاً) سات دانگ ہوتے ہیں، اور یہ در بدر رسولؐ کے بعد کے سات ائمہ برحق کی دلیل ہے، اور ان سات دانگوں میں سے چھ دانگ ایک مجموعے میں ہیں، اور وہ ایک درم ہے، اور ایک دانگ اُن سے جدا ہے، پس وہ درم جو ایک مجموعے میں چھ دانگوں کی حیثیت سے ہے، اُن چھ ائمہ برحق کی دلیل ہے، جو رسول علیہ السلام کے بعد تھے، اور ایک جدا دانگ امام ہنتم کی دلیل ہے، کیونکہ اُسی کو قائمِ کامرتہ حاصل ہے، اور جو چھ اماموں سے مرتبت میں جدا ہے، ہر چند کہ وہ بھی امام ہے، اور اس (حقیقت) پر گواہ عالم آفاق کے چلنے والے چھ ستارے ہیں، جیسے: زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد اور قمر، کیونکہ یہ سب ایک ہی درجے کے ہیں، اس لئے کہ ان کی روشنی کمتر ہے، اور سورج بھی انہی کی طرح روشنی والا ہے، مگر شرف میں وہ ان سے برتر ہے اور اس کی روشنی گہری کے ساتھ ہے، اور اُس کے ظاہر ہونے میں ان کا چھپ جانا ہے، اور اس (حقیقت) پر گواہ انسانی شخصیت کے چھ اعضائی رتبہ ہیں، جیسے: جگر، پیپتھڑے، تلی، پتتا، گردے، اور دماغ، کہ انسانی جسم میں ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص کام ہے، جس طرح دل کا ایک مخصوص کام ہے، لیکن ان چھ اعضاء کا قیام دل پر ہے، جو ان کا ساتواں عضو ہے۔

(نیز) ہم یہ بتائیں گے، کہ جب مومن زکوٰۃ فطر کا ایک درم اور ایک دانگ اپنے

امام کو ادا کر دیتا ہے، تو وہ چھ اماموں کی شناخت کے لئے اقرار کر لیتا ہے، جن کے ادوار صاحبِ قیامت کے دور سے پہلے ہیں، جس طرح (زکوٰۃ فطر کے سلسلے میں "ایک درم اور ایک دانگ" کہنے کے لئے، دانگ سے پہلے درم کا نام آتا ہے، نیز یہ مومن سے اُس امام ہفتم کی شناخت کا اقرار ہے، جو صاحبِ قیامت ہے، اور اس کا دور تمام ادوار کے اخیر میں ہے، جس طرح "ایک دانگ" جو "ایک درم" کے بعد آتا ہے۔

نیز ہم بیان کرتے ہیں کہ ایک درم کی بارہ نصف دانگیں ہوتی ہیں، اور یہ بارہ جتوں کی دلیل ہے، جو صاحبِ زمان کے فرمان کے بموجب عالم میں ظاہر باطن کو برپا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اور ایک دانگ کی دو نصف دانگیں ہوتی ہیں، جو امام و باب، ناطق و اساس اور لیلۃ القدر و قائم القیامت کی دلیل ہے، نیز تنزیل و تاویل اور ظاہر و باطن کی دلیل ہے، اور مومنوں میں سے جو شخص زکوٰۃ فطر کا یہ ایک درم اور دانگ اپنے امام کو گزار دیتا ہے، تو اُس سے بارہ جتوں، ناطق و اساس امام و باب اور مذکورہ دو دُور امور کا اقرار ہوتا ہے، اور جس طرح بارہ جت اگرچہ مرتبت میں ناطق اور اساس سے جدا ہیں لیکن زبان کے ذریعہ ان کی سنت کو ظاہر کرنے والے ہیں، اور ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں، اور ان کے بغیر ان جتوں کا کوئی قیام نہیں، جس طرح یہ ایک درم اگرچہ اُس ایک دانگ سے جدا ہے لیکن اُس امر میں یہ ایک درم اُس ایک دانگ کے بغیر مکمل نہیں، اور زدہ ایک دانگ اس درم کے بغیر مقبول ہے، اور یہ ایک درم اور ایک دانگ چودہ نصف دانگیں ہوتی ہیں، جو سات اماموں اور سات جتوں کی دلیل ہیں، کہ خدا تعالیٰ نے ان کی جہ سے اپنے رسول کو احسان جتایا، چنانچہ فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

"وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (۱۶)

یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو ایک ایسا سات دیا، جو دہر ہے۔
ایک درم اور ایک دانگ کے اٹھائیس طسوجے ہوتے ہیں، اور وہ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

ناطق، اساس، امام، بارہ حجتِ ظاہر، بارہ داعی اور ماذون کی دلیل ہیں۔ کیونکہ ہر حجت کا ایک (خاص) داعی ہوا کرتا ہے، نیز عقل، نفس، آئین روحانی فرد (یعنی جد، فتح اور خیال، ناطق، اساس، سات ائمہ، بارہ ہزائے کے حجتِ داعی اور ماذون کی دلیل ہے، پس جو شخص قطر کا ایک درم اور ایک دانگ اپنے امام کو گزار دیتا ہے، تو وہ ان حدود کی اطاعت کرتا ہے، جو ہو جب فرمانِ خدا دعوت میں کھڑے ہیں۔

نیز ہم بیان کریں گے، کہ درم اور دانگ کے عربی الفاظ درہم و دانق ہوتے ہیں، اور اس کی تحریری صورت اسی طرح ہے۔ ”دھہ و دانق“ اور ان دونوں الفاظ میں سے ہر ایک چار حروف پر مشتمل ہے، اور ان کے درمیان ایک واو کا واسطہ ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ درہم کے چار حروف چار اصول دین کی مثال ہیں، جیسے اول، ثانی، ناطق اور اساس، اور دانق کے چار حروف چار فروغ دین کی مثال ہیں، جیسے حجت، داعی اور دو ماذون، اور ان دونوں چار ترقی الفاظ کے درمیان کا واو جو حسابِ صل میں چھ ہے، چھ ائمہ برحق کی دلیل ہے، کہ وہ ان چار اصول سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور ان چار ماتحت حدود کو فائدہ پہنچایا کرتے ہیں، اور اس قول کی سچائی پر دلیل یہ ہے کہ درہم دو روحانی اصول اور دو جسمانی اصول کی مثال ہے، یہی وجہ ہے کہ ”دال“ اور ”را“ جو اس لفظ کے شروع میں ہیں، ایک دوسرے سے جدا ہیں، اول و ثانی کی طرح کہ وہ بیٹھ ہیں اور مرکب نہیں، اور ”ھا“ و ”میم“ ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، ناطق اور اساس کی طرح کہ وہ جسم اور نفس سے مرکب ہیں، پھر ”دانق“ کے شروع میں ”دال“ اور ”الف“ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں، حجت اور داعی کی طرح، جن میں سے ہر ایک کا درجہ جدا ہے، کہ حجت صاحبِ تائید ہے اور داعی صاحبِ تاویل ہے، اور دونوں ماذون ایک مرتبے میں ہیں، کہ دونوں کا پلنے والا داعی ہے، جس طرح نون اور قاف ”دانق“ کے لفظ میں یک جا ملے ہوتے ہیں، نیز جس طرح دال اور را لفظ ”درہم“ میں ہا اور میم سے آگے ہیں، اسی طرح اول و ثانی بھی ناطق و اساس سے آگے ہیں

اور جس طرح دال اور الف لفظ "دائق" میں نون اور قاف سے پہلے ہیں، اسی طرح حجت اور داعی دو ماذون سے پہلے ہیں، ناطق اور اساس کے لئے اول و ثانی وہی منزلت رکھتے ہیں، جو منزلت دو ماذون کے لئے حجت اور داعی رکھتے ہیں۔ نیز ہم بتائیں گے، کہ پہلے درہم ہے پھر دائق ہے، اور یہ دونوں کلمات ایک دوسرے کے بعد ایسے ہیں کہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اس لئے کہ دونوں کلمات میں شروع کے دو حرف جُدا جُدا ہیں، اور اخیر کے دو حرف ملے ہوئے ہیں، جیسے "دازہم" اور "دائق" اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور دو قسم کا ہے، اور دونوں قسموں میں ہمارے لئے روحانی فراخی ہے، اور ہر کام کا شروع دو بیضیوں یعنی عقل و نفس، سے ہوتا ہے، اس لئے کہ مذکورہ دو کلموں کا شروع دو جُدا جُدا حرفوں سے ہے۔

پس ہم بتا دیتے ہیں، کہ یہ دور جس میں ہم داخل ہیں دو حصوں میں ہے ایک حصہ تو اولیاء کا ہے، اور وہ اماموں کا دور ہے، اور دوسرا حصہ خلفاء کا ہے، اور وہ دور قیامت ہے، اور دونوں قسموں کا رجوع دور روحانی اصولوں یعنی عقل و نفس، کی طرف ہے، اور ہم بتائیں گے، کہ اماموں کے دور (آنے، کا سبب خلفاء کا دور ہے، اس لئے کہ دہر پتھر کا، آغاز اور اس کی علت یعنی سبب پیدا شد، وہی ہے جو کچھ اس کا انجام ہے یعنی ہر چیز کا انجام ہی اس کا آغاز ہے) اور اس درم و دانگ میں یہی دلیل ظاہر ہے اس لئے کہ درم دانگ سے بنا ہے، اور درم میں دانگ بننے کی صلاحیت ہے، اور دانگ میں درم بننے کی صلاحیت ہے۔

پس میں نے ثابت کر دیا کہ دانگ درم کا سبب ہے، جس طرح قائم علیہ السلام ہی تمام انبیاء و اولیاء کے پیدا ہونے کا سبب ہیں، اور ایک دانگ ہی کی دلیل ہے، اور ایک درم چھ صاحبان شریعت کی دلیل ہے، اور انبیاء کی پیدا شد کا سبب قائم علیہ السلام ہی ہیں، جس طرح درم کی پیدا شد کا سبب

دانگ ہے۔

نیز بتائیں گے کہ جب تو درہم کی تشریح حسابِ جمل میں کرے گا، تو اس میں پہلے حرفِ ”دال“ آتا ہے، جس کا عدد چار ہے اور دوسرا حرف ”را“ ہے جس کا عدد دو سو ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چار مؤید یعنی مدد دیتے گئے، ہیں، جیسے ناطق، اساس، امام، اور حجت، کہ ان کو تائید دو اصولوں سے ہے، جس طرح حرفِ ”را“ دو روحانی اصولوں کی مثال ہے، کیونکہ ”را“ کا عدد دو سو ہے، اور دو سو کے دو عقد ہوتے ہیں، اور وہ دو روحانی اصولوں کی دلیل ہے، اور ”ھا“ کا عدد پانچ ہے، اور ”میم“ کا عدد چالیس ہے، جو چار عقد ہوتے ہیں، اور یہ چار حدود کی دلیل ہے کہ اساسین اور فریقین دو اصولوں کے تحت ہیں، یعنی ناطق، اساس، امام اور حجت، اور پانچ کا عدد جو حرفِ ”ھا“ کا ہے، اُن پانچ حدود پر دلیل ہے جو ان کے تحت ہیں؛ جیسے حجت، داعی، دو ماذون اور متجیب، کہ ان سب کا رجوع چار اصول کی طرف ہے؛ یہ ایسا ہے جس طرح ہائیم کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

پھر جب تم جمل کے طریقے پر دائق کا حساب کرو گے، تو دال کا عدد چار ہے، اور ”الف“ کا ایک ہے، کیونکہ چار اصول دین کا مجمع (یعنی لوٹنے کی جگہ)، باری سبحانہ و تعالیٰ کی وحدت ہے، اور ”نون“ کا عدد پچاس ہے، جو پانچ عقد ہوتے ہیں، اور ”قاف“ کا عدد اکت سو ہے، جو ایک عقد ہوتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ مذکورہ پانچ ماتحت حدود یعنی حجت، داعی، دو ماذون اور متجیب کو علم کی قوت امام سے حاصل ہے، جس کی مثال ایک عقد ہے، اور نخلص مؤمن دہ ہے، کہ اپنے آقا کے فرمان کے مطابق فطر کی زکوٰۃ دیا کرتا ہے، اور اس کے معنی اس کتاب سے معلوم کر لیتا ہے، تاکہ وہ حق گزار اور حق شناس ہو یعنی حق ادا کرنے والا اور حق پہنچانے والا ہو، اور نتاس (یعنی بن مانس) جیسے نادان کی باتوں پر عمل نہ کرے، تاکہ جہالت

کے بیابان میں علم کی پیاس سے مرزہ جاتے۔
 ہم نے قطر کے معنی اور اس کی تاویل کا ذکر کر دیا، اور اس اختلاف کے
 سبب کا (بھی) جو ابلیس اور زلمنے کے ابلیسوں کے فریب سے اُمت کے درمیان
 پڑا ہوا تھا، تاکہ اس بیان کے ذریعہ بصیرت والوں کو جہالت کے رنج سے خلاصی
 اور راحت حاصل ہو۔

وَالسَّلَام

ISW
LS

Institute for
 Spiritual Wisdom
 and
 Luminous Science

Knowledge for a united humanity

مَدْرَسَةُ الْوَحْيِ وَالْحَقِيقَاتِ الْوَالِدِيَّةِ
 دَارُ الْوَحْيِ وَالْحَقِيقَاتِ الْوَالِدِيَّةِ
 دَارُ الْوَحْيِ وَالْحَقِيقَاتِ الْوَالِدِيَّةِ

کلام - ۳۳

روزہ رکھنے کی واجبیّت، اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم بیان کریں گے، کہ روزہ کو عربی میں ”صَوْم“ کہتے ہیں، اور ”صوم“ کے معنی ہیں، ہر اُس چیز (یعنی قول و فعل) سے لوگوں کا رُک جانا جس کو وہ کمر رہے تھے، اور ہر بالغ و حاضر مسلمان پر سال میں اُس ایک مہینے کا روزہ واجب ہے، جو رمضان کے نام سے معروف ہے، وہ ایک مہینہ کسی گمی کے بغیر پورے تیس دنوں کا ہونا چاہئے، اور روزانہ رات، ہی سے اُس دن روزہ رکھنے کی تیّت کرنی چاہئے اور اُن چیزوں سے اپنے آپ کو روکنا چاہئے، جو روزے کو توڑ دیتی ہیں، جیسے کھانا، پینا، جماع کرنا، غیبت کرنا اور ناپسندیدہ افعال کرنا۔

روزہ کی تاویل یہ ہے، جو پہلے تم یہ سمجھ لو، کہ دین کے سلسلے میں نفس (یعنی روح) کی حالت جسم کی حالت سے ہلتی چلتی ہے، چنانچہ تندرستی کی حالت میں جسم کی بہتری خوراک کھانے اور پانی وغیرہ پینے کے ساتھ وابستہ ہے، اور بیماری کی حالت میں جسم کا علاج کھانا نہ کھانے اور پانی وغیرہ نہ پینے کے ساتھ وابستہ ہے (دوسری طرف سے) نفس کا کھانا تنزیل اور شریعت کا ظاہر ہے اور نفس کا پینا تاویل کا کھولنا اور شریعت کا بیان کرنا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّا نَحْمَدُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اَللّٰهُمَّ
 اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ اَللّٰهُمَّ

پس اسی طرح نفس کی بہتری کسی وقت تو شریعت اور ظاہر کو عمل میں لانے اور اس کی تاویل جاننے میں ہے، اور وہ ایک ایسے وقت میں ہوتا ہے، جس میں حدود دین برپا کئے ہوتے ہوتے ہیں، اور عالم دین جسم کی صحت مندی کی طرح بے خلل ہوتا ہے، اور پھر کسی وقت نفس کی بہتری شریعت کے باطن کو پوشیدہ رکھنے میں ہے، جبکہ مومنین اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرتے ہوں کہ ان کو دینی منافین ہلاک کر دیں گے، پس لوگوں کا روزہ رکھنا بظاہر خدا کی اطاعت ہے، اور اپنے آپ کو فرشتوں کی طرح کمر دینا ہے، کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہیں، اور اپنے آپ کو حیوانی عادت سے دور رکھنا ہے، کہ حیوان جو کچھ پالتے ہیں اور جس وقت میں بھی ہو، ہڑپ کر لیتے ہیں، یہ عادت انتہائی ناپسندیدہ ہے، اور کم کھانا ایک پسندیدہ عادت ہے، نیز کم کھانے والے کو سب لوگ عزیز بھی رکھتے ہیں، اور روزے کا باطن (یعنی باطنی روزہ) کتاب اور شریعت کے باطن کی تشریح اور بیان کرنے سے حدود دین کا رنگ جاتا ہے، اور اس قول کی سچائی کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو سورہ مریم میں آیا ہے، قوله تعالیٰ:-

فَمَا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا اَفْقُوْا اِنِّيْ نَزَرْتُ بِالرَّحْمٰنِ
 صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِمَ الْيَوْمَ اَنْسِيًّا (۱۹۶)

”خدا تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام سے فرماتا ہے، کہ پس اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، تو کہہ دینا کہ میں نے خدا کے واسطے روزے کی نیت کر لی ہے، تو میں آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی“

حدیث شریف میں مذکور ہے، کہ ماہ رمضان خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور وہ تمام مہینوں سے افضل ہے، اور حدیث شریف میں یہ ارشاد بھی ہے، کہ اس مہینے میں فرشتے دیکھے جاسکتے ہیں، اور اس میں آسمان کے دروازے نیکیوں کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اس میں حسبِ مقدر دروغیوں کے ساتھ فیاضی سے پیش آنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

سال کے بارہ مہینے ہیں، اور رمضان کا مہینہ ان دوسرے گیارہ مہینوں سے اشرף ہے، اور اس کی تادیل کا بیان یہ ہے، کہ ہر پیغمبر اور ہر امام کے بارہ حجّت ہوا کرتے ہیں، اور پیغمبر کے بارہ حجّتوں میں سے ایک تو اُس کا وصی ہوتا ہے اور وصی کے بارہ حجّتوں میں سے ایک امام ہوتا ہے، تاکہ اس کے بعد اس کے مقام پر قائم ہو جائے، چنانچہ یوسف علیہ السلام (اپنے والد حضرت یعقوب کے حجّت تھے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام امام (متودع) تھے، اور امام نے حضرت یعقوب کو تصوّر و خیال کے ذریعے یہ دکھانا چاہا تھا، کہ دوسرے گیارہ حجّت زمانے کے امام اور اُن کا باب (حجّتِ اعظم) حضرت یوسف کی اطاعت کریں گے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے، قوله تعالیٰ :-

رَأَيْتُ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا فِي السَّمَاءِ وَالْقَمَرَ
رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (۱۳۷)

"میں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھا ہے، میں نے اُن کو دیکھا ہے، کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں" اور گیارہ ستاروں سے حضرت یوسفؑ کی مراد گیارہ حجّت ہیں، جن کا بار ہواں خود حضرت یوسفؑ تھے، اور سورج سے ان کی مراد امام ہیں، اور چاند سے ان کی مراد باب ہے، اور ان کو ان کے سجدہ کرنے میں یہ مطلب رکھا، کہ یہ حد و حضرت یوسفؑ کی اطاعت کریں گے، اور چاند وزیر کی مثال ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اشک کے مطابق وصی ہی ناطق کا وزیر ہوا کرتا ہے جس طرح قرآن حکیم کا ارشاد ہے :-

وَأَجْعَلُ لِي وَرِيسًا مِّنْ أَهْلِي - هُرُونَ أَخِي (۲۹۱-۲۹۲)

یعنی موسیٰ نے کہا، اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر (یعنی بوجھ بٹانے والا بنا دے)۔

ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کی تادیل یہ ہے کہ جو شخص تادیل کی دعوت تک پہنچ جائے تو اُسے چاہئے کہ شریعت کے حقائق کو پوشیدگی سے طلب کرے نہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰى اٰلِهِ وَرَحْمَتِكَ
 اَبَدًا

کہ ظاہریت سے، چنانچہ دن ظاہر اور تندریل کی مثال ہے، اور رات باطن اور تاویل کی مثال ہے، پس ہمیں فرمایا گیا کہ ہم رمضان کے مہینے میں دن کے وقت غذا کو جمع کئے رکھیں، تاکہ ہم رات کے وقت اس کو کھائیں، اور اسی طرح ہے کہ جو شخص تاویل کی دعوت (یعنی روحانی تعلیم) میں داخل ہوتا ہے، وہ ظاہری امور کو سن لیتا ہے، اور حقیقت کو انہی امور سے طلب نہیں کرتا، بلکہ تاویل کے طریقے سے طلب کرتا ہے، تاکہ وہ حقیقت کو حاصل کر سکے، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص ظاہری حالت کو دیکھ کر یہ معلوم کر لینا چاہے کہ خدا تعالیٰ نے خنزیر (یعنی سور) کے گوشت کو کیوں حرام کر دیا ہے، اور بھیڑ بکری کے گوشت کو کیوں حلال ٹھہرایا ہے، تو وہ واقعہ کی ظاہریت سے اس حقیقت کا انکشاف نہیں کر سکے گا نہ وہ غیر تربیت یافتہ عقل سے ان دو گوشتوں کو سمجھ سکے گا، کہ نقصان پہنچانے والے سور کو کاٹ کر اس کا گوشت کیوں نہیں کھانا چاہئے، اور بے ضرر بھیڑ بکری کو کاٹ کر اس کا گوشت کیوں کھانا چاہئے، اور اگر ہم ظاہری حالت پر نظر رکھیں تو ہماری اپنی عقل کے مطابق یہ لازم آتا ہے، کہ نقصان پہنچانے والے کو کھانا اور ستانا چاہئے، اور بے ضرر کو نہیں کھانا اور نہیں ستانا چاہئے۔

جب ایسا کوئی شخص علم حقیقت سیکھے، تو اُس وقت سور کا گوشت نہ کھانے کے معنی سمجھ سکے گا، اور اس کے کھانے کا نقصان معلوم کرے گا، اور گوشت (یعنی بھیڑ بکری) کا گوشت (کھانے کے معنی) بھی نہ اس کے جسم میں پڑے، بلکہ اس کے نفس میں پڑے، اور رمضان کے امر کی اطاعت کرنے والا مومن جو رمضان کی حقیقت جانتا ہے، وہ تاویل ہی کے طریقے سے ہے، نہ کہ اُس چیز کے عین ظاہر سے جو کھانے (یعنی افطار) کے لئے پڑی ہے، جس کو دن میں جمع کی گئی ہے، اور دن اس پر گزر چکا ہو، تاکہ اس جسمانی خوراک کو شبِ زمانی (یعنی ماڈھی قسم کی رات) میں کھائے جو روزِ زمانی (یعنی ظاہری قسم کے دن) میں جمع کی گئی تھی، جبکہ مومن ماہِ رمضان کا ظاہری روزہ رکھتا ہے، اس کے یہ معنی ہوتے کہ جسمانی خوراک کے باطن کو، جو روزہ

دین، یعنی شریعت سے حاصل کیا ہے، شبِ دین میں یعنی تاویل حقیقت کے مقام پر کھائے گا، اور حجبِ روحانی روزہ رکھے، تو وہ اس شخص کو پہچان لے گا جو خدا کا ہینہ ہے، چنانچہ ”شہر“ شہرت کے لفظ سے لئے ہیں، اور جو فرماتا ہے کہ ”شہرُ رَمَضَانَ“ تو اس سے خدا کی مُراد وہ شخص ہے، جو خدا کے نزدیک مشہور ہے، اور وہ شخص وہی ہے جس کے باطن میں قرآن بحقیقت خدا کا بھیجا ہوا ہے، اور قرآن شریف دراصل اُس شخص کے باطن میں نازل ہوا ہے، جو قرآنی مثالوں سے اختلافات اور شبہات کو صرف وہی دور کر سکتا ہے، اور وہ ناطق علیہ السلام کے وحی ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں، جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ “ (۱۸۵/۱)

” ماہِ رمضان وہ شخص ہے جس کی ذات، میں قرآن نازل کیا گیا، تاکہ (وہ شخص، لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائے، اور سیدھے راستے کے متعلق بیانات کو وہی جُدا کرے، یعنی خدا کا مشہور وہی شخص ہے، جس کی ذات میں قرآن نازل ہوا، تاکہ وہ شخص لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائے اور پوشیدہ حقائق کو ظاہر کرے، اور حق کو باطل سے جُدا کرے، پس فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

” فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ “ (۱۸۵/۲)

پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو روزہ رکھے۔ یعنی جو شخص اس کو پہچانے، تو وہ ان کی مرتبت کو دینی دشمنوں سے چھپائے رکھے، چنانچہ فرمایا، قولہ تعالیٰ:-

” وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ
أُخْرٍ “ (۱۸۵/۲)

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو، گو کہ روزہ نہ رکھے، مگر دوسرے دنوں کو گنے، تاکہ پھر سے روزہ رکھے، اس کے معنی یہ ہیں، کہ جو شخص تاویل کے نہ ملنے سے

روحانی طور پر بیمار ہو جائے، جس کے سبب سے وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا رہتا ہو، اور بیماریوں کی طرح کمزور ہو جاتا ہو یا مسافرت میں ہو، یعنی حقیقت کا طالب رہتا ہو، تو روا نہیں کہ وہ خاموش رہے، بلکہ اُسے ڈھونڈتے اور پوچھتے رہنا چاہئے، تاکہ حقیقت کو حاصل کر سکے، پھر تندرست ہو جائے، اور (اس علمی سفر سے) گھر کی طرف واپس آجائے، پھر اُس کے بعد (روحانی طور پر) اساس کو پہچان کر، اُس کی مرتبت کو دینی مخالفوں سے پوشیدہ رکھے اور اُس بات کے معنی کہ بیمار اور مسافر دوسرے ایام گئے اور روزہ رکھے، یہ ہیں کہ جو شخص اساس کی تاویل حاصل نہ کر سکے تو ردِ لب سے کہ وہ حجت، داعی اور ماذون سے تاویل حاصل کرنے کیونکہ وہی لوگ اساس کے دوسرے ایام ہیں، اور ان میں سے ہر ایک عالم دین کا ایک دن ہے۔

پس ہم بیان کریں گے، کہ بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ روزہ رکھنے کی تاویل یہ ہے، کہ (ناطق کے) بارہ جہتوں کے مجموعے میں سے اساس ہی ایک ایسے جہت ہیں جن کی مرتبت پوشیدہ رکھنی چاہئے، اور وہ اس مرتبت کی بنا پر اپنے گیارہ ساتھیوں سے مخصوص ہیں، جس طرح لوگوں کے لئے ماہِ رمضان اپنے ساتھ والے گیارہ مہینوں سے افضل ہے، کیونکہ دوسرے مہینے وہ فضیلت نہیں رکھتے ہیں، اور اس بات کی تاویل کہ ماہِ رمضان تمام مہینوں میں نوال مہینہ ہے، یہ ہے کہ مستحب سے لے کر عقل کُل تک حدودِ دین کے مراتب بارہ ہیں جیسے:-

۱. باب	۱. مستحب
۲. امام	۲. ماذونِ محدود
۳. وصی	۳. ماذونِ مطلق
۴. ناطق	۴. داعیِ محدود
۵. نفس کُل	۵. داعیِ مطلق
۶. عقل کُل	۶. حجت

پس وصی (ان حدود میں) نواں مرتبہ ہیں، جس طرح ماہ رمضان سال کا نواں مہینہ ہے، اور ماہ رمضان کے بعد سال کے تین مہینے ہیں، جیسے شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ، اسی طرح وصی کے بعد دین میں میں مرتبہ ہیں، جیسے ناطق، نفس کُل اور عقل کُل، اور گنتی میں بھی یہی حال (یعنی ثبوت) موجود ہے، اس لئے کہ (قرآنی) گنتی بارہ درجوں میں ہے، جس میں نو درجے اکائی کے ہیں، دسواں درجہ دھاتی کا ہے، گیارہواں درجہ سیکڑے کا ہے، اور بارہواں درجہ ہزار کا ہے، اور ہزار کے بعد دس انہی درجوں کا، مگر ر یعنی دہرائی ہے، اسی طرح اکائی جسمانیوں اور متعلموں کا درجہ ہے، اور وصی ان کا آخری درجہ ہے، کیونکہ وہ نویں منزلت پر ہیں اور ناطق کے لئے حساب کی دہائی کا مرتبہ ہے، کیونکہ وہ آدمیوں کی انتہا ہیں، اور انسانی صورت کا درجہ کمال ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ دس کے عدد کو، جو ناطق کا مرتبہ ہے، کامل قرار دیتا ہے، قولہ تعالیٰ :-

”ثَلَاثَ عَشْرَةَ كَامِلَةً“ (۲/۱۹۶)

(ترجمہ: یہ دس کامل ہے، اور سیکڑے کا مرتبہ نفس کُل کے لئے ہے، اور ہزار کا مرتبہ عقل کُل کے لئے ہے۔

پھر اس بات کی تادیل کہ (روزہ رکھنے والا) جس دن روزہ رکھتا ہے تو اس کو اُس دن رات ہی سے نیت کرنی چاہئے، یہ ہے کہ کتاب (یعنی قرآن) اور شریعت کا ظاہر تاویل طلب واقع ہوا ہے، اور تاویل ہی کتاب و شریعت کا سبب تھی، جو ظاہر (یعنی تنزیل) کے بعد ممکن تھی، ایک ایسی بات کی مثال پر جو آواز کلمات اور حروف کے ذریعہ کہا کرتے ہیں، پس اس آواز، کلمات اور حروف کا سبب معنی ہی ہوتے ہیں جو سننے والے کا نفس پہلے سن لیتا ہے، اور کہنے والے کی طرف سے وہ بات (مخاطب کو) اس معنی کی وجہ سے قابل قبول ہو سکتی ہے، پس ظاہری روزے کے لئے ظاہری رات ہی سے نیت کرنی چاہئے، تاکہ درست ہو اور اسی طرح پہلے تو روزہ کے معنی سمجھ لینا چاہئے، اس کے بعد روزہ رکھنا چاہئے، تاکہ وہ

بِرَّكَاتٍ كَثِيرَةٍ وَجِزَاءٍ مُّبِينٍ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

نیت جو روزے کی شناخت (یعنی تاویل) ہے روزہ رکھنے کا سبب ہو، کہ وہ روزہ رکھنا اساس کی مرتبت کو دینی دشمنوں سے پرشیدہ رکھنا ہے۔
 پھر اس بات کی تاویل کہ روزہ پورے تیس دنوں کا رکھا جاتا ہے، یہ ہے کہ پہلے ان تیس مراتب کو پہچاننا چاہئے، تاکہ ہم اس کے ذریعہ تاویل سمجھ سکیں، اور یہ تیس مراتب وہ ہیں جن کی سچائی پر آفاق و انفس گواہ ہیں، اور ان تیس مراتب میں سے چھ مراتب اجسام کی تخلیق میں ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو یاد فرمایا ہے، جیسے سلالہ، نطفہ، علقہ، مضغہ، عظام اور لحم (یعنی مٹی کا خلاصہ، منی، جما ہوا خون، گوشت کی بوٹی، ہڈی اور گوشت، تاکہ ساتویں درجے پر انسان مکمل ہو، اور نفوس کی تخلیق میں اس کے برابر چھ مراتب ہیں، جیسے: طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد، تاکہ ولایت پر (روحانی تخلیق) پوری ہو، اور پیغمبری میں اس کے برابر چھ مراتب ہیں، جیسے آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ علیہم السلام تاکہ نبوت کی تخلیق مکمل ہو، اور پیغمبر کے بعد اس کے برابر چھ امام ہیں، جن کی تکمیل قائم حق علیہ السلام کے پیدا ہونے میں ہے، اور مذکورہ چھ چھ کے مراتب میں سے ہر چھ کا ایک ساتواں ہے، کہ ہر درجے کے چھ کی تکمیل اس کے ساتویں میں ہے، چنانچہ تخلیق جسم کے چھ مراتب کا ساتواں درجہ روح ہے، جس میں ان چھ مراتب کی تکمیل ہے، نیز ان چھ جسمانی مراتب کے برابر جسم کے سات اعضائے رئیسہ ہیں، جیسے: دماغ، دل، جگر، پھیپھڑے، تہی، پتلا اور گردے، جن سے جسم کی زندگی ہے، اور ہفت ارکان شریعت (یعنی شریعت کے سات ستون) کے برابر ان کے معانی ہیں، جن کے سمجھنے سے ولایت کے ساتھ اتصال ہو سکتا ہے، چنانچہ طہارت کے برابر (اس کے معنی) نفس کو پاک کرنا ہے، نماز کی برابر اطاعت (یعنی فرمانبرداری) روزے کے برابر بُرے کاموں سے اپنے آپ کو روکنا، زکوٰۃ کے برابر علم بیان کرنا، حج کے برابر اپنے آپ کو امام تک پہنچا دینا، اور جہاد کے برابر علمی طاقت سے دینی دشمنوں کو مقہور (یعنی مغلوب کر دینا) اور اسی طرح سات اماموں کے برابر

سے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو اس چیز سے یس جا کر اپنی ضرورت کی چیز طلب کر سکتا ہے، اسی طرح داعی کو چاہئے کہ صاحبانِ جزائر (یعنی جنتوں) کو پہچانے، کہ لوگ جو کچھ مجھ سے پوچھیں تو اس کا جواب ان جنتوں سے مجھے مل سکے گا، چنانچہ لوگ جس بارے میں بھی پوچھیں، تو وہ پروردگار نہیں کرتا، اور جانتا ہے، اور جو کچھ اُس سے پوچھتے ہیں، تو وہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔

اس کے بعد پانچ مراتب ہیں، جن کو جانتا چاہئے اور جسمانی تخلیق میں ان پانچ مراتب کی مثال پانچ حواس ہیں، جیسے: دیکھنا، سُننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا، اور روحانی تخلیق میں تمیز، تقسیم، تنزیل، تالیف اور تاویل ہیں، اور عالمِ دین میں ان پانچ کے مقابل ناطق، اساس، امام، حجت اور داعی ہیں، اور پیغمبری کی مرتبت میں ان پانچ کی طرح پانچ اولوالعزم ہیں، یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام، نیز نبیِ وصیٰ امام، حجت اور داعی ہیں، اور ان پانچ کی طرح اولوالعزم اور عالمِ علوی کے درمیان پانچ واسطے (ذرائع) تھے، اور اب بھی، ہیں، جیسے قلم، عقل، کُل، لوح (نفسِ کُل) اسرافیل، میکائیل، اور جبرائیل۔

پس یہ حدودِ مجموعی طور پر تیس ہیں، جیسے چھ ناطق، چھ امام، قائم، جزائر کے بارہ حجت اور پانچ روحانی حدود، جیسے عقل، نفس، جد، فسح اور خیال، اور ان تیس دنوں کا روزہ رکھنا، اور ان تیس حدود کو پہچاننے کی مثال ہے، اس لئے کہ جائز نہیں کہ تیس دن سے کم یا زیادہ روزہ رکھا جائے اور اس بات کی تاویل کہ جو شخص بالغ ہو اُسے (سال میں) ایک ہینہ روزہ رکھنا چاہئے، یہ ہے کہ جس کو دانش ملے، تو اُس پر واجب ہوتا ہے کہ ان تیس حدود کو پہچانے اور ان سے فوائد حاصل کرے اور اپنے سے نچلے درجات کو فائدہ پہنچائے۔

اس بات کی تاویل کہ غذا کھانا، پانی پینا، اور جماع کرنا روزہ ظاہر کو توڑ دیتا ہے، یہ ہے کہ جب مستحیب سے عہد لیا جائے، تو اُس کو تنزیل و تاویل بیان کرنے سے اور روحانی جماع کرنے سے روکے رکھتے ہیں، کیونکہ (ان چیزوں سے،

روحانی نطفہ حاصل ہوتا ہے، کہ جب مہوود (یعنی وہ مبتیب جس سے عہد لیا گیا ہے) تنزیل و تادیل بیان کرتا ہے تو اس کی مثال یوں ہوتی ہے، جیسے کہ ظاہری روزہ رکھنے والے نے کھانا کھایا اور پانی پیا اور جماع کیا، اور جماع کی حقیقت غذا کھانے اور پانی پینے (کی حقیقت) سے نزدیک ہے، اس لئے کہ جماع سے انسانی صورت حاصل ہوتی ہے، اور غذا سے اُس صورت کی پائیداری ہوتی ہے، اور پینے سے اس کا طاقت ور ہونا ہے، اور یہ تین باطنی حالتیں باطنی روزہ رکھنے والے پر حرام ہیں جس طرح وہ تین ظاہری حالتیں ظاہری روزہ رکھنے والے پر حرام ہیں اذ روزہ کھولنا اس کا مرتبہ ظاہر کرنے کی مثال ہے، اور جو شخص قصداً روزہ کھولے تو ایک دن کے بدلے میں اسے دو ماہ متواتر روزہ رکھنا چاہئے جس کی تادیل یہ ہے کہ جو شخص (روحانی روزے کے درمیان، ان تین حدوں میں سے کسی ایک حد کو ظاہر کرے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے طور پر دو فرغ کی طرف لوٹ آئے، کیونکہ وہ دو ماہ کی مثال ہیں، اور پیغمبر علیہ السلام کی حدیث ہے، جو فرمایا:-

”إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَسَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔“

جب مشرق کی طرف سے رات آئے اور مغرب کی طرف سے دن چلا جائے تو روزہ رکھنے والا روزہ کھولے۔“

اور اس حدیث کی تادیل یہ ہے، کہ رات باطن اور تادیل کی مثال ہے اور دن ظاہر اور تنزیل کی مثال ہے، اور جو فرماتا ہے، کہ جب مشرق کی طرف سے رات آئے تو روزہ دار روزہ کھولے، اس سے آنحضرتؐ کی یہ مراد ہے، کہ تمہیں تاہم عقل کُل سے بے گی، کیونکہ نور توحید کا مشرق وہی ہے، اور جو فرماتا ہے، کہ مغرب کی طرف سے دن چلا جائے، اس سے آنحضرتؐ کی مراد یہ ہے کہ جب شریعت کا ظاہر ناپید ہو جائے تو نفس کُل کی طرف متوجہ ہو جاؤ، کیونکہ نور توحید کا مغرب وہی ہے، اور اجسام کے ظاہر کا کوئی پیدا کرنے والا ہونا ضروری ہے، اور وہ نفس کُل ہے، چنانچہ نفس

کُل کے ذریعہ روزہ دار کا روزہ کھولا جائے گا، یعنی حق آشکار ہوگا، اور مومنوں کو اور حقداروں کو دینی دشمنوں سے کوئی خوف و ہراس نہ رہے گا، رسول علیہ السلام سے ایک اور حدیث یہ ہے، جو فرمایا :-

” لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ -
سفر میں روزہ رکھنا طاعت و نیکی نہیں“

اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جب مومن طلب حقیقت کے مرحلے میں ہو، تو اُسے رُعا نہیں کہ ڈھونڈنے اور پوچھنے سے رُکے رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ حقیقت کو طلب کرتا رہے، تاکہ اُس سے ظاہر و باطن میں خُدا تعالیٰ کی طاعت ہو، رسول علیہ السلام کی ایک اور حدیث یہ ہے جو فرمایا :-

” صُومُوا تَصِحُّوا -

روزہ رکھو تاکہ تم تندرست رہو“ یعنی اساس کی مرتبت اہل ظاہر کے لئے آشکار نہ کیا کرو، تاکہ تم ان کی اذیت سے سلامت رہو، نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا :-

” سَافِرُوا تَغْنَمُوا -

سفر کرو، تاکہ تم کو مالِ غنیمت مل جائے“

یعنی دعوت میں داخل ہو جاؤ، تاکہ حقیقت کو جو مالِ غنیمت ہے، حاصل کرو اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ شبِ قدر ماہِ رمضان میں ہے، اور اس رات میں تمام مخلوقات، جانور، درخت اور جواہر خدائے تعالیٰ کے لئے سجدہ اور خضوع کرتے ہیں، جس کی تاویل یہ ہے کہ اساس (یعنی علی)، کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہے کہ وہ دین میں آشکار ہوگا، اور وہ تیسلس حدود جن کا ہم نے ذکر کر دیا، اس کی اطاعت کریں گے، اور بکھرے ہوئے مذاہب والے اور مختلف ادیان والے سب اپنا اپنا بدلہ پائیں گے، چنانچہ خُدا تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

” كَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (۱۶۳)

شبِ قدر ہزار ہینے سے بہتر ہے“

یعنی قائم کا جت علم میں ہزار امام سے بہتر ہے، اگرچہ اماموں کے مراتب کو مجموعاً ایک مرتبہ مانا جاتا ہے، اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، کہ (ماہ رمضان کی) آخری دس (راتوں) کے طاق اعداد میں شب قدر کی تلاش کرو، اور آخری دس راتیں، اماموں کی حد کی مثال ہیں، درمیانی دس اساسوں کی حد کی مثال ہیں، اور ابتدائی دس ناطقوں کی حد کی مثال ہیں، ان میں قسم کے حدود میں سے ہر قسم میں سات ہیں اور ہر سات نے اپنے تحت تین حدود قائم کر دیئے ہیں، تاکہ دن ہو جائیں، اور آخری دس کی طاق راتیں اماموں کی حد کی مثال ہیں، اور جنت راتیں جنتوں کی حد کی مثال ہیں، پس (ان تمام امور کے نتیجے میں آنحضرتؐ) یوں فرماتا ہے، کہ قائم کو کوئی شخص پہچان نہ سکے گا، مگر پانچ حدود کے ذریعے سے، جیسے اساس، امام، باب، جنت اور داعی، روزہ کی تاویل کے متعلق، حقدار مومن کو بقدر کفایہ بتا دیا گیا۔

وَالسَّلَامُ

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کلام - ۳۲

حج کرنے کی واجبت اور اس لفظ کی تاویل

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ حج کرنے کے معنی ہیں، کسی چیز کی طرف قصد کرنا یعنی ارادہ اور توجہ کرنا، بصیرت کے ساتھ (یعنی دیکھتے اور پہچانتے ہوئے) نہ کہ بہودہ اور ڈینگ سے، چنانچہ بیت الحرام وہ مسجد ہے، کہ نمازی بوقت نماز اُس کی طرف اپنا چہرہ کرتے ہیں، اور (اس اعتبار سے) نماز پڑھنے والے دو قسم کے ہیں، ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو خانہ کعبہ کے بالکل نزدیک رہتے ہیں، اور وہ خانہ کعبہ ہی کی طرف اس طرح اپنا چہرہ کرتے ہیں کہ اُس کی چاروں طرف سے نماز پڑھا کرتے ہیں، دوسرے لوگ وہ ہیں جو خانہ کعبہ سے دُور رہتے ہیں، اور وہ مسجد کی محراب کی طرف اپنا چہرہ کر لیتے ہیں، کیونکہ محراب خانہ کعبہ کی جانب بنائی گئی ہے، اور محراب کی زیارت و مشاہدہ کے بغیر نماز درست نہیں، جس کا رُخ مسجد الحرام کی طرف ہے، اور حج کرنا کوئی اور چیز نہیں، سوائے اس گھر کی زیارت کرنے اور اُسے دیکھنے کے، پس مذکورہ بیان کی رُو سے نماز اور حج کے درمیان بیوستگی سے، اور نماز پڑھنے والے کی نماز درست ہے، خواہ وہ خانہ کعبہ کو دیکھے یا نہ دیکھے، مگر حج ہو نہیں سکتا، جب تک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
 مَا لَمْ یَكُن یَعْلَمُ
 مِنْ شَیْءٍ

ہوتا ہے، اور وہ (خدا کا) مالِ علمِ حقیقت ہے، جو اُس گھر میں پوشیدہ ہے۔
 کعبہ کا راستہ میسر ہونا توشہٴ راہ (یعنی سفرِ خرچ) اور سواری پر دار و مدار رکھتا
 ہے، توشہٴ راہ کی تاویل علم ہے، سواری کی تاویل حجت اور داعی ہیں، مگر کے راستے
 کی منزلیں علمی منازل کی مثال ہیں، کہ مومن ان میں سے ہر ایک میں عمل کرنے اور
 علم سیکھنے کے لئے ٹھہرتا ہے، اور ان منازل سے حاجی کا گزر جانا، بتجرب کے
 ترک کرنے کی مثال ہے، مخالفوں کے مذہب کو، یہاں تک کہ طریقِ حق کو پہنچے،
 اور وہ امامِ زمان ہیں، کیونکہ وہی تو خدا کے علم کا گھر ہیں، جب حاجی میقات
 (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) پر پہنچتا ہے، تو احرام باندھ لیتا ہے، میقات چار ہیں
 اور یہ اُن چار حجتوں کی دلیل ہیں، جو امام کے حضور سے ہرگز جدا نہیں ہوتے،
 اور یہ امام ہی سے علم حاصل کرتے ہیں (یعنی روحانی طور پر) اور لوگوں کو علم پہنچا دیا
 کرتے ہیں، اور ہر شخص اُس مقام پر پہنچ نہیں سکتا، کہ امام سے (روحانی طور پر)
 کوئی بات حاصل کر سکے، مگر ان چار حجتوں میں سے کسی ایک کے توسط سے۔
 چنانچہ جو شخص کعبہ تک پہنچنا چاہے، تو اُسے کسی ایک میقات سے گزر
 جانا چاہئے، اور حاجی کا احرام باندھنا یہ ہے کہ ورسلے ہوئے کپڑے اپنے جسم
 سے اتار تلبے (ایک تہہ بند باندھتا ہے، اور دوسرا تہہ بند یا چادر اوپر سے اڑھ
 لیتا ہے، ننگا سر ہو جانا ہے، اور عورت سے ہم بستری نہیں کرتا، وہ اس بات کی
 دلیل ہے کہ جب مومن امام تک پہنچتا ہے، تو اُسے چاہئے کہ کسی سے بات نہ کرے
 (یعنی کسی کو تعلیم نہ دے، کیونکہ وہ جماع کرنے کی تاویل ہے، ننگا سر ہو جانا اور
 سلے ہوئے کپڑے اتارنا اس بات کی مثال ہے کہ مومن امام تک پہنچنے سے پہلے
 اپنے اعتقاد کو حجت سے چھپاتے نہیں رکھتا، تاکہ حجت سے کوئی چیز پوشیدہ نہ
 رہ جائے، جس طرح احرام باندھنے والا کپڑے اتار دیتا ہے، چونکہ جسمِ روح کی
 مثال ہے، اور جسم کی صورتیں اور شکلیں (یعنی حالات و لوازم) روح کے اعتقادات
 کی مثال ہیں، اور اجسام کپڑوں کے نیچے چھپے ہوتے ہوتے ہیں، جب تم کپڑے

اُتارو تو تمہارا جسم نظر آنے لگے گا، اور شرمگاہوں کو چھپا لینا چاہئے، اور یہ مومن کے اُن کاموں کو چھپائے رکھنے کی مثال ہے، جو اُس نے ظاہر کو قبول کرنے کے سلسلے میں اور باطن کے آغاز میں نادانستہ طور پر کئے تھے۔

احرام باندھنے والا اپنے اوپر پانی ڈالتا ہے (یعنی غسل کرتا ہے) جس کی تاویل ہے، کہ مومن علمِ بیان کو اپناتا ہے، اور اس کے ذریعہ اپنی جان کو دھو لیتا ہے، پھر احرام باندھنے والا دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے، یہ امام اور حجت کے دُبے پر مومن کے اقرار کرنے کی مثال ہے، پھر کَبِئِكَ کہتا ہے، جس کو تلبیہ کہتے ہیں، جس کا اشارہ یہ ہے، کہ مومن اپنے راہنما کے لئے قبول کرتا ہے، خواہ وہ اُسے جیسے بھی امام کی طرف بلا لیا کرے، اور احرام باندھے ہوئے شخص پر حرام ہیں۔

شکار کرنا، کسی بھی جان کا قتل کرنا، جماع کرنا، درخت کا ٹٹنا، ناخن تراشنا، اپنے آپ کو کھجلانا اور جوئیس مارنا۔

اور ان اُمور کی تاویل یہ ہے، کہ جو شخص امام کی موعظت تک پہنچ جائے تو اُس پر حرام ہیں۔

عہد لینا، بیان کرنا، کسر کرنا، خویش و اقرباء سے بیزاری چاہنا، مالکانہ حقوق کے بارے میں کسی کے ساتھ مقدمہ کرنا اور بخت و مناظرہ کے ذریعے کسی کو مقہور کرنا۔

مکہ کے گرد چوبیس میل ہے، اور وہ روز و شب کے بارہ بارہ جنتوں کی مثال ہے، اور ایک نبی کے دروازے سے مسجد میں داخل ہونا، مومن کے اس اقرار کی مثال ہے کہ امام تک رسائی ہو نہیں سکتی، مگر حجت کی اطاعت کے راستے سے، اور حجر الاسود کی طرف آنا مثال ہے، درجہ اساس پر مومن کے اقرار کی، خانہ کعبہ کے تین رکن پوشیدہ ہیں، مگر حجر الاسود پوشیدہ نہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ اساس تین اصول (یعنی عقل، نفس اور ناطق) کے متعلق بیان کرنے والا ہے، کیونکہ یہ اُن کا چوتھا منارہ ہے، اور خانہ کعبہ کے گرد سات بار طواف کرنا،

سات اماموں کی حد پر مومن کے اقرار کی دلیل ہے، اور جب خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتا ہے، تو پورے بیت اللہ کو چار رکن کی صورت میں دیکھتا ہے، جو مومن کے چار محبتوں کو دیکھنے کی مثال ہے، جن کے ذریعے وہ امام کی معرفت میں پہنچتا ہے۔ اس کے بعد حاجی مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے، اور وہ مومن کے اس اقرار کی دلیل ہے، جو امام کے پاس دو اصولوں (ناطق و اساس) کے متعلق کرتا ہے، پھر وہ کوہ صفا پر جاتا ہے، اور خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتا ہے، پس صفا لائق (یعنی جنت) کی مثال ہے، چہرہ اساس کی حد کی مثال ہے، اور کعبہ ناطق کی حد کی مثال ہے، اس کے بعد وہ وہاں سے کوہ مروہ پر جاتا ہے، اور کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے، پھر کوہ صفا پر واپس جاتا ہے، اسی طرح وہ صفا سے مروہ تک اور مروہ سے صفا تک سات بار گشت لگاتا ہے، اور یہ لائقوں کے درمیان مومن کے گشت کرنے کی اور ان کے توسط سے سات اماموں کی حد کے لئے اقرار کرنے کی مثال ہے، اور صفا و مروہ کے دو میل کے درمیان دریا جیوں کا ادوڑنا مومن کی اس سعی و کوشش کی مثال ہے جو فرعون (یعنی جنت و امام) کے درمیان اپنے آپ کو وسعت دینے کے لئے کرتا ہے۔

اس کے بعد حاجی سرچھپا لیتا ہے، اور وہ اس بات کی مثال ہے کہ جب مومن اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے، تو صاحب العصر اپنی حد کو اس پر ظاہر کر دیتا ہے اور اس حد کو نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے فرماتا ہے، اس کے بعد حاجی احرام سے باہر نکلتا ہے، اور وہ سب کام اس پر حلال ہو جاتے ہیں، جو کچھ (دوران حج) میں حرام ہوئے تھے، یعنی جب مومن اپنے واجبات کو انجام دیتا ہے، تو اس کو فرمایا جاتا ہے کہ، وہ فرعون (یعنی جنت و امام) کی طرف دعوت کرے۔

اس کے بعد وہ اُن کپڑوں کو پہن لیتا ہے، جو خود رکھتا تھا، یعنی (رعایت کے اس مقام پر) مومن کو فرمایا جاتا ہے، کہ وہ اسی ظاہر و باطن کی حفاظت کرتا ہے جس کی وہ پہلے حفاظت کرتا رہا تھا۔

اس کے بعد حاجی قربانی کرتا ہے، اور اس میں سے کھا لیتا ہے اور غریبوں کو دیا کرتا ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ مومن جدوجہد کرتا ہے، تاکہ مخالفوں کو ہتھور کرے، اور اُن کو اپنی دینی حقیقت کی طرف لائے، تاکہ مثال کے طور پر مخالف کو کھالیا کرے (یعنی اس کو تعلیم دینے کے بعد اعتقاد کی طور پر اپنے ساتھ ایک کر دے، بس اُس کو کھالینے کے معنی یہی ہیں، اور مستحبوں کو بھی بہرہ مند کر دیتا ہے وہ اس طرح کہ اس مخالف کے اعتقاد کو اپنے اعتقاد کی طرح کر دیتا ہے، اور وہ بھی گویا اس سے روحانی طور پر کھائے ہوئے ہوتے ہیں، خدا کی ہر بانی سے حج کرنے کی واجبیت، اس لفظ کے معنی و تاویل اور اس کی شرائط ایک ایک کمر کے بتادی گئیں۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

Knowledge for a united humanity

کلام - ۳۵

جہاد کرنے کی واجبیّت اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم بتائیں گے، کہ چونکہ انسان کا جسم اس عالم کا تھا، اور اُس کا نفس عقلانی عالم کا تھا، اس لئے محسوسات نے نفسِ حسیٰ کو اس عالم کی طرف بلایا اور معقولات نے نفسِ ناطقیٰ کو عقلانی عالم کی طرف بلایا، اور لوگ ان دو بلاؤں کے درمیان تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ حسی خواہشات کے پیچھے چلا، اور اُس نے نفسِ شہوانی کی دعوت کو قبول کر لیا، ایک گروہ صاحبانِ شریعہ کے فرمان کے مطابق معقولات کے پیچھے چلا اور عقل و نفسِ ناطقہ کو بلانے والے کے لئے قبول کر لیا، اور ایک گروہ ان دونوں کے درمیان رہ گیا، جس نے ہر اٹیوں اور بھلائیوں کو ملا کر غلط ملط کر دیا۔

جب بلائے جانے والوں کا یہی حال تھا جس کا ہم نے ذکر کر دیا، تو اب ہم بتائیں گے، کہ لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ اپنے روحانی درجے کے نفسِ حسیٰ کو مدد کرنے کے لئے کوشش کریں، اور اُن نفسِ حسیٰ سے متعلق احوال و فرامین کو قبول کر لیا کریں، تاکہ وہ نفسِ شہوانی کو مقہور و مغلوب کر سکیں، یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنا غصہ پی سکتے ہوں اور صاحبانِ شریعت دین و دنیا کی مصلحتوں کے سلسلے

ناطق ہیں، اور امام جو آپ کے (حقیقی) جانشین ہیں، جہاد کے مالک ہیں۔
 دوسرا جہاد دین کی رُوح (جان) قبولنے کے لئے ہے، اور دین کی
 رُوح تاویل کی حیثیت میں ہے، اور یہ جہاد روحانی ہے، اور اس میں اختیار
 ہے کوئی جبر نہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۲۰۶)“

دین میں (بحقیقت) کوئی زبردستی نہیں۔“ اس لئے کہ رُوح مختار ہے اور
 اس کے لئے تبدیلی اور زوال نہیں۔

رُوحانی جہاد کے مالک اساس ہیں، جب دین کی جان کے جہاد کے مالک
 اساس ہیں، تو جو حجت امام کو (بحقیقت) پہچانے، وہ اس منزلت پر ہوگا، جس پر
 اساس ناطق کے لئے تھے، اور رسول علیہ السلام سے حدیث ہے، جو فرمایا:-
 ”أَفْضَلُ الْجِهَادِ مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ -

بہترین جہاد وہ ہے، جو نفس کے خلاف کیا جائے۔“

اور اس بات کی دلیل، کہ اساس رُوحانی جہاد کے مالک ہیں، یہ ہے کہ
 رسول علیہ السلام نے فرمایا:-

”حَيْرُكُمْ بَيْنَكُمْ مَنْ يُقَاتِلَكُمْ عَلَى تَأْوِيلِ
 الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ -

تمہارے درمیان تم سب سے بہترین وہ شخص ہے جو شریعت اور قرآن
 کی تاویل کے لئے تم سے جنگ کرے گا، جس طرح میں نے تم سے تنزیل
 کے لئے جنگ کی ہے۔“

چنانچہ رسول کے بعد انجناب (یعنی اساس) پر فرض ہوا کہ وہ دین کی طرف
 سے کافروں اور منافقوں کے دو گروہ کے خلاف جہاد کرے، جس طرح جسم کے
 مقابلے میں نفس زیادہ شریف ہے، اور وہ بڑی طرح ہے، اور جسم شاخ کی مثال
 ہے، اسی طرح رُوحانی جہاد جسمانی جہاد کی اصل (یعنی جڑ) ہے، اور یہ جسمانی جہاد

مذکورہ آیت ظاہریں ٹھیک طرح سے معنی نہیں دیتی ہے، اس لئے کہ جب کسی شخص کی گردن ماری جاتے، تو اس کو قید نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ تو قتل ہی ہو چکا، پس تاویل کے طور پر اس آیت کے یہ معنی ہیں، کہ انسان کی جسمانی گردن اس کے حواس کا راستہ ہے، اور دیکھنے، سُننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی تمام قوتیں گردن ہی کے راستے سے جسم کے ساتھ متصل ہیں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب گردن ماری جاتے تو یہ تمام قوتیں ختم ہو جاتی ہیں، (کیونکہ، کھانا پینا گردن ہی کے راستے سے جسم میں پہنچتا ہے، اور جسم کی زندگی گردن ہی کے راستے سے میر پٹے پس بالکل اسی طرح ہی بوشخص کسی شخص کو امام مان کر اس کی عادت و سنت کے مطابق عمل کرتا ہو، تو اُس امام کے ساتھ ملنا اور اس کی عادت و سنت کو اپنانا گویا اس شخص کے نفس کی گردن کی حیثیت رکھتا ہے، اور وہ امام اس کے نفس کے لئے سر کی حیثیت سے ہے، کیونکہ جسم کے لئے محوسات کی صورت میں جو کچھ موجود ہے، نفس کے لئے معقولات کی صورت میں بھی وہی کچھ موجود ہے۔

جب حجت یا داعی کسی ظاہری شخص کے قول کی تردید کرتا ہے، تو وہ شخص کسی ایسی چیز کے لئے کوشش کرتا ہے، کہ جس کے ذریعے وہ بھی اُس (حجت یا داعی) کے قول کی تردید کرے، اور اپنے امام کے بارے میں بات کرتا ہے، تاکہ اس سے اپنے مذہب کو ثابت کر سکے، پس داعی پر سب سے پہلے یہ واجب ہے، کہ اُس ظاہری شخص کے لئے یہ ثابت کر دے کہ تیرا امام باطل ہے، اور اُس کے اعتقاد کو منقطع کر دے جو اس کے بعد اُس شخص کے گمان میں اس کے امام برحق ہونے کے متعلق ہے، اُس کے ان اعتقادات کے متعلق باتوں کی تردید کرے، جو اُس نے اپنے امام سے اپنائی تھیں، تاکہ اس کے اعتقاد کی اصل و فرع ختم ہو جائیں پس داعی کی طرف سے اس ظاہری شخص کے امام ظاہر کو باطل ثابت کر دینا ہی اُس شخص کی نفسانی گردن مارنا ہے، پھر سچی دلیلوں سے اس کی دلائل کی تردید کر دینا ہی گویا اس ظاہری شخص کا گر پڑنا اور کہیں نہ جاسکتا ہے، اور لفظ "اِذَا اُتُّخِذْتُمْ"۔

کے یہ معنی ہیں کہ:-

” جب تم نے یوں کیا جیسا کہ ہم نے کہا“

یعنی جب ظاہری شخص گر پڑا کہ اس کے پاس دلیل ہی نہ رہی، تو حجت یاد آئی خود ہی اُس سے عہد و میثاق لیا کرتا ہے، ہر چند کہ امام سے (جسمانی طور پر) دُور رہا ہو، اور حقیقت اُس پر واضح کر دیتا ہے، اور حقیقت واضح کر دینا دو طرح سے ہے، یا تو اُس شخص کے پوچھے بغیر داعی خود ہی اُسے کچھ حقیقت بیان کرتا ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ عربی لفظ میں فرماتا ہے: **فَاِمَّا مَنَّا**، یا یہ ہوتا ہے کہ سوال کرنے پر داعی اس شخص کو جواب دیا کرتا ہے، جس سے عہد لیا گیا ہے، جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاِمَّا فِدَاءً**، پس ”مَن“ کے معنی ہیں: مطالبہ کے بغیر کوئی چیز دینا، اور **فِدَاءً** کے معنی ہیں، کسی چیز کا معاوضہ دینا، داعی اور مہود (جس سے عہد لیا گیا ہے، یعنی نو سرید) کے مابین یہی دو حال رہتے ہیں، اس لئے کہ جب مہود سیکھنے کے لئے شائق ہو، تو اس کے بغیر کہ اُس نے پوچھا ہے داعی خود ہی اُس پر تعلیم کی منت رکھتا ہے، اور بتاتا جاتا ہے، جب تک کہ وہ اس شوق کو ترک نہ کرے، تاکہ داعی بھی اس سے تعلیم منقطع کر لیتا، بلکہ وہ شخص داعی سے پوچھتا رہتا ہے اور داعی جواب دیتا جاتا ہے، جب تک داعی اور مستجب کے درمیان نفسانی جنگ جاری ہے، یہی دو حال رہتے ہیں جب مہود کے شبہات زائل ہو گئے، تو یہ جنگ درمیان سے اُٹھ جاتی ہے، اور وہ دونوں ہتھیار رکھ دیتے ہیں، پھر اس کے بعد حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے اور راحت بڑھاتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ اُن سے رہا کرتے ہیں۔

خدا قلے کا ارشاد ہے، **قَوْلُهُ تَعَالَى**:-

وَكَلَّ اِنْسَانَ اَلْزَمْنَہُ طَلْسَرَةً فِی عُنُقِہٖ ۚ وَ نَخْرِجُ

لَہٗ یَوْمَ اَلْقِیَمَةِ کِتَابًا یَلْقَہٗ مَنشُورًا ۙ (۱۶/۱۳)

اس آیت کی تفسیر یہ ہے، جو فرماتا ہے کہ؛ ”اور ہم نے ہر انسان کے وبال یعنی اعمال، کو اس کے گلے میں لگا رکھا ہے، اور دپھرا، قیامت کے دن ہم اس کے واسطے ایک ایسی کھلی کتاب (کی صورت میں) ظاہر کر دیں گے، کہ سب دیکھ لیں گے۔“ تفسیر کرنے والے اس آیت کے معنی (میں پھنس کر اس سے باہر نہ نکل سکے اور عاجز ہوتے، اور انہوں نے ایک دوسرے کے حوالے ہی پر اکتفا کی، اور اس آیت کی تاویل یہ ہے، جس طرح ہم نے (اس سے پیشتر) بتایا کہ سارے انسانوں اور حیوانوں کے لئے جسم کی پرورش گردن ہی کے رستے سے ہوتی ہے، پس جس چیز کی وساطت سے انسانوں کے نفس کی پرورش ہوتی ہے، وہ گویا اس کی گردن ہے، عُثْق کے معنی ہیں گردن، اور گردن سر کے ساتھ لگی ہوتی ہوتی ہے، خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے، کہ ہم نے ہر انسان کے وبال کو اس کے گلے میں لگا رکھا ہے؛ اس سے اُس کی مُراد یہ ہے، کہ لوگوں کے وبال یہ ہیں، کہ لوگ ان کی وجہ سے امکانات کے جلد وقوع میں آنے کے لئے منتظر رہتے ہیں، اور اس وبال کی تاویل لوگوں کا کام کرنا ہے، کیونکہ لوگ اسی لئے اپنے ثواب کے منتظر ہوتے ہیں، کہ وہ کام کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ وہ اپنے امام سے وابستہ ہو جاتے ہیں، اور یہی وابستگی ہی شخص کے نفس کی گردن ہے، پس انسان کا کام جو اس کا وبال ہے، اس کی گردن میں ہے، کہ اپنے آپ کو امام حق یا امام باطل کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

پس ہم بتائیں گے، کہ محسوسات کی چیزیں جو اس کے ذریعہ دیکھی اور پائی جاسکتی ہیں، اور جسمانی گردن دل کی طرف حواس کی قوتوں کا راستہ ہے اور جب لوگ محسوس کو اس کی حقیقت (یعنی معمول) کے مطابق پالتے ہیں، تو اس بات کی دلیل ہے، کہ ان کے حواس اور اس کے حواس کا راستہ ٹھیک ہے اور اسی طرح انسان معقولات کو نفسانی گردن کے راستے سے پاتا ہے، اور یہ گردن انسان کے نفس اور اس کے امام کے نفس کے درمیان جڑی ہوتی ہے، تاکہ اس کے

کے ذریعہ منافقین کے نفوس سے خون بہائیں، جس طرح جسمانی لوہے کے کسی بھی ہتھیار کے ذریعہ کافروں کے اجسام سے جسمانی خون بہایا جاتا ہے، اور جب تو کسی کافر کا خون بہاتا ہے، تو اس کا جسم طبعی حرکت چھوڑ کر ساکن ہو جاتا ہے، اسی طرح جب تو منافقین کا روحانی خون بہاتا ہے، تو اس کے دل سے شک و شبہ نکل جاتا ہے، اور وہ مخالف شخص اختلاف اور جھگڑا چھوڑ کر آرام کرتا ہے، اور جس طرح جسمانی خون اُس طبعی لوہے کے ذریعہ بہایا جاتا ہے جو جسمانی پہاڑوں سے نکلتا ہے، اسی طرح روحانی خون اُس روحانی لوہے کے ذریعہ بہایا جاتا ہے جو روحانی پہاڑوں سے نکلتا ہے، چنانچہ روحانی پہاڑ حجت ہے اور روحانی لوہا امام برحق کی مثال ہے، جن کے ذریعہ اُس چیز کا خون بہانا حلال ہے جسے تو ذبح کرتا ہے (یعنی یہی وجہ ہے جو کہا گیا ہے کہ لوہے کے بغیر ذبح کرتا درست نہیں، جس کی تاویل یہ ہوتی کہ امام برحق یا اس کے عہد کے بغیر کسی شخص کو یہ ہانتہ نہیں، کہ وہ لوگوں سے عہد لیا کرے، یعنی اپنے مذہب میں داخل کرے)۔

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں پر کافروں کے مقابلے سے بھاگ جانا حرام کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:-

” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا

تَوَلَّوْهُمْ إِلَّا دُبَارًا وَمَنْ يُؤَلَّجْ يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا

مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مِتَحِينًا إِنْ رَأَيْتَهُ فَقَدْ جَاءَ بِغَضَبٍ

مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (۱۵-۱۶)

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے (جہاد میں) دویدو متقابل ہو جاؤ،

تو ان سے پشت مت پھیرنا، اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت)

پشت پھیرے گا، مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پیرا (یعنی جگہ) بدلتا ہو یا جو اپنی عمت

کی طرف پتہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے، باقی، اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے

غضب میں آجائے گا، اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور وہ بہت ہی بُری

چاہتے، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ مستحب کو علم سکھانا چاہتے، مگر دعوت کے لئے اجازت نہیں دینی چاہتے، اور جہاد امام کے فرمان کے بغیر جائز نہیں۔ جو دلیل ہے، کہ کسی جزیرے میں دعوت جائز نہیں، مگر اس واقعہ کے بعد کہ امام اُس جزیرے میں حجت قائم کر دے، اور جس طرح جسمانی لڑائی میں جبکہ جنگ اصول کے مطابق لڑی جا رہی ہو، تو لڑنے والا ایک ہوتا ہے، اسی طرح روحانی لڑائی یعنی مناظرہ میں بھی لڑنے والا ایک ہوتا ہے، اور وہ حجت ہے، جو اُس جزیرے میں ہو، اور ظاہری جنگ میں (فوج کے دستے اس طرح ہوتے ہیں):

مُقَدَّمَة - (اگلا دستہ)

قَلْب - (درمیانی دستہ)

مَیْمَنَة - (دائیں طرف کا دستہ)

مَیْسَرَة - (بائیں طرف کا دستہ)

سَاقَة - (پیچھلا دستہ)

روحانی لڑائی میں بھی اسی طرح ہے، لڑائی کے مالک ناطق ہیں، کیونکہ اسی نے حدود دین کے مراتب پیدا کئے ہیں، مقدمہ اساک ہیں، کیونکہ وہ ناطق کے بعد حدود جسمانی کی اگلی صف میں ہیں، قلب امام ہیں، کیونکہ وہ لشکرِ مومنین کے دل ہیں اور تائید کے قرار کی کان ہیں، میمنہ حجت ہے، اس لئے کہ مومنین اُسی کے یمن و برکت کے ذریعہ عذابِ الہی سے چھٹکارا پاتے ہیں، میسرہ داعی ہے کہ داعی مومنوں کو تنزیل کی دشواری سے تاویل کی آسانی کی طرف پہنچا دیتا ہے اور ساقہ ماذون ہے، جو لوگوں کو خدا کی رحمت کی طرف بلا یا کرتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

” گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک نیکی بندھی ہوتی ہے۔ “
جس کی تاویل یہ ہے کہ دعوت منقطع نہیں ہوگی، قائم قیامت علیہ افضل الصلوات

کلام - ۳۶

امام زمان کی اطاعت کی واجبیّت اور اس کا بیان

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں، کہ انسان ایک ایسا لطیف جوہر ہے، جو ایک کثیف جوہر پر تیار کیا گیا ہے، اور اُس نے محسوس و معقول کے دونوں عالم سے ترکیب پائی ہے، یعنی ایک تو انسان کا جسم ہے جو دکھائی دینے والا اور محسوس ہونے والا ہے، اور دوسرا انسان کا نفس ہے، جو دکھائی دینے والا اور محسوس ہونے والا نہیں، اور انسانی جسم جو دکھائی دینے والا اور محسوس ہونے والا ہے، ان دو ہم جنسوں کی وساطت کے بغیر تیار نہیں ہو سکتا، جن میں یہ تیسرا شمار ہوتا ہے، اور وہ دو ہم جنس اس کے والدین ہیں، پس لازم آتا ہے کہ وہ لطیف جوہر بھی، جو اس کثیف جوہر کے ساتھ جُفت ہے، اُن دو ہم جنسوں کے سوا آراستہ و ہیجانہ ہو، جن میں یہ (نفس) تیسرا شمار ہوتا ہے۔

جب جسم کی تکمیل صرف اسی امر میں تھی، کہ وہ اپنے والدین کی وساطت سے اور جسمانی لذتوں (کی راہ) سے اس جہان کی خوشیوں تک پہنچ سکتا ہے، تو لازماً ہمیں یہ کہنا ہو گا، کہ نفس (روح) کی تکمیل بھی صرف اسی امر میں ہے، کہ وہ اپنے رُوحانی ماں باپ کی وساطت سے رُوحانی لذتوں تک رسا ہو سکتا ہے، پس ضرورت کے

فیصلے سے یہ ثابت ہوا کہ انسانی روح کے لئے ماں باپ کے سوا کوئی چارہ نہیں جس طرح ظاہر ہے، کہ انسانی جسم کے لئے والدین کے بغیر کوئی چارہ نہیں، پھر جب انسان کا جسمانی باپ (جسمانی تخلیق کے سلسلے میں، فائدہ دینے والا ہوتا ہے، اور اس کی ماں فائدہ لینے والی ہوتی ہے، تو لازماً ہمیں یہ کہنا ہو گا کہ روحانی باپ بھی فائدہ دینے والا ہوا کرتا ہے اور روحانی ماں فائدہ قبولنے والی ہوا کرتی ہے، پس ہمارا یہ کہنا ہے، کہ وہ دینی باپ جو مومن کی روح کے لئے والد کی منزلت پر ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور وہ دینی ماں جو مومن کی روح کے لئے والدہ کی منزلت پر ہے، رسول کے وحی علیہ السلام ہیں، اور ناطق کی تنزیل مومن کی روحانی تخلیق کے لئے نطفہ پدر کی مثال ہے، اور وحی کی تاویل اس تخلیق کے لئے نطفہ مادر کی مثال ہے، اور ان دونوں روحانی نطفوں کے امتزاج سے روحانی عالم کے لئے ایک تخلیق آراستہ ہو جاتی ہے، جس طرح دونوں جسمانی نطفوں کے امتزاج سے جسمانی عالم کے لئے ایک تخلیق آراستہ ہو جاتی ہے، اس حقیقت حال کی درستی کی شہادت رسول علیہ السلام کے اس ارشاد سے ملتی ہے، چنانچہ فرمایا:-

أَنَا وَأَنْتَ يَا عَلِيُّ أَبُوْ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ط

” اے علی! میں اور آپ مومنوں کے ماں باپ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے اس حدیث کی توثیق و تصدیق ہو جاتی ہے، کہ فرماتا ہے:-

” النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط (۳۳)

نبی تو مومنین پر خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں، اور آپ کی بیبیاں گویا ان کی مائیں ہیں۔“
جب پیغمبر کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں تو لازماً پیغمبران کے باپ ہیں چنانچہ رسول علیہ السلام نے فرمایا:-

أَلَا رَضُ أُمَّكُمْ وَهِيَ بِكُمْ بَرَّةٌ ط

اللہ اعلم بالصواب
مکتبہ المدینہ
لا اله الا الله
محمد رسول الله

وَاللَّهُ يَخْتَارُ
مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
وَاللَّهُ يَخْتَارُ
مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

” زمین تمہاری مال ہے، اور وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کرنے والی ہے“
پس اس حدیث کے فیصلے سے ثابت ہوا، کہ رسول آسمان ہیں، اور مومنین کے
باپ ہیں، اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے پیغمبر کی بیبیوں کو مومنین کی مائیں قرارے
دی ہیں، اور پیغمبر نے مومنین سے فرمایا کہ ”زمین تمہاری مال ہے“ پس ثابت ہوا
کہ رسول مومنین کے لئے آسمان ہیں اور ان کے باپ ہیں، اور آنحضرت کی بیبیاں
زمین کی مثال ہیں، اور نیک سلوک اور روحانی پرورش کے اعتبار سے مومنین کی
مائیں ہیں، اور تکی دانشمندوں کے بغیر مائیں نہیں آتی ہے، اور اگر ان کے بغیر
بیسر آئے، تو وہ (صحیح معنوں میں) تکی ہی نہیں کہلاتی ہے، آسمان بارش اور تناثریں
کی تابش کے ذریعہ زمین کو مایہ بخشنے والا ہوتا ہے، اور زمین اس کو قبول کرتی ہے۔
پھر یہ مایہ معدنیات، نباتات اور حیوانات کو پہنچا دیا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

” وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَيَأْذُنُ نَزْلًا عَلَيْهَا الْمَاءَ أَهْتَرَتْ
وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ط“ (۲۷۵)

” تم دیکھتے ہو مری ہوتی زمین کو پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ
حرکت کرنے لگی اور بڑھ گئی، اور ہر قسم کی اچھی جفت اگلنے لگی“

اس آیت کی حقیقت یہ ہے، کہ تاویل کی پائیداری و ہستی تنزیل پر ہے،
اور ناطق جیسا کہ ہم نے بیان کیا، آسمان کی رتبت رکھتے ہیں، پس تنزیل بارش
کی منزلت پر ہے، اور جب وہی زمین کی منزلت رکھتے ہیں، تو تاویل ان چیزوں
کی منزلت پر ہوگی، جو آسمانی مادہ سے اُگتی ہیں اور ناطق پورے عالم دین کا بندوبست
کرنے والا ہے، اور موت اس کے ساتھ وابستہ نہیں، بلکہ اس کے ساتھ زندگی
وابستہ ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

” وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا لِنُحْيِي بِهِ بَلَدَةً
مَيِّتًا (۲۵۹-۲۶۰)

اور ہم نے آسمان سے صاف و پاک پانی برسایا، تاکہ اس کے ذریعہ سے

مردہ زمین میں جان ڈال دیں، پس ہم بتائیں گے کہ تنزیل جسم کی مثال پر ہے اور تاویل اُس کی رُوح کی مثال پر ہے، اور جسمانی موت جسم سے رُوح کے جُدا ہونے پر واقع ہوتی ہے، غریبت کا ظاہر اپنی خودی میں (یعنی جبکہ تاویل نہ ہو، اجسام کی مثال پر ہے، اور تاویل اپنی خودی میں رُوح کی مثال پر ہے، زمین کی منزلت تاویل کی ہے، جس طرح ہم نے ذکر کر دیا، اور آسمان کی منزلت تنزیل کی ہے، یہی سبب تھا کہ موت زمین سے منسوب کی گئی، اور زندگی آسمان سے منسوب کی گئی۔

جب یہ بات ثابت ہوتی، کہ عالم جسمانی میں پیدا ہونے والی چیزوں کے لئے آسمان اور زمین کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، تو لازم آتا ہے کہ روحانی ماں باپ مؤمنین کے لئے ہر زمانے میں پاتے جاتیں، پس لوگوں کو چاہئے کہ اپنے روحانی ماں باپ کو پہچان لیا کرے، تاکہ وہ بے بہرہ نہ رہ جائیں چنانچہ رسول علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مَيِّتَةً
جَاهِلِيَّةً وَابْحَاهِلُ فِي النَّارِ -

” جو شخص مرے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے، تو وہ جاہلانہ موت میں مرتا ہے، اور جاہلانہ موت میں وہ شخص مرتا ہے، جو کسی پیغمبر کا مقرر ہی نہ ہو، اور ایسا شخص دوزخ میں جاگرتا ہے“

پس جو شخص امام کو پہچانے تو اس پر امام کی اطاعت واجب ہوتی ہے جبکہ وہ امام کے حضور میں ہو، اور اگر وہ امام کے حضور میں نہ ہو تو اس شخص کی اطاعت اُس پر واجب ہوتی ہے، جس کو امام نے اُس جزیرے میں قائم کر دیا ہے، جہاں پر یہ مومن رہتا ہے، اور مختلف مل و مذاہب کا کوئی گمروہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح کے ایک امام کا معتقد نہ ہو، اور منکر ہو، مگر معطلہ اور دہریہ لوگ، کہ وہ لوگ تو خود ہرے ہی سے علم نہیں رکھتے ہیں، کیونکہ وہ تو علم سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ علم کا خود کوئی وجود ہی نہیں، بہر حال کوئی مذہب ایسا نہیں جس

لا اله الا الله
 محمد رسول الله
 لا اله الا الله
 محمد رسول الله

میں کچھ لوگ زیادہ دانا اور کچھ لوگ زیادہ نادان نہ ہوں، چنانچہ دانا لوگ نادان لوگوں
 کے امام ہیں یعنی ہر مذہب اور ہر کیش میں ایک زندہ امام کی ضرورت پائی جاتی
 ہے، لہذا نظریۂ امامت سب کے نزدیک قطعی درست ہے، مگر بات یہ ہے کہ ہر گز وہ
 دعویٰ کرتا ہے کہ، امام ہر حق وہی ہے جس کے ہم پیرو ہیں، پس سب لوگ
 امامت کے نام کے بارے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر امامت کے
 معنی میں متحد ہیں یعنی امامت کی شرائط اور امام کے تقرر کے بارے میں لوگوں
 کے درمیانی اختلاف ہے، مگر اس بات پر سب متحد ہیں کہ امام ہونا چاہئے،
 پس مومن پر فرض ہے کہ اپنے امام زمان کو پہچانے، تاکہ امام کی اطاعت کرنا لازمی
 ہو، پس ہم تحقیق کریں گے، کہ امام دین کے لئے چاہئے، یا دنیا کے لئے، یا
 دونوں کے لئے۔

ہمارا بیان یہ ہے کہ اگر امام دین کے بغیر صرف دنیا ہی کے لئے ضروری
 ہوتے تو دین بیکار اور بے سرواڑ ہو جاتا، اور خدا تعالیٰ اس بات سے بہت پاک
 ہے، کہ کسی چیز کو بیکار و ضائع کر دے، خصوصاً دین کو، جو تمام چیزوں سے اشرף
 افضل ہے، اور اگر امام دنیا کے بغیر صرف دین ہی کے لئے ضروری ہوتے
 تو دنیا کا انتظام باطل ہو جاتا، اور یہ ناممکن تھا، کہ خدا تعالیٰ امام کو ایک اشرף چیز
 پر سرواڑ بنا دیتا اور ایک ادنیٰ چیز اس سے روکے رکھتا، پس معلوم ہوا کہ امام دین
 کے لئے بھی لازمی ہے اور دنیا کے لئے بھی۔

پس ہم دین میں امام کے کام کے نتائج کی تحقیق کریں گے، کہ وہ آیات
 منکمہ کے لئے ضروری ہے یا آیات متشابہ کے لئے، اور در ظاہر ہے، کہ آیات منکمہ
 تو خود بے نیاز ہیں، اس لئے کہ وہ تو واضح اور مفصل ہیں، اور امام آیات متشابہ
 کے لئے ضروری ہے، اس لئے کہ متشابہ کے علم کو صاحب تاویل کے سوا کسی شخص
 نے استدلال سے حاصل نہیں کیا، اور رسول کے اہل بیت کے ایک گروہ کے
 سوا امت میں ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جو آیات متشابہ کو کھولتے ہوئے دعوت

کرتا ہو، پس ہم ان کی طرف متوجہ ہوتے، اور انہی کی قربت سے ہمیں قرآن اور شریعت کا علم تشابہ حاصل ہوا، اور ہمیں معلوم ہوا کہ پس یہی لوگ خدا تعالیٰ کے امر کے مالک و صاحب ہیں، اور ان کی اطاعت کرنا ہم پر واجب ہے، اس آیت کے بموجب، قولہ تعالیٰ :-

” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۵۹)“

اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ فرمان کی اطاعت کرو، جو خدا کی طرف سے تمہارے درمیان ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ اُس (صاحبِ امر) کے سات نشان ہونے چاہئیں، تاکہ امامت (در اصل) اسی کے لئے ہو :-

پہلا، گذشتہ امام کی طرف سے امامت، حوالہ کر دینے کا اشارہ ہو، یعنی کہ وہ (گذشتہ امام) اپنی زندگی ہی میں یا بذریعہ وصیت بعد میں، اس کو امامت کے لئے برپا کر دے۔

دوسرا، اس کا شریفِ حب و نسب رسول کے اہل بیت سے ہونا چاہئے، تاکہ وہ ابراہیمؑ کی دعا سے بہرہ مند ہو (یعنی وہ اہل ابراہیم سے ہوں۔ تیسرا، اس کے پاس علم دین ہونا چاہئے، تاکہ جس سے درختِ امامت بلند ہو۔

چوتھا، پرہیزگار ہونا چاہئے، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: قولہ تعالیٰ :-
”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ“ (۲۹)۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ تم

سب میں بڑا عزت دار وہی ہے، جو بڑا پرہیزگار ہے۔“

پانچواں، چاہئے کہ وہ جہاد کرنے والا ہو، ہاتھ سے کافروں کے خلاف اور زبان سے منافقوں کے خلاف۔

چھٹا، امامت کے علاوہ اس کی اچھی خصلتیں ہونی چاہئیں جس طرح

پیغمبر علیہ السلام میں نبوت کے علاوہ اچھی عادتیں تھیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس سے فرمایا: "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" (۶۸)۔ اور بے شک آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

مساتواں: یہ چاہتے کہ وہ خود اپنی امامت کے متعلق دعویٰ کرنے سے بے نیاز ہو، اس لئے کہ جب وہ دعویٰ کرے تو جھگڑا کرنے والا بن جائے گا، اور حاکم کے حکم کے تحت آئے گا، پھر جب وہ جھگڑا کرنے والا بنے تو حاکم نہ ہو سکے گا، اور یہ اس کے لئے گناہ ہو گا کہ وہ بھی دوسروں کی طرح دعویٰ کہے، ہم نے اس کتاب میں اصول و فروغ کا ذکر کر دیا، دانشمند مستحب کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

اب ہم اسلام کے اُن سات ستونوں کا بیان کر دیں گے، جن پر دین کی بنیاد ہے، اور وہ اُن سات حدود کی مثال ہیں جن کا، ہم نے ذکر کر دیا، پہلے شہادت ہے، اور وہ سابق یعنی عقلِ کل کی مثال ہے، کیونکہ اسی کی ہانپ سے ناطق کو توحید کا یہ ثبوت ملا کہ اللہ تعالیٰ برتر ہے (کیونکہ وہ) باصفت بے صفت اور بے جنت ہے، نماز ثانی یعنی نفسِ کل کی دلیل ہے، کیونکہ ناطق کی شریعت اسی نے اپنے مادہ (یعنی تائید) سے تالیف کر دی، اور یہ عالم کی ترکیب یعنی تخلیق کی طرح تھی، جو نفسِ کل سے پیدا ہوتی ہے، ذکوۃ ناطق کی مثال ہے، جس نے اساس کو علمِ حقیقت کی طرف دعوت کرنے کے لئے قائم کر دیا جس میں شرک و نفاق کی پلیدیوں سے پاک وصاف ہو جانے کا ذریعہ ہے، حج کرنا اساس کی مثال ہے، جس سے دین کا گھر مکمل ہو جاتا ہے، کیونکہ وہی دین کا چوتھا ستون ہے، اور گھر چار ستون پر مکمل ہو جاتا ہے، ماہِ رمضان کا روزہ امام کی مثال ہے، اس لئے کہ اُسے کوئی کام معلوم نہیں، جس طرح (چار) اصولِ دین کو معلوم ہے، مگر اُسے امانت کی حفاظت کرنی ہے، پس امام روزہ رکھنے یعنی خاموش رہنے کی حد پر ٹھہرا کیونکہ بیان کرنا، امام کی ذمہ داری نہیں ہے، جہاد

کرنا حجت کی مثال ہے، کیونکہ حجت دعوت کرنے کے سلسلے میں آرام نہیں لیتا ہے، بلکہ ہمیشہ (علمی طور پر) جہاد کرتا رہتا ہے اور کسی بھی ملامت اور ملامت کرنے والے سے نہیں ڈرتا، اور اولی الامر کی اطاعت (یعنی ولایت) داعی کی مثال ہے، اس لئے کہ امام کی اطاعت مؤمن پر اس سبب سے واجب ہو جاتی ہے، کہ داعی اس کو اس اطاعت کی طرف راغب کر دیتا ہے، اور اس کو دکھا دیتا ہے، جو کچھ امام کی اطاعت کے تحت اس کے لئے ہے، اب ہم ان چیزوں کا بیان کر دیں گے، جن کو جاننے کے بغیر مؤمن کے لئے کوئی چارہ نہیں، تاکہ ان کی تلاش کرنے سے راہ حقیقت کے طالبوں کے نفوس پاک ہو جائیں۔

والسلام

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

کلام - ۳۷

عورتوں کے حیض اور اس کی پاکیزگی کی کیفیت اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر دیں گے، کہ عورتوں کا حیض ایک ایسا خون ہے جو ان کے گوشت سے حاصل آتا ہے، اور اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفے کے ساتھ مل جاتے، تو یہ اس خون کو واپس جذب کر دیتا ہے، اگر یہ دونوں نطفے اسی طرح ایک دوسرے سے نہ ملیں تو وہ ایک ایسا ناپاک خون بنتا ہے، کہ جس میں کوئی پاکی نہیں۔

انسان و حیوان کے نروں کے اجسام کے مقابلے میں ان کی مادوں کے اجسام میں رطوبت کا حصہ زیادہ ہے، یہ اس لئے کہ مادوں کے اجسام حیوانی جسم گوندھنے اور اس کی تکمیل کرنے کی جگہ ہیں، کیونکہ اس کے گوندھنے اور تیار کرنے کے لئے رطوبت و تری کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

پچنانچہ جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفے کے ساتھ مل کر بچہ دانی میں جاتا ہے، تو وہاں وہ دونوں نطفے ایک ہو جاتے ہیں اور اس حیات کی وجہ سے جو ان دونوں مخلوط، نطفوں میں موجود ہے، وہ خوراک کے لئے محتاج ہوتے ہیں، پس وہ رطوبتیں، جو عورت کے جسم میں ہیں، ہمیشہ جمع ہو کر ان نطفوں

جس سے پریشان خیالات جمع ہو جاتے ہیں، اور جب اس نے اصلی علم نہیں سنا ہے، تو وہ اپنے آپ سے جو کچھ بھی بیان کرے اُس سے اُس کے خیالات درست نہیں ہوتے، اور ان کی کوئی صورت نہیں بنتی، بلکہ وہ خیالات بکھر جاتے ہیں پس اُس قابلِ تعلیم انسان کے وہ بے مایہ اور فاسد افکار خونِ حیض کی مثال ہیں جو جمع ہو جاتے ہیں، اور کوئی صورت نہیں بنتی۔

اسی طرح جب عورت کو مرد کا نطفہ حاصل نہ ہو، تو اس کی پذیرائی کی طاقت ضائع ہو جاتی ہے، جس طرح ظاہر میں حیض کا وہ خون ناپاک ہے، اسی طرح وہ انکار بھی ناپاک ہیں، جو اس مستحیب کی اپنی ذات سے پیدا ہوتے ہیں، جس طرح عورت کے حیض کا خون جب تک نہیں رکتا تو اُس کو نہانا اور نماز پڑھنا نہیں چاہئے، اسی طرح جب تک مستحیب اُن فاسد افکار سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتا، اور اُس سے وہ ناقص آرزوئیں نہیں جاتیں تو جائز نہیں کہ وہ دعوتِ سُنی کے لئے قصدِ کمرے بلکہ وہ اس حالت میں کسی دوسرے شخص سے مدد بھی طلب نہ کر سکتا، جب تک کہ وہ اپنے آپ سے مایوس نہیں ہوتا، اور اُس کا یہ مایوس ہونا ہی گویا نفسانی حیض سے اپنے آپ کو دھونا ہے۔

اس بات کی تاویل کہ جب بچہ دانی میں مرد کی پشت کی منی عورت کی چھاتی کی منی کے ساتھ مل جاتی ہے، تو یہ دونوں مل کر اُس حیض کے خون کو جذب کر لیتی ہیں، اور پھر وہ خون نہیں اترتا، یہ ہے کہ جب مستحیب داعی کی علمی بات سُن لیتا ہے، تو اُس کی ظاہریتِ مرد کے نطفے کی طرح ہے، اور اس کی معنویتِ عورت کے نطفے کی طرح ہے، اور جب یہ دونوں نطفے مستحیب کے نفس میں ٹھہر جائیں تو مستحیب کے وہ افکار ظاہر اور باطن میں تحقیقِ کمرے کے لئے، مایہ بن جاتے ہیں، کیونکہ وہ کامِ انہی کے ذریعہ کرتا ہے، اور اس فکری مایہ سے علم کی صورت بنتی ہے، اور یہی مایہ ہے جس میں علم کی گونا گون صورتیں بنتی ہیں، اور وہ تھوڑی سی تاویل، جو اس کو ملی ہے، اس کے اُن افکار کو قبول کرتی ہے (یعنی ان

کو درست کر کے اپناتی ہے، یہاں تک کہ ایک دن اُن افکار کے درمیان اُس کی روحانی صورت مکمل ہو جاتی ہے، جس طرح جسمانی صورت اُس حیض کے خون کے ذریعے مکمل ہو جاتی ہے، اور پھر وہ افکار ضائع نہیں جلتے، اور ان کا ضائع نہ ہونا داعی سے تعلیم لینے کے بعد ہے، جس طرح مرد سے نطفہ حاصل کرنے کے بعد عورت کا خون حیض نہیں جاتا۔

اس بات کی تاویل کہ حیض والی عورت کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے، یہ ہے کہ اُس مستحب کو، جو اپنی طرف سے راستہ ڈھونڈتا ہے، داعی کی طرف نہیں جانا چاہئے، کیونکہ مسجد داعی کی دلیل ہے۔

اس بات کی تاویل کہ حائضہ کو قرآن نہیں پڑھنا چاہئے، یہ ہے کہ اُس مستحب کو جو اپنی طرف سے راستہ ڈھونڈتا ہے، امام کی طرف نہیں جانا چاہئے، کیونکہ قرآن امام کی مثال ہے، اور دین کے ہر ماتحت درجے کے لئے اُس کا مانوق درجہ امام کی مثال ہے، اس بات کی دلیل کہ حائضہ کو نماز نہیں پڑھنی چاہئے، یہ ہے کہ جو شخص اپنے افکار کے شکوک و شبہات اور ناپاکی میں ہو، اُسے دعوت کی مجلس میں نہیں آنا چاہئے، کیونکہ نماز دعوت کی مجلس کی مثال ہے اور اس بات کی تاویل کہ حائضہ پاک ہو جائے، تو اس کو نماز کی قضائیں نہیں پڑھنا چاہئے، یہ ہے کہ جب مستحب نے (مریدی اور فرمان برداری کا) عہد کر لیا، تو وہ دعوت کی اُن مجلسوں میں جو اُس سے فوت ہو چکی ہیں حاضر ہو نہیں سکتا، مگر وہ اس کے بعد کی مجلسوں میں حاضر ہو سکتا ہے، اور تعلیم حاصل کر سکتا ہے، اور یہ اُس کی روحانی نماز کی حیثیت رکھتی ہے، جس طرح حائضہ حائضہ پاک ہو جاتی ہے، تو وہ نماز کی قضائیں نہیں پڑھتی ہے، مگر نماز اس پاکیزگی کے بعد اُس پر واجب ہوتی ہے۔

اس بات کی تاویل، کہ اگر روزہ دار عورتیں حائضہ ہو جائیں، تو انہیں اُس وقت روزہ رکھنا جائز نہیں، کیونکہ وہ پاک نہیں ہیں، اور جب وہ پاک ہو جائیں

تو روزہ رکھنا چاہتے، یہ ہے کہ روزہ رکھنا حدود کو پوشیدہ رکھنے اور خاموش رہنے کی مثال ہے، چنانچہ جس وقت مستحیب کا کوئی عہد نہ تھا تو وہ پاک نہ تھا بلکہ روحانی حیض کی وجہ سے ناپاک تھا، تو اُس نے حدود دین کو نہیں پہچانا اور ان کی مرتبت کی نگہداشت اُس سے نہ ہو سکی، اور اُسے یہ جان نہ تھا، کہ خاموش رہے بلکہ اُسے طلب حقیقت کرنا لازمی تھا، جس طرح حائضہ کو روزہ نہیں رکھنا اور جب اُس نے حدود کو پہچان لیا، تو گویا وہ اُن پلیدیوں سے پاک ہوا، پھر اُس پر واجب ہے کہ اب ان حدود کو چھپائے رکھے، جن کو اس سے پہلے نہیں چھپایا تھا، اور وہ بات نہ بتایا کرے، جو اس سے پہلے بتایا کرتا تھا، یہی ہے، حائضہ کا قضا روزہ رکھنا، اور اس امر کی تاویل کہ حیض کے دنوں میں مردوں کو عورتوں سے نزدیکی (یعنی مجامعت) نہیں کرنی چاہئے، یہ ہے کہ جب تک مستحیب کے دل سے وہ افکار و شکوک و شبہات پاک نہ ہو جائیں تو داعی اور معلم کو اس مستحیب سے علمی گفتگو نہیں کرنی چاہئے اور خون حیض کے رُک جانے پر ادا تے فریضہ کے لئے حائضہ کے غسل کر لینے کی تاویل یہ ہے کہ جب وہ مسلمان شکوک و شبہات میں رہے ہوں، تو وہ اپنے آپ سے مایوس ہو جائیں گے، یعنی کہیں گے کہ ایسا نہیں جس طرح ہم جانتے ہیں، تو یہ روحانی حیض سے ان کا پاک ہونا ہے، اور یہ ان پر واجب اور فرض ہوتا ہے کہ دانائی طرف آئیں اور اس کے عہد کو قبول کر لیا کریں۔

لا اظہر من ان لا یعرفون الا الله

کلام - ۳۸

استبہار کی حقیقت اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، استبہار کی حقیقت عورت کی بچہ دانی کو دوسرے مرد کے نطفے کے ذخیرے سے خالی کر دینا ہے اور وہ اس طرح کہ جو شخص کسی لونڈی کو خریدے تو ظاہر شریعت میں اُس پر واجب ہوتا ہے، کہ وہ اُس لونڈی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے، جب تک کہ اُس لونڈی کے حائضہ ہو جانے سے اس کو یہ حقیقت معلوم نہ ہو جائے کہ اس کی بچہ دانی میں کسی دوسرے شخص کا نطفہ نہیں، اور جب یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ اس کی بچہ دانی پاک ہے، تو جائز ہے کہ وہ اُس کینز کے ساتھ نزدیکی کرے۔

اس موضوع کی تاویل یہ ہے کہ، لونڈی اور عورت مستحب کی مثال ہیں یعنی مستحب (لونڈی اور عورت ہے)، ماذون کے لئے، ماذون داعی کے لئے اور داعی حجت کے لئے، اسی طرح ناطق تک کہ وہ عالم دین میں بحقیقت مرد ہے پس جب کوئی مافوق درجہ اپنے ماتحت درجے کے لئے مسئلہ حل کرتا ہے، تو اس کی مثال یہ ہوتی ہے کہ کوئی آقا اپنی لونڈی سے، اور کوئی خاوند اپنی بیوی سے مقاربت کر رہا ہے، اور جب مستحب اپنے ماذون سے یا کوئی ماتحت درجہ اپنے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ
وَبَعْدُ
فَاِنَّ الْمَرْءَ لَمَّا عَلِمَ بِرُجُوْهِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ما فوق درجے سے جُدا ہو جاتا ہے، اور دوسرے ماذون یا دوسرے جزیرے کے مالک کو کسی نہ کسی وجہ سے، بل جاتا ہے، تو اس کی مثال یوں ہوتی ہے، کہ کوئی عورت یا کوئی لونڈی ایک خاوند یا مالک کے بعد دوسرے کو ملی، پس اس سبب سے اس دوسرے (ماذون یا) صاحبِ جزیرہ کو نہیں چاہئے، کہ اس مستحب کے لئے یا (اس داعی کے لئے) فوراً حقیقت کھولے بلکہ اُسے صبر کرنا چاہئے تاکہ (اس مستحب نے یا) داعی نے اس سے پہلے جو کچھ سُن رکھا ہے، وہ ظاہر ہو جائے اور وہ خود اس کو سچ ثابت کر دے گا یا باطل قرار دے کر اُسے چھوڑ دے گا، جس طرح کسی لونڈی کا مالک اپنی لونڈی سے نزدیکی نہیں کرتا، جب تک کہ اس کی پچھلانی (دوسرے مرد کے، نطفے سے بالکل پاک اور صاف نہ ہو جائے، تاکہ دو مختلف باتیں دو جگہوں کی طرف سے داعی کے نفس میں یا دو داعیوں کی طرف سے مستحب کے نفس میں باعثِ پریشانی نہ ہو جائیں، اور اُس کی ایک مشتبہا علمی صورت نہ بن جائے۔

نیز ہم بتائیں گے کہ اگر دو خاوند ایک ہی لونڈی سے نزدیکی کریں تو یہ ایک ایسے مستحب کی مثال ہوگی جس کو (بیک وقت، دو داعی) اپنی روحانی، لونڈی بنا رہے ہوں، یہ نہ ظاہر میں جائز ہے، اور نہ باطن میں، اور مومن (بحقیقت، وہی ہے، جو ظاہر و باطن کی تمام برائیوں سے پرہیز کرے، اور ظاہر و باطن کی تمام نیکیوں کی طرف راغب ہو جائے، استبرامہ کی تاویل اور بیان یہی ہے، جو ذکر کر دیا گیا۔

وَالسَّلَام

کلام - ۳۹

اس امر کی تاویل کے بائے میں، کہ مردوں کو زبیری اور ریشمی لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں، مگر عورتوں کے لئے جائز ہے

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ رسول علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور آنحضرتؐ کے دائیں ہاتھ میں زری کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، اور بائیں ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، اور فرمایا۔

” هَذَا مِنْ مَحْرَمَانِ عَلَيَّ ذِكُورِ أُمَّتِي وَحَلَالٌ

لِأُنثَاهَا۔

یہ دونوں یعنی زری اور ریشمی کپڑے میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور میری امت کی عورتوں پر حلال ہیں۔ اور اس قولِ ظاہر میں رسول علیہ السلام نے فرمایا، کہ اگر مرد سونے کے زیور یعنی انگوٹھی، چھری، کمر بند وغیرہ کے ساتھ نماز پڑھے یا ایسے لباس میں نماز پڑھے، جس کا تانا اور بانا دونوں سوت کے بغیر خالص ریشمی ہیں، تو اس کی وہ نماز درست نہیں، اس لئے کہ حرام چیز

کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں، اور جس چیز کے لئے رسول فرمائیں کہ حرام ہے تو وہ حرام ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قَوْلُهُ تَعَالَى: -**

” وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَأَنْتَهُوْا (۵۹/۷)

ہاں جو تم کو رسول دیدیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس

سے باز رہو“

اس امر کی تاویل کے بارے میں کہ (مذکورہ صورت میں) سونا اور ریشم حرام ہے، ہم بیان کر میں گے کہ انسانی جسم کی زیب و زینت لباس اور زیورات سے ہے، چنانچہ ریشم (ریشمی کپڑا) ان تمام بنے ہوئے کپڑوں سے اسیل ہے جن سے لباس بنائے جاتے ہیں، اور سونا ان تمام پگھل جانے والے جواہر سے اسیل ہے، جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں، یہ دونوں چیزیں ناطق کی مرتبت کی مثال ہیں، کیونکہ وہ ساری مخلوقات سے اسیل ہیں، ریشم جانوروں کے ذریعے نبات سے پیدا ہوتا ہے، اور نماز ان کپڑوں میں پڑھنی چاہئے جو ایسی نبات سے ہوں، کہ وہ مٹی سے اُگی ہے، اور مٹی مومن کی مثال ہے اور نبات باطن شریعت اور علم حقیقت کی مثال ہے، پس وہ دعوت جو نماز کی تاویل کی حیثیت سے ہے، مومن کے لئے باطنی علم کے ذریعہ مناسب ہے (جس طرح ظاہری نماز مٹی سے پیدا شدہ کپڑوں میں درست ہے)۔

نیز نبات امام کی مثال ہے، کیونکہ نبات زمین سے کسی چیز کی وساطت کے بغیر اُگی ہے، جس طرح امام اساس سے کسی شخص کے توسط کے بغیر پیدا ہوا ہے، اور ریشم حجت کی مثال ہے، جو امام کے ذریعے اساس سے پیدا ہوا ہے، پس (رُوحانی) دعوت کے لئے جو حقیقی نماز وہی ہے، امام زیادہ لائق ہے نسبت حجت کے، یہی سبب ہے کہ نبات (یعنی سوتی لباس) میں نماز پڑھنا مناسب ہے، اور ریشم (یعنی ریشمی لباس) میں مناسب نہیں۔

کلام - ۴۰

زاتی کو سزا دینے اور سنگسار کرنے کی واجبیت اور اس کی تاویل کے بارے میں

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ولی زمان علیہ السلام کی ہر بانی سے تہنیتیں
گے، کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ اُس مرد اور عورت کو سو سو دڑے کی سزا دیجئے
جو زنا کرتے ہیں، قولہ تعالیٰ :-

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ
جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْ كُفْرًا بَعْدَ إِيمَانِهِ إِن كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلَيَشْهَدَ عَذَابُهُمَا
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۴)

” زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد پس اُن میں سے ہر ایک کو
سودرے مارو، اور تم لوگوں کو اُن دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ
آنا چاہئے، اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور دونوں کی سزا
کے وقت مومنوں کا ایک گمروہ حاضر رہنا چاہئے“

خدا سے پاک کا یہی فرمان ہے، اور محمد رسول علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے
فرمان کے بموجب اس کی تفصیل فرمائی، جس طرح خدا نے تعالیٰ نے فرمایا، کہ نماز پڑھا

کرد، اور زکوٰۃ دو، اور رسول علیہ السلام نے (تفصیلاً) فرمادیا، کہ ہر نماز کس وقت پڑھنا چاہئے، اور زکوٰۃ ہر نقد، مولیٰ شی اور غلہ سے کیا دینی چاہئے، پس رسول علیہ السلام نے زنا کرنے والے مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو ڈرے مارنے کے لئے فرمایا، جبکہ یہ بغیر بیوی کے مرد اور بغیر خاوند کی عورت ہوں، اور ان میں سے جس کا اپنا جوڑا موجود ہو (یعنی جو مرد اپنی بیوی رکھتا ہو، اور جو عورت اپنا خاوند رکھتی ہو) اور اُس نے زنا کیا ہو تو اس کو سنگسار کرنے کے لئے فرمایا، اور سنگسار کا مطلب پتھراؤ کرنا ہے، جس میں اُس (زانی اور زانیہ) کے نچلے نصف جسم کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں، اور اس کے سر پر پتھراؤ کرتے ہیں، تاکہ وہ مرجائے، اور عام مومنوں کے لئے شریعت کا ظاہر یہی ہے، اور جو شخص اُس فرمان سے باہر نکل جائے تو وہ نافرمان ہو جاتا ہے، جوڑے اور بغیر جوڑے کے زانی (اور زانیہ) کے لئے یہی دو سزائیں ہیں۔

شریعت کے باطن کی کتاب میں اس فرمان کی تاویل یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کے لئے دین میں بحقیقت مرد ہیں، اور اُمت والے سب اس اعتبار سے کہ آنحضرتؐ ہی سے دینی علم حاصل کرتے ہیں، انجناب کے لئے عورتوں کی منزلت پر ہیں، جس طرح مرد عورتوں کے کام کے لئے کھڑے رہتے ہیں، اسی طرح رسول اُمت کے کام کے لئے کھڑے ہیں، اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے، قولہ تعالیٰ:-

”الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ

عَلَى بَعْضٍ (۲۴۰)

مرد عورتوں کے (کام) کے لئے کھڑے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ خدا نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر فضیلت دی ہے۔“ مزید برآں اُمت کے کام کے لئے رسول علیہ السلام کے کھڑے رہنے کے باوجود میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ:-

” يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ (۱۰۶)“

اے کپڑا اوڑھنے والے رسول اٹھو اور (لوگوں کو غداپ سے) ڈراؤ؛
 جب یہ ثابت ہوا کہ رسول علیہ السلام اپنی ساری امت کا مرد (یعنی خاوند)،
 ہیں، تو ہم بتائیں گے، کہ رسول علیہ السلام کے تحت ہر استاد اپنے شاگرد کا روحانی
 خاوند ہے، اور ہر شاگرد اپنے استاد کی (روحانی) بیوی ہے، اس لئے کہ یہ اُس سے
 فائدہ لے رہا ہے، چنانچہ ناطق روحانی طور پر اس کا خاوند ہیں، اور اس کا ناطق
 کے لئے روحانی بیوی ہیں، اس کا امام کے لئے خاوند ہیں، امام حجت کے لئے
 خاوند ہیں، حجت داعی کے لئے خاوند ہے، داعی ماذون کے لئے خاوند ہے، اور
 ماذون مستجیب کے لئے خاوند ہے، پس ہر مافوق حد تا تحت حد کے لئے خاوند
 ہے، اور ہر ماتحت حد مافوق حد کے لئے بیوی ہے، اور زبان تاویل میں مرد کے
 آلہ تناسل کی منزلت پر ہے، اور کان عورت کے اندام نہانی کی منزلت پر ہے،
 اور بات کرنے والے کا سنا دینا اس کی مجامعت ہے، اور وہ عورت جس کا کوئی
 خاوند نہیں (اور وہ زنا کرتی ہے)، عہد کے بغیر دینی باتیں سننے والے کی مثال ہے
 اور وہ مرد جس کی کوئی بیوی نہیں (اور وہ زنا کرتا ہے)، فرمان کے بغیر دعوت کرنے
 والے کی مثال ہے۔

بغیر بیوی کے مرد اور بغیر خاوند کی عورت کو سوڈرے (جو دس عہد ہوتے
 ہیں، کی سزا دینے کی تاویل، جبکہ وہ ایک دوسرے سے مجامعت کرتے ہیں، یہ ہے
 کہ جب کوئی ایسا شخص ہو، کہ وہ دعوت کی منزلت پر پہنچ چکا ہے، مگر اس کو فرمان
 نہیں، کہ دعوت کرے، لیکن وہ (اس کے باوجود)، اُس مستجیب کے لئے دعوت
 کرتا ہے جس کا کوئی داعی نہیں (دران حال یہ دونوں آدمی روحانی زنا کے مرتکب
 ہو جاتے ہیں، پس اُن میں سے ہر ایک کو سور روحانی دترے مارتے ہیں، وہ یہ
 ہے کہ، ان دونوں کو روحانی اور جسمانی دس حد دسے گرا دینا چاہئے، اور ان کو
 عقل کُل، نفس کُل، جَد، فتن، خیال، ناطق، اساس، امام، حجت اور داعی کے ظاہر

(یعنی ظاہری علم، کی طرف واپس لے جانا چاہئے، اور یہ ان کی رُوحانی سزا ہوتی۔
 اُس مرد اور عورت کو سنگسار کرنے کی تاویل جنہوں نے زنا کیا تھا، حالانکہ
 مرد کی اپنی بیوی اور عورت کا اپنا خاوند موجود ہیں۔ یہ ہے، کہ جب ایسا کوئی داعی یا
 مازون ہو، جن کو فرمان ہوا ہو کہ وہ اپنے نچلے حدود کو دعوت کریں گے، یعنی صرف
 اُس گروہ کو دعوت کریں گے جن سے ان کا عہد ہو چکا ہے، اور ان کے درمیان عہد
 میثاق کے ذریعہ (روحانی طور پر، میاں بیوی کے تعلقات ہو چکے ہیں، پھر یہ داعی
 یا مازون دوسرے داعی کے مستحب کے لئے دعوت کرتا ہے، حالانکہ ان سے
 اُس مستحب کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا، بلکہ اُس کا معاہدہ دوسرے داعی سے ہے، تو
 ایسی دعوت کرنے والے کو اور سننے والے کو رُوحانی طور پر سنگسار کرنا واجب ہے
 پس ان دونوں کو شریعت اور خدا کی کتاب کے ظاہر کی طرف واپس لے جانا چاہئے
 اور یہ ان کے نچلے نصف جسم کو زمین میں گاڑ دینے کی طرح ہے، اس لئے کہ ان کا
 نچلا نصف حصہ شریعت کے ظاہر کی مثال ہے، جو دعوت میں ہے، اور خدا کی
 کتاب زمین کی مثال ہے، کہ زمین جسمانی لذتیں دینے والی نعمتوں
 کے لئے سرمایہ ہے، جس طرح خدا کی کتاب روحانی لذتیں
 دینے والی نعمتوں کے لئے سرمایہ ہے، اور چاہئے کہ ان دونوں
 کے سر پہ پتھر ماریں، تاکہ وہ مرجائیں، اور اس واقعہ کی تاویل یہ ہے، کہ پتھر مارنا
 سخت اور مشکل مسائل کی مثال ہے، یعنی مشکل سوالات کے ذریعہ ان کو اعتبار سے
 گمراہ دیا جائے، تاکہ اس میں ان کے نفوس علم حقیقت (کی رُوح، سے مرجائیں
 اور پھر علم شریعت میں اس کے لئے شروع نہ کر سکیں، چنانچہ جسم پتھر کے مانے
 سے مرجاتا ہے، اور حرکت نہیں کر سکتا۔

پس جس شخص کو جسمانی طور پر سنگسار کر دیا جائے وہ جسمانی رنج دیکھتا ہے
 اور جسمانی عالم کی لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور جس شخص کو رُوحانی طور پر سنگسار
 کر دیا جائے، تو وہ روحانی رنج دیکھتا ہے، اور رُوحانی عالم کی لذتوں سے منقطع

ہو جاتا ہے، اور ابدی عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، مومن کو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ جسمانی سنگاری سے روحانی سنگاری آسان تر ہے، بلکہ روحانی سنگاری سے جسمانی سنگاری زیادہ آسان ہے، اس لئے کہ جماتی تکالیف گزر جانے والی ہیں اور روحانی تکالیف ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

نیز ہم بتائیں گے، کہ خدا تعالیٰ نے اُن معاملات کے بارے میں، جو لوگوں کے آپس میں اور دنیاوی قسم کے ہوتے ہیں، دو گواہ کرنے کے لئے فرمایا، اور اس ارشاد کا ثبوت یہ ہے:-

” وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ (۲۸۲)

جب تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اپنے لوگوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو سچے بولنے والے مردوں کو گواہ کر رکھو، اور جب خدا تعالیٰ نے زنا کا ذکر فرمایا، تو اُس نے چار گواہ چاہے، چنانچہ فرمایا، قوله تعالیٰ:-

” لَوْلَا جَاءَ وَعَلَيْهِ بَآرُ بَعَّةٍ شَهِدَ آءِجَ فَاذْكَو

يَا تُوَابِ الشَّهَدَ آءِ فَاوَلَّيْكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُو

اَلْكَازِبُونَ (۲۸۳)

اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی، اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ پیش کئے، پھر جب ان لوگوں نے گواہ نہ پیش کئے تو خدا کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں؛

اس آیت کے معنی باطن میں یہ ہوتے ہیں، کہ اگر وہ چار گواہ نہ ہوں تو وہ زنا خود اُس شخص نے کیا ہوگا، جس نے یہ بات اٹھائی ہے، اور ظاہر میں اس کے معنی برابر نہیں آتے ہیں، اس لئے کہ ممکن ہے کہ کسی نے سچے سچے زنا کیا ہوگا اور وہ چار گواہ موجود نہ ہوں گے (اور اگر کوئی شخص وہ واقعہ بیان کرے، تو عقلی طور پر) لازم نہیں آتا، کہ وہ شخص خدا کے نزدیک جھوٹا ہو، اس لئے کہ خدا جانتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہے، ہر چند کہ اُس کے لئے وہ گواہ موجود نہیں ہیں؛

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں ہر مومن کے دل میں گہرائی سے سمجھی جائیں اور اس سے عملی طور پر استفادہ ہو سکے۔ آمین

یہ کہ سچ بولنے والے کے لئے خدا کے نزدیک کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ جلت کلمۃ غیب کا جاننے والا ہے، اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرے، تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق دو گواہ لانے کے لئے فرمایا، اور زنا کے متعلق چار گواہ لانے کے لئے فرمایا، اور اس امر کے معنی شریعت کے ظاہر میں اس طرح ہیں، کہ قتل کرنا قاتل کا فعل ہے (جو مقتول سے ثابت ہے، اب اس کے لئے صرف ایک شخص گواہ چاہئے، جو کہے کہ اس کو فلان شخص نے قتل کیا ہے، اور مقتول تو خود اس کے سامنے حاضر ہے، یہی سبب ہے، کہ اس کے لئے صرف دو گواہ کافی ہیں، اور دنیاوی معاملات میں بھی آنحضرتؐ نے دو گواہ مقرر کرنے کے لئے فرمایا، اس لئے کہ حقوق کا مالک اپنے دعویٰ پر کھڑا ہے، اور اس کا مخالف انکار کرتا ہو (موجود ہے، اور ایک گواہ چاہئے جو ان کا تیسرا ہے) (پس اسی طرح دو گواہ ہونے چنانچہ جیب مال وغیرہ کے جھگڑے میں ایک شخص انکار کرتا ہے تو اس میں دو گواہ لازم آتے ہیں، اور جیب زنائیں (مرد اور عورت)، دونوں مجرم منکر ہو جاتے ہیں تو اس میں چار گواہ لازم آتے ہیں، پس دانشمندیوں کے لئے یہ ایک روشن بیان ہے، مگر جس کا دل خاندانِ برحق سے برگشتہ ہوا ہو (اس کے لئے یہ حقائق مشکل ہیں)۔

اس ظاہر کی تاویل یہ ہے، کہ ظاہر باطن کے لئے ایسا ہے جس طرح جسم کے لئے کھال ہوا کرتی ہے (چنانچہ جس طرح کسی چیز کا باطن ہوگا، اسی طرح اس کا ظاہر ہوگا، جب کوئی جسم انسانی شکل کا ہو، تو اس پر کھال بھی انسانی شکل کی ہوگی، اور جب کھال گائے کی شکل کی ہو، تو اس کا سبب یہی ہے کہ جسم گائے کی شکل کا ہے، پس مذکورہ ظاہری امور بھی اپنے اپنے باطن پر اسی حیثیت سے ہیں، اور جب دانشمند مومن کسی ظاہری امر کو طریقوں میں سے کسی طریقے پر دیکھتا ہے تو سمجھ لیتا ہے کہ اس کا باطن بھی ایسا ہی ہے، اور جب اس کی حقیقت سمجھتے ہیں تو اس کا نفس اس کو قبول کر سکتا ہے۔

کرے، کہ وہ خود باطل ہے، تو بس یہ اُس مَرَجَلِے دلے کی طرح ہے، جو جسمانی زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر اُستاد چاہتا ہے کہ شاگرد کو مار کر سکھائے، تاکہ وہ اچھی طرح سے سیکھے، مگر وہ کمزور شاگرد اُس مار سے مرہی جاتا ہے پس داعی اُس سُننے دلے کو صاحبِ تالیف (یعنی ناطق)، اور صاحبِ تاویل ر یعنی اساس، کی طرف سے بیان کرتا ہے، یہی سبب ہے کہ ظاہر میں مقتول کے لئے دو گواہ چاہئیں، زیادہ نہیں چاہئیں، جس کا باطنی مطلب یہی ہے، جو ہم نے ذکر کر دیا۔

اس بات کی تاویل کہ زنا کے متعلق چار گواہ ہونے چاہئیں، یہ ہے کہ زنا کرنا صاحبِ زمان علیہ السلام کے فرمان کے بغیر دعوتِ کمرے کی مثال ہے، اور جب کوئی شخص امر کے بغیر دعوت کے سلسلے میں بات کرتا ہے، تو وہ چار حدود کے متعلق بات کرتا ہے، جیسے ناطق، اساس، امام اور حجت، جن میں سے دو تو اس وقت رحلت فرما چکے ہیں، اور دو ان کی جگہ پر ہرزلنے میں باقی ہیں، چنانچہ جب کوئی شخص زمانے میں صاحبِ زمان علیہ السلام کے فرمان کے بغیر چار حدود کے بارے میں دعوت کرتا ہے، تو وہ زنا کے باطن کرتا ہے، اور اُس نے جو کچھ کیا ہے، اُس پر یہ چار عظیم حدود گواہ ہوں گے، اور وہ بدترین گنہگاروں کی طرح گرفتار ہوگا، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، **قَوْلُهُ تَعَالَى: -**

” وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَمًا (۲۵۸)

اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا، تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ زنا کرنے والے کے متعلق چار گواہ مقرر کئے جانے کی تاویل یہی ہے۔

اَمَّا اس بات کی تاویل کہ زنا عضو تناسل سے کیا جاتا ہے، مگر زانی کی بیٹھ پر دُڑے مارتے ہیں، یہ ہے کہ عضو تناسل کی قوت بیٹھ سے ہے اس لئے بیٹھ ہی کو کمزور کر دیتے ہیں، کیونکہ یہ مایہ و دہس سے آیا تھا، اور اس موضوع کی تاویل یہ

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے، اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں فرمایا، کہ ان کے مرد خواہشاتِ نفسانی کی خاطر مردوں ہی کے پاس جایا کرتے تھے، چنانچہ فرمایا، قولہ تعلقے:-

” إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ “ (۱۱۶)

یعنی خدا فرماتا ہے کہ لوط نے اپنی قوم کو ملامت کیا اور ان سے لاتعلقی ظاہر کی اور کہا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر۔ پھر فرمایا، قولہ تعلقے:-

” جَعَلْنَا عَلَيْهَا سَافِلًا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً

مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ (۱۱۷)

ہم نے زبرد بالا کر دیا اُس شہر کو جس میں بے حیائی کے کام کرتے تھے، اور اُن پر ہم نے دوزخ سے مسلسل پتھر برسائے۔

پس یہ آیت خدا تعالیٰ سے اماموں کے لئے تعلیم کی حیثیت رکھتی تھی، کہ جب اُمت کے لوگ لوتڑے بازی کریں، تو اُن پر پتھر برساتیں جائیں، جس طرح قوم لوط پر سنگ باری ہوئی تھی، اور قوم لوط کے مرد عورتیں اُس عذاب میں یکساں تھے، اور یہ بات کہ اُن دونوں کو سنگسار کرنا واجب ہوا، جن سے لواطت یعنی لوتڑے بازی، وقوع میں آتی ہو، اس لئے ایسا ہے کہ جس نے لواطت کی، اُس نے ظلم کیا کہ اُس نے ایک مرد کو عورت کی جگہ پر رکھا، اور خدا تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت کی ہے، چنانچہ فرمایا:-

” لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (۱۱۸)

ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

اور جس شخص کے ساتھ اغلام کیا گیا، وہ مرد تھا اور اُس نے اپنے آپ کو عورت کے مقام پر رکھا، تو اُس پر پیغمبر کی لعنت ہے، جس طرح ہم نے اُس سے پیشتر اُس گفتار کے شروع میں ذکر کیا، اور جو شخص رسول علیہ السلام کی لعنت

اللہ تعالیٰ نے ان کو جو عورتوں کو چاہئے اور ان کو چاہئے

میں ہو، وہ خدا تعالیٰ کی لعنت میں ہوتا ہے، جب ان دونوں آدمیوں پر سزا
 جنہوں نے لواطت کی تھی، عذاب لازم ہوا، تو ہم سحاحہ عورتوں (کے بیان)
 کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان کو بھی یہی عذاب لازم آتا ہے، اس لئے کہ
 فسرا یا کہ جو مرد خود عورت بن جانا اختیار کرے، اور جو عورت خود مرد بن جانا
 پسند کرے، تو ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

اس موضوع کی تاویل یہ ہے کہ وہ مرد جو اپنے آپ کو عورت کے مشابہہ
 کر دیتا ہے، تاکہ لوگ اُس سے اس طرح نزدیک کریں جس طرح عورت سے نزدیک کرتے ہیں
 حالانکہ وہ خود مرد ہے، اور اس منزلت پر ہے کہ خود عورتوں سے نزدیک کر سکتا ہے
 یہ واقعہ ایک ایسے داعی اور ماذون کی مثال ہے جو مرد کی منزلت پر نہیں، جو دعوتِ
 حق کے لئے مامور ہوتے ہیں، مگر دنیاوی طمع کی وجہ سے اہل ظاہر کی طرف
 رغبت کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو ان کے ماتحت کر دیتے ہیں، اور ان کی بات
 قبول کر لیتے ہیں، جس سے کوئی علمی صورت حاصل نہیں آتی ہے، اور وہ بات
 ایک ایسے نطفے کی طرح ہے، جو ایک مرد سے دوسرے مرد کے اندر چلا جاتا ہے
 اور اُس سے کوئی جسمانی اولاد پیدا نہیں ہوتی، تو یہ باطنی لواطت ہے، اور یہ دونوں
 آدمی خدا کی لعنت میں ہیں، اس لئے کہ لعنت کے معنی ہیں دُوری، اور اُس ظاہری
 شخص کے لئے امام زمان سے، جو رسول علیہ السلام کے فرمان کے بموجب دُورنی زمین
 پر خدا کے خلیفہ ہیں، خود دُوری ہی ہے، اور یہ حد (یعنی داعی یا ماذون)، جو حقیقت سے
 روگردان ہو جاتا ہے، اور دنیاوی طمع کی وجہ سے ظاہر کی طرف رغبت کرتا ہے، وہ امام
 زمان سے دُور رہ جاتا ہے، اور رُوحانی ہلاکت، جو وہی خود رُوحانی سنگاری ہے،
 دونوں پر واقع ہو جاتی ہے۔

جو عورت اپنے آپ کو مردوں کے مشابہہ کر دیتی ہے، وہ اُس شخص کی مثال
 ہے، جس نے اپنے آپ کو ناطق کا قائم مقام بنایا، تاکہ اس کی اطاعت کی جائے،
 اس لئے کہ (اُس شخص کے بقول، ناطق نے اُس کو قائم کر دیا ہے، اور اُس نے کہا کہ

کلام - ۴۲

غلطی سے قتل اور قاتل کے اقربا کے، عاقل اور
عاقل پر خون بہا (یعنی خون کے معاوضہ) کے بارے میں

ہم خدا قائل کی توفیق اور صاحب شریعت علیہ السلام کے نور (یعنی امام
زبان) کے ذریعے سے بیان کریں گے، کہ غلطی سے قتل کرنا یہ ہے، کہ ایک شکاری آدمی
کسی شکار پر تیر مارنا چاہتا ہے، اور اس کا تیر غلطی سے کسی آدمی کو اس طرح لگ
جاتا ہے کہ وہ مر جاتا ہے، اور اس نوعیت کے قتل کے متعلق، خدا تعالیٰ نے فرمایا،
کہ مقتول کا خون بہا مقتول کے وارثوں کو ادا کر دیا جائے، چنانچہ ارشاد ہے، قولہ تعالیٰ:-

« وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ

وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ ۗ (۲۴۲)

اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے، تو اس پر ایک مومن غلام
یا اونٹنی کا آزاد کرنا ہے، اور خون بہا ہے، جو اس کے اقربا کو حوالے کر دیا جائے،
اور یہ سب کچھ فریضہ بنجمل (یعنی مختصر فریضہ) میں سے ہے، اور اس کا
مفضل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے وابستہ ہے، اس لئے کہ
خدا تعالیٰ کی کتاب میں یہ ظاہر نہیں، کہ مومن مرد کا خون بہا کتنا ہے، اور اگر اس قاتل
کا جس نے غلطی سے قتل کیا ہے، کچھ بھی مال نہ ہو، تو یہ خون بہا کہاں سے دینا چاہئے،

کلام اللہ صمدی

ظاہر میں یہ ہے، کہ مومن مرد کا خون بہا ایک ہزار مثقال کھرا سونا مقرر ہے، چنانچہ یہ ہزار مثقال (سونا قیمت میں، بارہ ہزار درم کی، ہم وزن خالص چاندی کے برابر ہے) اور عورت کا خون بہا مرد کے خون بہا کا نصف ہے، جس طرح (میراث کی تقسیم میں، عورت کو مرد کے حصے کا نصف ملتا ہے، اور جب کوئی شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرتا ہے، تو اُس مقتول کا خون بہا قاتل کے عاقل اور عاقلہ کے ذمے میں ہے جو مقتول کے وارث اُن سے لیا کرتے ہیں اور قاتل کے عاقل و عاقلہ اس کے سگے بھائی، چچیرے بھائی، اور اقرباء ہوتے ہیں، جس شخص نے غلطی سے قتل کیا ہے، اُس سے کچھ نہیں لیتے، بلکہ وہ خون بہا اس قاتل کے چچیرے بھائیوں سے تین سال کے اندر، تین قسطوں میں لیا کرتے ہیں یکمشت نہیں لیتے، اور مقتول کے وارثوں کو ادا کرتے ہیں، تاکہ خدا تعالیٰ کے فرمان اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل ہو۔

اگر رسول علیہ السلام کے حکم میں ایک عظیم حکمت پوشیدہ نہ ہوتی تو یہ لازم نہیں آتا کہ جس شخص نے یہ کام کیا ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے، اور اس کے بے گناہ قربت داروں کو بچھا جائے، اور اُن سے خون بہا لیا جائے اور جو شخص اس امر کی تاویل نہ سمجھے، تو اس کے لئے یہ فیصلہ ناممکن نظر آئے گا، لیکن شریعت کے موضوع (جس کی بنیاد جسمانی فانی چیزوں پر ہے، کی مُراد یہ ہے، کہ اس کے معنی روحانی غیر فانی چیزوں میں پائے جائیں، اور روحانی چیزوں میں وہ فرمان ایسا نظر آئے کہ وہ قاعدہ عدل کے مطابق ہے، جبکہ وہ فرمان روحانی حالت میں بحقیقت قاعدہ عدل کے مطابق ہے، اس لئے کہ رُوح کے مقابلے میں، جسم (زیادہ) عدل کے لائق نہیں، اور اگر کوئی شخص جسم کے لئے زیادہ عدل ڈھونڈے تو اُس نے رُوح کے لئے مجال ڈھونڈا ہوگا، اس لئے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ انسان نہیں مرنا چاہئے تو اس نے یہ چاہا ہوگا، کہ بس ہمیشہ اسی طرح رُوح اپنے مقام سے دُور رہے، اور کسی چیز کو اپنی جگہ پر نہ چاہتا اور نہ رکھنا، ہی ظلم ہے۔

پس ہم بطورِ تاویل بیان کریں گے، کہ غلطی سے قتل کرنا باطن میں یہ ہے کہ داعی جو شکاری کی طرح ہے، مستجیب پر کچھ اس طرح بات ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کا اعتقاد ٹوٹ جاتا ہے جس کی مثال ایک ایسا تیر ہے جو شکار کے لئے مارا جاتا ہے (مگر یہ غلطی سے کسی شخص کو لگ کر مار دیتا ہے)، پس اُس بات میں مہمود مستجیب جو مومن ہے حیران رہ جاتا ہے، اور اُس کا نفس سچے راستے سے گر جاتا ہے، اور غلطی سے اس کو قتل کرنا ہی ہے، اس لئے کہ یہ بات داعی کی طرف سے اُس مستجیب کے لئے مصیبت ہوتی، مگر اب برداشت (کا راستہ صرف)، یہی ہے، کہ یہ مستجیب اپنی روحانی زندگی اُس داعی سے دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کہ جب یہ اُس کی اُس بات کے سُنانے سے حق سے گر گیا، تو یہ مزید اُس سے کیا سنے گا، اور اس غلطی والا داعی کا پچھرا بھائی دوسرے جزیرے کے جت کے داعی ہے، کیونکہ بارہ جزیروں کے صاحبان (یعنی بارہ جت) ایک دوسرے کے بھائی ہیں، جن کے والدین امام زمان اور جت اعظم ہیں، پس صاحبانِ جزائر کے تمام داعی روحانی نسبت میں بحقیقت ایک دوسرے کے پچھیرے بھائی ہیں، اور اسی طرح اسی نسبت سے اُس داعی کے ماذون دوسرے داعی کے ماذونوں کے لئے پچھیرے پوتے ہوتے ہیں، اس لئے کہ صاحبانِ جزائر کے داعی ایک دوسرے کے پچھیرے بھائی ہیں۔

Knowledge for a united humanity

پس چاہئے کہ دوسرے جزیرے کے جت کے داعی اس روحانی مقتول کو تعلیم دے، اور اس حال کی حقیقت اُس پر ظاہر کر دے، کہ وہ اُس داعی سے جدا ہو چکا ہے، تاکہ اس کا دل اس داعی پر ٹھہرے، اور دوبارہ اس سے جمد لیا جاسکے، اور پھر سے طریقِ حق قبول کرے، اور یہ اُس کا زندہ ہو جانا ہے، جس طرح جسمانی مقتول کے حق میں خون بہا ادا کر دینا، مقتول کو زندہ کر دینے کے برابر ہے۔

اس امر کی تاویل، کہ وہ خون بہا اُس غلطی سے قتل کرنے والے کے پچھیرے بھائیوں سے تین قسطوں اور تین حصوں میں لے لیا جاتا ہے، یہ ہے کہ اس زندہ

کرنے والے داعی کو چاہئے کہ اُس غلطی سے قتل کئے ہوئے مومن مستحب کو یہ ظاہر کرے کہ ناطق کی مرتبت اور کتاب و شریعت کی امتثال و رموز کس طریقے پر ہیں پھر اس کو تاویل مجرد (یعنی خالص روحانی تاویل) میں اساس کی مرتبت دکھائے کہ کس طرح ہے، اور پھر اس کو امام کی مرتبت دکھائے، جو تیسرا صاحب تائید اور ان تین مرتبتوں کا جامع ہے تاکہ اُس مرے ہوئے کو ان تین مرتبتوں سے (روح) حقیقت حاصل آئے، مثال کے طور پر ناطق کی بات خالص جسم کی طرح ہے، اساس کی بات خالص جان کی طرح ہے، اور امام جو ان دونوں مرتبوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتا ہے، وہ جسم کا روح کے ساتھ مل جانے کی مثال ہے، کیونکہ ان دونوں کے مجموعے کا نام انسان ہے (اُس داعی کی یہ تسلیم اس لئے ضروری ہے) تاکہ وہ انسان ان تین مراتب کی شناخت کے ذریعہ اُس ہمیشہ رہنے والی روح کی طرف واپس جائیں، اور اس تاویل کی مثال وہ تین قطبیں ہیں، جن میں اُس غلط قتل کے خون بہا کا لینا مناسب ہوتا ہے، نہ کہ کیمشت طریقے پر، اور یہ بیان سورج سے بھی زیادہ روشن ہے، اُس شخص کے لئے جس کے دل کی آنکھ روشن ہے۔

اس امر کی تاویل کہ مرد کے خون بہا کے لئے سونے کی ہزار اشرفیاں یا چاندی کے بارہ ہزار درم مقرر ہیں (جس میں اشرفی کا وزن ساڑھے چار ماشا اور درم کا وزن ساڑھے تین ماشہ ہے، یہ سب، کہ ہزار امام کا درجہ ہے، جو حساب کی انتہا ہے، جس طرح امام اُمت کی انتہا ہے اور سونا ناطق کی مرتبت کی مثال ہے جو اپنے زمانے میں رکھتا ہے (اور امام کی مرتبت کی مثال ہرزمانے میں، اور ایک مشقال سونے کی قیمت بارہ درم کی ہم وزن صاف چاندی ہے، اور خالص چاندی اپنے زمانے میں اساس کی مرتبت کی مثال ہے، اور ہرزمانے میں حجت کی مرتبت کی مثال ہے، اور چاندی کی یہ مقدار اس بات کی علامت ہے، کہ بارہ کا عدد (بارہ) حجتوں کے باطن میں امام ہونے کی تاویل ہے،

کلام - ۴۳

گناہانِ کبیرہ کی شرح کہ وہ کتنے ہیں اور ان کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے پوچھا گیا، کہ گناہوں میں کون کون سے گناہ بڑے ہیں؟ فرمایا:
یہ ہے کہ تو خدا کے ساتھ شریک ٹھہرائے، یہ ہے کہ، تو اپنی اولاد کو قتل کر دے،
اس خوف سے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے پینے میں شامل ہے، اور یہ ہے، کہ تو
اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے، جب رسولؐ نے یہ ارشاد فرمایا، تو یہ آیت
پڑھی، قولہ تعالیٰ:-

Knowledge for a united humanity

” وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ (۲۵)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور
جس جان کے قتل کرنے، کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے،
ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے، فرمایا کہ تین گناہانِ کبیرہ میں سے ہیں :-
خدا کے ساتھ شریک ٹھہرنے کی تاویل ہے، کسی باطل شخص کو امامِ حق کی جگہ
پر قرار دینا۔

اس بات کی تاویل کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو اشْرک میں، کھانا کھانے کے ڈر سے قتل کرتا ہے، وہ ایک ایسا داعی ہے، جو مستحب کو اس حد سے علم نہیں سکھاتا ہے، کہ یہ میرے درجے میں پہنچ جائیگا اور میری جگہ لے گا۔

جو شخص اپنے بڑھئی کی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے، وہ ایک ایسے داعی کی مثال ہے، جو دوسرے داعی کے مستحب کو تعلیم دیتا ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا، کہ گناہانِ کبیرہ سات ہیں، پہلا خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، دوسرا اُس جان کو قتل کرنا، جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

تیسرا ایک پرہیزگار اور خاوند دانی عورت پر زنا کا الزام لگانا، چوتھا یتیم کے مال کو کھالینا، پانچواں سود کھانا، اور وہ یہ ہے، کہ ایک شخص کسی کو گندم کا کوئی پیمانہ بطور قرض دیتا ہے، پھر بوقت ادائیگی، اُس پیمانے سے زیادہ لیتا ہے، چھٹا کافروں کی لڑائی سے بھاگ جانا، ساواں اعرابی کا صحرا نشین ہو جانا، اس واقعہ کے بعد کہ اُس نے آنحضرتؐ کے ساتھ ہجرت کی تھی، اور جو شخص گناہانِ کبیرہ سے کنارہ کش ہو جائے، تو خدا تعالیٰ اُس کی دوسری برائیوں کے لئے معاف فرمائے گا، چنانچہ فرمایا،

” اِنْ بَحْتَبْتُمْ اَوْ كَبَاْتُمْ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ فَكُفِّرْ عَنْكُمْ

سَيِّئَاتِكُمْ وَتَذْخِلْكُمْ مَدْخَلًا كَرِيمًا (۱۱۳)

جن گناہوں سے تم کو منع کیا جاتا ہے، اُن میں جو بھاری بھاری گناہ ہیں اگر تم اُن سے بچتے رہو، تو ہم خفیف برائیاں تم سے دُور فرمائیں گے، اور ہم تم کو ایک پُرمایہ جگہ میں داخل کر دیں گے۔“

اس آیت کی تاویل یہ ہے، جو تمہیں معلوم ہونا چاہئے، کہ اس آیت کے بارہ کلمے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں، کہ مومنوں کی نجات بارہ محبتوں کے ذریعہ ہے اور انہی کے ذریعہ تم گناہانِ کبیرہ کو (جو انسان کو ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں،

اور اسی طرح یہ شخص کہتا ہے، کہ تم مسئلہ کو داعی سے پوچھ کر مجھے جواب دیا کرو، کہ اُس نے کیا کہا، تاکہ یہ شخص اسی طرح مستجیب کو علمی پھکاری بنا دے، اس لئے کہ یہ شخص گمان کرتا ہے کہ، اگر داعی کو یہ حال معلوم ہو جائے، تو وہ اپنا یہ علمی فائدہ اس سے روک لے گا۔

سُود کھانے کی تاویل یہ ہے، کہ جب مستجیب مازون سے رکب ایسا مسئلہ پوچھتا ہے، جس میں بہت سے معنی ہیں اور یہ مازون اُس میں سے کچھ تو بتا دیتا ہے، اور کچھ روک رکھتا ہے، اور دریغ کرتا ہے، کہ مستجیب علم کے حقدار بن جائے، اس مثال کے یہ معنی ہوتے، کہ اُس نے اس کو تھوڑا دے کر اپنے لئے زیادہ لیا، سُود کی حقیقت یہی ہے۔

کافروں کی جنگ سے بھاگ جانے کی تاویل یہ ہے کہ حدودِ دین میں سے کوئی حد اتفاقاً ظاہریوں سے متناظرہ کرتا ہے، اور ہمت ہار کر حق بیان کرنے سے خاموش ہو جاتا ہے، جس سے ظاہری لوگ دلیر ہو جاتے ہیں، بلکہ اُس پر واجب ہے کہ محکم دلیلوں سے ان کو عاجز کر کے ہرا دے، تاکہ وہ فتح یاب ہو سکے۔

رسول علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنے کے بعد اعرابی کے صحرا نشین ہو جانے کی تاویل یہ ہے کہ کوئی مستجیب ظاہریوں سے جدا ہوتا ہے، اور ہمد کمر کے خاندانِ حق میں داخل ہو جاتا ہے، اور پھر اُس سے سستی کرتے ہوئے رُوگردان ہو جاتا ہے، اور ظاہریوں کی طرف واپس جاتا ہے، اور خدا کے نام کو ترک کر دیتا ہے، اور یہ خدا کا نام بھی حدودِ دین میں سے ایک حد ہے، اور یہ سب بڑے گناہوں میں سے ہیں، نیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

” مِنْ اَلْكِبَايِرِ اَلْيَاسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ وَالْاَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ -“

خدا کی رحمت سے نا اُمید ہو جانا، اور خدا کے مکر سے بے خوف رہنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔“

خدا کی رحمت سے ناامید ہو جانے کی تاویل یہ ہے، کہ کوئی شخص شریعت میں سست اور نادان ہو، اور کہتا ہو کہ دنیا میں سب لوگ حیران ہیں، اور حق خود ہے ہی نہیں، اور تمام ادیان بنیاد ہی سے مختلف اور تباہ ہوئے ہیں، پس ایسے شخص نے یہ فیصلہ کیا ہو گا، کہ خدا اور سول نے لوگوں کو ضائع کر دیا ہے۔

خدا کے مکر سے بے خوف رہنے کی تاویل یہ ہے، کہ کوئی شخص کہتا ہو، کہ نہ ثواب ہے، اور نہ عذاب اور اگر ثواب و عذاب ہوتا تو اچھے اور بُرے کام کرنے والے سب لوگ اس کو پالیتے، اور اگر خدا قادر ہوتا تو ان کو عذاب یا ثواب دیتا، یا کہتا ہو، کہ اگر امام زمان برحق ہوتا تو علی الاعلان اپنا حق طلب کر لیتا۔

نیز کہتے ہیں، کہ جھوٹی گواہی بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہے، جس کی تاویل یہ ہے کہ کوئی شخص امام برحق کے مخالف یعنی امام باطل، کے بارے میں کہتا ہو، کہ امام برحق تو یہی ہے۔

نیز کہتے ہیں، کہ والدین کو آزار کرنا بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہے، جس کی تاویل یہ ہے، کہ کوئی مستحیب اپنے داعی اور ماذون کے بارے میں زبان درازی کرے، اور ان کو آزار کرتا ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ جھوٹی قسم کھانا بھی گناہِ کبیرہ ہے، اور اس کا ظاہر اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے مال کو روک کر قسم کھاتا ہے کہ مجھ پر اس شخص کی کوئی چیز نہیں، جس کی تاویل یہ ہے، کہ کوئی شخص امام برحق کا عہد لیتا ہے، اور علم حاصل کرتا ہے، پھر اس کے بعد اس سے منکر ہو جاتا ہے۔

پس جو شخص مذکورہ بڑے گناہوں سے دور رہے تو اللہ تعالیٰ اُسے امام کی دعوت کی طرف ہدایت دیتا ہے، جو ایک پُر مایہ مقام ہے، اور اُس پر مایہ مقام میں پہنچنے کی وجہ سے اس کی جگہ دائمی بہشت میں ہے، اور حقیقی مومن وہ ہے، جو مذکورہ تمام ظاہری و باطنی گناہوں سے دور رہتا ہے، تاکہ چھٹکارا پائے۔

والسلام

کلام - ۲۲

اس امر کے بارے میں بیان اور تاویل کہ حلال جانوروں میں سے جو کچھ حرام ہو جاتا ہے، وہ مُردار اور سُور کے گوشت ہی کی طرح حرام ہے

ہم ولی زمان علیہ السلام کی ہر بانی سے، خاندانِ حق کے تابعین کے لئے بیان کریں گے، کہ خدا کے فرمان کو ظاہر اور باطن (دونوں حالت) میں قبول کرنا چاہئے، اور اس کے باطن کو جان لینا چاہئے، اور جب تک تم خدا تعالیٰ کے قول کی حقیقت نہ سمجھو، تو حلال کو حرام سے جدا نہیں کر سکو گے، اس کی مثال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، قوله تعالیٰ:-

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِأَيَاتِهِ

مُؤْمِنِينَ (۶۱۸)

”پس اگر تم اُس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو، جس ذبیحہ پر (بوقتِ ذبح) خدا کا نام لیا گیا ہو، اسی کو کھاؤ، اور ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سُور پر نسا بار اللہ تعالیٰ کا نام پڑھے (اور ذبح کرے)، تو بھی وہ حلال نہ ہو گا۔ پس یہ حالت اس بات کی دلیل ہوتی، کہ سُور نے خدا کے نام کو قبول نہیں کیا ہے، اسی لئے

اُس کا گوشت حلال نہیں ہوتا ہے، اگر ہم ظاہری طور پر دیکھیں، تو گوسفند اور سور، جبکہ تم ان کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لیا کرو، ہاتھ پاؤں مانے، خون نکال دینے، ساکن ہو جانے اور لمبے پڑ جانے میں یکساں ہوں گے، پس درست ہوا کہ سور باطنی طور پر خدا کے نام کو قبول نہیں کرتا ہے، یہی سبب ہے کہ اُس کا یہ ظاہر حرام ہوا ہے، اور خدا تعالیٰ نے سور کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس کا گوشت کھانا حلال نہیں، اور گوسفند کے گوشت حلال ہونے میں مومنوں کو کوئی شک ہی نہیں، لیکن سور کے گوشت اور گوسفند کے گوشت کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا گیا، جبکہ گوسفند (ذبح کے بغیر) اس طرح مر جائے، جس کا ہم ذکر کرنے والے ہیں، دران حال اُس کا گوشت سور کے گوشت ہی کی طرح حرام ہو جاتا ہے، چنانچہ فرمایا، تَوَلَّوْا تَعَالَىٰ -

” حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ
وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْتُوْدَةُ
وَالْمَسْرُوْدِيَّةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذُكِّرْتُمْ
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط
فَالِكُفْرُ فُسْقٌ (۱۶)

حرام کیا گیا تم پر مرنا ہوا جانور، اور خون اور سور کا گوشت، اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) خدا کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے، اور گردن مڑا ہوا، اور چوٹ کھا کر مرنا ہوا، اور جو گر کر مر جائے، اور جو سینگ سے مار ڈالا گیا ہو، اور جس کو دندے نے پھاڑ کھایا ہو، مگر جسے (تم مرنے کے قبل) ذبح کر لو، اور جو (جانور) بتوں (کے تھان) پر (پڑھا کر) ذبح کیا جائے، اور جسے تم (پالنے) کے تیروں سے باہم حصہ بانٹو، یہ سب نافرمانی ہے۔“

اور یہ پانچ عرب کے لوگوں میں ایسا تھا، کہ ان کے پاس ایک تراشی ہوتی چار پہلو بکڑی ہوتی تھی، اُس کے دو پہلوؤں پر لکھا ہوا ہوتا تھا، کہ خدا نے

یہ فرمایا ہے، اور اُس سے قسریہ اندازی کا کام لیتے تھے، اور اُن دو پہلوؤں سے جو بات ظاہر ہو جاتے اُسی پر عمل کرتے تھے۔

پس خدائے تعالیٰ نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا، اور ان تمام چیزوں کو مُردار اور سُور کے گوشت کی برابر قرار دے دیا، اور فرمایا کہ یہ سب نافرمانی ہے، اور یہ گیارہ قسم کی چیزیں سب حرام ہیں، اور ان کا بار ہواں حلال بنے جبکہ تم اُس کے ذبح کے وقت خدا کا نام لیتے ہو، اور یہی حلال دلالت کرتا ہے، بارہ اشخاص میں سے ایک شخص کی حقاری پر یعنی بارہ جتوں میں سے صرف ایک جت ہی درجہ امامت پر فائز ہو سکتا ہے، کہ اُن گیارہ اشخاص کو اُس ایک شخص کی فرمانبرداری کرنی چاہئے اور جو شخص اس کی فرمانبرداری نہ کرے، وہ مُردار کی طرح ہو جاتا ہے اور ناپسندیدہ ہو جاتا ہے، اور اُس کی طرف (مومن کی) رغبت ہو نہیں سکتی، جس طرح مُردار کو نہیں کھانا چاہئے، اور اس (بیان کی تاویل میں، وہی بارہ حُود ہیں، جو یعقوب پنجم کے زمانے میں تھے، اور یوسف علیہ السلام اُس زمانے میں (اُن بارہ میں سے) ایک تھا، جس کو اُن گیارہ اشخاص نے سجدہ کیا، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

” اِنِّیْ رَاٰیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاٰیْتُهُمْ

لِیْ مَسَاجِدَیْنِ “ (۱۶)

اب ہم اُن گیارہ چیزوں کی تاویل بتائیں گے، جنہیں نہیں کھانی چاہئیں تاکہ مومن کی بھیرت میں اضافہ ہو جائے (وہ یہ ہے کہ، سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے مُردار کا ذکر فرمایا، جس سے اس کی مُراد وہ شخص ہے، جس نے اپنے ناطق کے دور میں سب سے پہلے نافرمانی کی، اور اس کی اطاعت سے سرکشی کی، جس کی وجہ سے اس کو روح القدس سے کوئی حصہ نہیں ملا، اور وہ مُردار ہو گیا، پس بوجوب امر الہی اُس کے ساتھ بل جانا حرام ہوا، جس طرح مُردار کھانا حرام ہے۔ پھر خون کے بارے میں فرمایا، کہ حرام ہے، اور خون یہ ہے کہ جب تم گوسفند اور دوسرے حلال جانوروں کے ذبح کے وقت خدا کا نام لیتے ہو، اور

یاد کرتے ہو، اُس میں جب خون اُن سے نکل جاتا ہے، تو وہ حلال ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اس طریقے کے بغیر مارے جائیں، تو حرام ہیں، اور یہ (خون کھانا، اُس شخص سے جاننے کی مثال ہے، جو بحقیقت حلال کرنے والے یعنی امام برحق سے جدا ہو چکا ہے، پس ایسے شخص کے ساتھ مل جانا حرام ہے۔

تب مسر سؤد کے گوشت کے بارے میں فرمایا، اور سؤر اس شخص کی مثال ہے جو دنیاوی سرداری طلب کرنے کی طمع سے دعوتِ حق کرتا ہے، اور وہ دین کو بے نظام کر دیتا ہے، چنانچہ سؤر طمع سے لوگوں کی کھیتی باڑی کو جن میں لوگوں کی جان کی زندگی ہے، خراب کر ڈالتا ہے، ظاہری رزق کی کھیتی باڑی خراب ہونے میں اجسام کی ہلاکت ہے، اور دعوتِ خراب ہونے میں جو باطنی رزق کی کھیتی باڑی ہے، روحوں کی ہلاکت ہے۔

پھر تھا اُس جانور کے بارے میں فرمایا جو خدا کے نام کے بغیر ذبح کیا جاتا ہے، اور یہ جانور اس شخص کی مثال ہے جو امام برحق کے بغیر دعوت کرتا ہے، جبکہ امام برحق ہی بحقیقت خدا کا نام ہے۔

پانچواں گمردن مردڑے ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے، جس نے خدا کا عہد لیا تھا، مگر اُس نے اس کی حفاظت نہ کی اور اُس کا رُوحانی سانس خدا کے عہد میں ٹھیک طرح سے نہیں چلا، یہاں تک کہ وہ رُوحانی ہلاکت کو پہنچا۔

چھٹا لاکھی سے مرے ہوتے کے باب میں فرمایا، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے، جس پر کسی نہ کسی ظاہری پہلو سے کسر کی گئی ہو (یعنی اُس کا اعتماد توڑ دیا گیا ہو) جس سے وہ حیرت زدہ ہو کر دعوت کی بات سُن نہیں سکتا ہو۔

ساتواں اُس جانور کے بارے میں فرمایا، جو کسی اونچی جگہ سے گر کر مر جاتا ہے، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے، جو کسی مرتبے میں ہو، اور اُس سے کوئی گناہ واقع ہو کر اُس مرتبے سے گر جائے، تو اُس سے دینی تعلیم نہیں لینی چاہئے،

آٹھواں اُس جانور کے بارے میں فرمایا جو دوسرے جانور نے مار ڈالا ہو، اور یہ اُن دو آدمیوں کی مثال ہے جو آپس میں دین کے متعلق جھگڑتے ہیں اور اس جھگڑے میں حیران رہ کر فرمان سے گرجاتے ہیں، پس اُن دونوں سے تعلیم نہیں لینی چاہئے۔

نواں اُس جانور کے متعلق فرمایا ہے، جس میں سے کسی دزدے نے کھایا ہو، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے، جس کو دہریوں یا فلسفیوں یا سائنس دانوں نے (دینی نظریات میں، اپنی طرف راغب کر دیا ہو، اور علم کی باریکیوں میں اُس کی نظر پڑی ہو، مگر تاریکی کے راستے سے، نہ کہ دعوتِ حق یعنی روحانی معجزانہ دعوت کے طریقے سے، پس اُس شخص سے دینی علم حاصل کرنا مناسب نہیں، مگر اس واقعہ کے بعد جبکہ وہ دعوت میں بل جاتے، اور صاحب العصر کا عہد اُس سے لیا جائے جس طرح دزدوں کے غول سے اگر کوئی حلال جانور، زندہ بچ گیا ہو، تاکہ اُس پر خدا کا نام لیا جائے، تو اس کو کھانا مناسب ہے، اگرچہ اُس کا کوئی حصہ دزدوں نے کھا چکا ہے۔

اتنا وہ شکاری جو کتوں کو سکھاتا ہے، اور ان کتوں کو کسی نے خدا کا نام لے کر چھوڑا ہو، اگر یہ سگتے شکار پکڑیں تو وہ حلال ہے، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے جو داعی اور ماذون اُس سے عہد لیتے ہیں، کہ یہ رُوحانی طور پر اس کا شکار کرنا ہے۔ سوال اُس کا ذکر فرمایا، جس کو بتوں کے پاس ذبح کرتے ہیں، اور یہ اُس شخص کی مثال ہے، جو اپنے آپ کو امامی گمروہ کے ساتھ شمار کرتا ہے، مگر امام زمان کے لئے مقرر نہیں، اور اُس پاک خاندان کے بارے میں طعنہ دیتا ہے ایسے (برائے نام) پیرو اگرچہ امامیہ کی طرح ہیں، مگر وہ بحقیقت امامیہ نہیں ہیں، چنانچہ بُت انسان کی طرح ہے مگر بحقیقت انسان نہیں۔

گیارہواں اُس کا ذکر فرمایا، جو پانسا کے تیروں سے کام لیتے ہیں، جس کی شرح ہم کر چکے ہیں، اس کی تاویل یہ ہے، کہ جو شخص اپنی خواہش ہی کی

پیروی کرتا ہو، اور اپنے آقا یعنی امام زمان، کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ کہتا ہے کہ خدا نے یہی چاہا، جس طرح کوئی کہتا ہو کہ فال سے یہی بات نکلی، تو ایسے شخص سے تعلیم نہیں لینی چاہئے، اُس کے بعد فرمایا، کہ یہ سب نافرمانی ہے، پس یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ جو شخص ان فرامین پر عمل نہ کرے وہ فرما بردار اور دستکار نہیں، اور حقیقی مومن وہی ہے، جو ان تمام فرامین کے ظاہر اور باطن (دونوں) پر عمل کرے اور ہر زمانے میں خدا کا مطیع ہو۔



Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

Knowledge for a united humanity

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّا نَحْمَدُكَ اَللّٰهُمَّ
 وَنُصَلِّىْ عَلٰى سَيِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِ
 الطَّاهِرِ

کلام - ۲۵

دجال کے وجود کا اثبات، اس کا فتنہ اور اس واقعہ کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق و مدد سے بیان کریں گے، کہ دجال کا تذکرہ امت کے درمیان معروف و مشہور ہے، چنانچہ ہر شخص کہتا ہے، کہ دجال کے فتنے سے بچ جانا چاہیے، لیکن سب سے پہلے تو یہ بات لازمی ہے کہ تم کسی چیز کو پہچان لو، تاکہ تم اس سے بچ سکو گے، اور اگر کوئی شخص نہ کہو نہیں پہچانتا ہو کہ وہ کیا ہے؟ تو خطرہ ہے کہ وہ نادانانہ طور پر اس میں سے کھالے، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں، کہ جب ان کی آمیزش غلط طریقے پر ہوتی تو وہ زہر بن جاتی ہیں چنانچہ گائے کا گھی شہد کے ساتھ بے حد عمدہ اور دلپسند غذا ہے، مگر ان دونوں میں سے جب ایک دوسرے کے ہم وزن کھایا جائے، اس طرح کہ ان دونوں کے وزن میں ذرہ بھر بھی فرق نہ ہو، تو اس وقت اس سے معدے میں اختلال (یعنی سخت ترین قسم کا سرکہ) پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ انسان مَر جاتا ہے، پس دانشمند انسان پر اس شخص کا پہچانا واجب ہے، جس سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچنے کے لئے فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا۔

”إِحْذَرُوا فِتْنَةَ الْأَعْمُورِ الدَّجَالِ“

دجال نہیں ہے، اور ایک وقت میں ہوگا، پیغمبر علیہ السلام کی اُس حدیث کی تائید
 جو فرمایا، کہ پرہیز کرو اُس ایک آنکھ والے دجال سے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ اور دائیں
 آنکھ کتاب و شریعت کے باطن کی مثال ہے بائیں ہاتھ اور بائیں آنکھ کتاب و شریعت
 کے ظاہر کی مثال ہے، اور ایک آنکھ والا دجال ایک تو وہ ہے، جو لوگوں کو ظاہریت
 کی طرف دھکیلتا ہے، جو بائیں ہاتھ کی طرف ہے، اور یہ دجال جو دائیں آنکھ سے
 اندھا ہے، ملعون ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے، کہ فرمایا۔

” اَلَا عَوْرٌ بِاَلْيَمِيْنِ مَلْعُوْنٌ بِاَلْيَسِيْرِيْنِ “

” جو دائیں آنکھ سے اندھا ہے، وہ یقیناً ملعون ہے “

اس سے آنجناب کی مُراد ایک ایسا ظاہری شخص ہے، جس نے باطن کو باطل قرار
 دے دیا ہو، اور دوسرا ایک آنکھ والا دجال وہ ہے، جو لوگوں کو باطن کی طرف دعوت
 کرتا ہے، مگر تحقیق وہ دیکھتا ہے، کہ (ظاہریت) اُس کے بائیں ہاتھ کی طرف موجود
 ہے، تو وہ گویا بائیں آنکھ سے اندھا ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث
 ہے، جو فرمایا۔

” اَلَا عَوْرٌ بِاَلشِّمَالِ مَلْعُوْنٌ “

” جو بائیں آنکھ سے اندھا ہے، وہ ملعون ہے “

اس سے آنحضرت کی مُراد ایک ایسا باطنی شخص ہے جو شریعت کی ظاہریت
 کو باطل قرار دیتا ہو، اور جو فرمایا، کہ ہرگز وہ کا ایک دجال ہے، اس سے حضرت رسول
 کی مُراد یہ ہے کہ ظاہری لوگوں کا دجال وہ ہے جو باطن کو باطل ٹھہراتا ہے اور باطنی
 لوگوں کا دجال وہ ہے، جو ظاہر کو باطل قرار دیتا ہے، اور ان دونوں دجالوں
 کا کوئی دین نہیں، اور ان کے پیرو شریعت سے دُور ہیں، اور یہ دونوں دجال اپنے
 گمراہوں کے ساتھ (دوزخ کی) آگ میں ہیں۔

پس جس شخص نے رسول اور خدا کی کتاب پر ایمان لایا، اور اخیر میں حسد

اور باطن کے دونوں دجالوں کو پہچانتا ہے، دونوں سے پرہیز کرتا ہے، اور
اُن سے دُور رہتا ہے، کیونکہ دونوں ملعون ہیں۔

والسلام



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

ما لا یخفی علی صاحب العلم
والحیاء
والعقل
والنور
والقدوس
والعزیز
والجلیل
والکبیر
والعظیم
والقهار
والمتعالی
والسبحان
والعزیز
والجلیل
والکبیر
والعظیم
والقهار
والمتعالی

کلام - ۴۶

نکاح اور سفاح اور اُس کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ ظاہری نکاح یہ ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کو زوجیت کے طور پر دیتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس نکاح کے بعد وہ عورت اُس مرد کے فرمان میں رہتی ہے، اور اُس کی فرمانبرداری اپنا فرض سمجھتی ہے، اور اُس کی مردانہ خصوصیات کے فوائد و حقائق کو قبول کرنے والی ہوتی ہے اور اُس عورت کا ایک ولی (یعنی ذمہ دار اور مختار) ہوتا ہے، کہ وہی اُسے کسی کی زوجیت میں دیتا ہے، اور اُس موقع پر دو مقبر مرد گواہ ہونے چاہئیں، تاکہ عقد و نکاح درست اور اُس مرد کے لئے اُس عورت سے نزدیکی جائز ہو چنانچہ جو نکاح اس شرط کے مطابق نہ ہو، وہ سفاح (یعنی زنا) کہلاتا ہے، جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا۔

”لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ وَشَاهِدَي عَدْلٍ۔“

نکاح درست نہیں، مگر (عورت کے) مختار اور عدل کے دو گواہوں

کے ذریعہ۔“

چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ
وَجْعَلْ لِحَدِيثِهِمْ ذِكْرًا
مُبَارَكًا وَسَائِرَ شَيْءٍ
مُبَارَكًا اٰمِنًا

فَأَنْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ (۴۵)

” پس تم اُن کے مالکوں کی اجازت سے لونڈیوں سے نکاح کرو“ اور جس شخص کا کوئی مختار نہ ہو تو سلطان اُس کا مختار ہوتا ہے، چنانچہ رسول علیہ السلام نے فرمایا:-

” اَلْسُلْطَانُ وَوَلِيُّ مَنْ لَا وَوَلِيَّ لَهٗ-“

” جس شخص کا کوئی مختار نہ ہو تو سلطان اُس کا مختار ہے“

اور عقد و نکاح ہر کے بغیر درست نہیں ہوتا، اور وہ ایک مقرر کردہ (رقم یا) مال ہوتا ہے، جو مرد قبول کرتا ہے، کہ (اتنی رقم یا) وہ مال اُس عورت کو دے گا، کیونکہ نکاح ظاہر کا بندھن اُس (رقم یا) کم و بیش مال کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، اور جب یہ شرائط بجالائی جائیں تو نکاح درست ہوتا ہے، اور جو اولاد اُس مرد اور عورت سے پیدا ہو جائے وہ حلال زادہ ہوتی ہے، اور ماں باپ کی میراث اُس فرزند کے لئے حلال ہوتی ہے، اور ایسے فرزند کے پیچھے ظاہری نماز کا پڑھنا درست ہے۔

پس اگر عورت سے مرد کی نزدیکی ان شرائط کے مطابق نہ ہو، تو اُس مجامعت کو سفاح (یعنی زنا) کہتے ہیں، اور اُن سے جو فرزند پیدا ہو جائے، وہ حرام زادہ ہوتا ہے، اُس کو ماں باپ کی میراث نہیں ملتی، وہ والدین سے منسوب نہیں کیا جاتا، اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، چنانچہ رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

” لَا صَلَوةَ خَلْفَ اَوْلَادِ الزِّنَا“

” یعنی جو لوگ زنا سے پیدا ہوئے ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنا درست

نہیں“

اگر ان شرائط میں سے ہر ایک شرط کے معنی نہ ہوتے تو اُس پر عمل کرنا بے فائدہ اور بہودہ ہو جاتا، اور ان کو ترک کر دینا بہتر ہوتا، اور قرآن شریف کی یہ تمام آیتیں اور رسول کی حدیثیں ضائع اور بہودہ ہو جاتیں۔

” مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلَيْ مَوْلَاةً“

جس شخص کا میں مولا یعنی والی و مختار ہوں، یہ علی بھی اُس کا مولا اور والی

و مختار ہے۔“

اور امیر المومنین علیؑ نے یہ ولایت (یعنی مختاریت) اپنے فرزندوں کے حوالے کر دی، اور اسی طرح ہر ایک امام رسول علیہ السلام کے بعد لوگوں کا ولی (یعنی مختار و متصرف) ہوتا ہے، اس لئے یہ ولایت اپنے اُس فرزند کے حوالے کر دیتا ہے جو اُس کے بعد امام ہوتا ہے، اور خدا نے تعالیٰ نے اُمتہ برحق کو (لوگوں پر) اپنے گواہ قرار دے دیا ہے، جیسا کہ خدا نے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

” وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۳۳:۲۱)

اور اسی طرح (اے اُمتہ برحق)، ہم نے تم کو مرکزی حیثیت کی اُمت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہا کرو، اور رسولؐ تم پر گواہ ہو جایا کرے۔ اور جب رسولؐ نے اپنا مقام خدا کی گواہی سے اپنے وحی کے حوالے کر دیا، تو ہمیں معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ وحی پر گواہ ہیں، اور جب آنجنابؐ کی یہ گواہی وحی پر درست اور ثابت ہے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ لوگوں پر گواہ ان کے فرزند ہیں۔

پس ہم بتائیں گے، کہ روحانی نکاح کے سلسلے میں اُس روز، جبکہ رسول علیہ السلام نے غدیر خم کے مقام پر لوگوں کو جمع کر لیا، اور اُن سے پوچھا: کیا میں تم سے بھی بڑھ کر تمہارا مختار اور ولی نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا، جی ہاں! بے شک آپ ہم سے بڑھ کر ہم پر مختار ہیں، اور یہ آنحضرتؐ کی طرف سے اُمت کی رضا مندی پوچھنا تھا، تاکہ وہ روحانی خاوند کو دیدیتے جائیں، تاکہ ان کی نسل دوسرے عالم سے متصل ہو جائیں، اُس روز رسول علیہ السلام اُس روحانی نکاح میں لوگوں کے ولی تھے، ان کے وحی نقوس اُمت کے روحانی خاوند تھے، اور عقل کل و نفس کل عدل کے دو گواہ تھے، پس لوگوں میں اس عقل و نفس کے آثار

(یعنی عقول و نفوسِ جزوی، حاضر تھے) اس اعتبار سے، عدل کے مذکورہ دو گواہ موجود تھے، پس رسول علیہ السلام کا قول درست ہوا، جو فرمایا کہ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ وَ شَاهِدَي عَدْلٍ، اس نکاح سے آنحضرتؐ کی مُراد روحانی نکاح ہے، جس کے دلی آنحضرتؐ تھے، اور اُن کے وصی اس نکاح میں مرد تھے، اور تمام خلائق کے نفوس اس مرد کے لئے بیویوں کی طرح تھے، اور عقل و نفس اس عقد میں عدل کے گواہ تھے، اور جو فرزند اس پاکیزہ نکاح سے پیدا ہوا وہ حلال زادہ تھا، اس نے حلال طریقے پر اپنے باپ کا مال حاصل کر لیا، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز تھا، اور جو نکاح اس کے ہوا تھا، وہ (دراصل) زنا نہ تھا۔

اس بیان کی شرح یہ ہے، کہ رسول علیہ السلام لوگوں کے لئے خدا کے پیغمبر تھے (سوا آنحضرتؐ نے لوگوں کے سامنے ایک ایسی شریعت رکھی جس کے ظاہر سے ایک شائستہ عمل اور باطن سے ایک اعلیٰ علم مقصود تھا، تاکہ اس سبب سے لوگوں کو علم سکھائے اور نفوسِ خلق شریعت کے ظاہر سے روحانی طور پر پیدا ہو جائیں، اور اس کے معنی سمجھنے سے سرائے آخرت کھیلنے قابل ہو سکیں، اور رسول علیہ السلام دین میں سب لوگوں کے لئے باپ کی منزلت پر تھے، اس لئے کہ وہ دین کے بانی تھے، پس لڑکیوں کا خاندان وہ شخص ہو سکتا ہے جس کو (لڑکیوں کا) باپ چاہئے، نہ کہ وہ شخص جس کو لڑکیاں خود منتخب کرتی ہوں، اور جب لڑکیاں باپ کے فرمان کے بغیر خود اپنے لئے کوئی خاندان مقرر کریں، تو دو گواہ اور ولی کے بغیر اس کام کے کرنے سے) وہ بدکار ثابت ہو جاتی ہیں، اور اُن کے فرزند حرام زادے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص رسول کے فرمان کے بغیر، جو دینی باپ ہیں، کسی امام کا انتخاب کرتا ہے، تو وہ گویا اپنے باپ کے فرمان کے بغیر خود ہی اپنا روحانی خاندان مقرر کر لیتا ہے، اور عقل و نفس اسے نکاح کے صحیح ہونے کے متعلق گواہی نہیں دیتے ہیں، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ (حقیقی) مومنین رسول اور وصی کے سرزند ہیں، اور رسول وصی نے کس طرح آفاق و انفس کی گواہی کے ساتھ دین حاصل کیا ہے، اور عقل و

طریقہ صحیح تہذیبی و تمدنی
 تعلیم و تہذیب
 تہذیب و تمدن

نفس کے انوار اس میں ظاہر ہیں اور حلال زادگی کی علامت اس میں آشکار ہے، جس پر دین میں آفاق و انفس گواہ ہیں، اور ظاہری شخص جو ناپاک اور بے نکاح ماں سے پیدا ہوا ہے اپنی پاک زادگی کے لئے کوئی گواہ نہیں رکھتا اور آفاق و انفس جن میں عقل و نفس کے آثار ظاہر ہیں، خدا و رسول کے فرمان کے بغیر اس کے لئے کوئی گواہی نہیں دیتے، چنانچہ فرمایا، قولہ تعالیٰ:

”مَا أَشْهَدُ لَهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ

أَنْفُسِهِمْ ۗ (۱۵۱)

ہم نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے ان کے دنظر سے، کسی گواہی نہیں کی ہے اور نہ ان کے نفوس کی پیدائش سے۔“

اور خداوندِ زمانِ علیہ السلام ہر زمانے میں لوگوں کے ولی ہوتے ہیں، اور ہر جزیرہ ایک حجت کو دیا کرتے ہیں، اور قبول کرنے والے نفوسِ روحانی نکاح کے طور پر علم کو حجت سے حاصل کرتے ہیں، ناطق اور اساس کی گواہی پر، کیونکہ ناطق کو اس عالم میں عقل کا مقام ہے، اور اساس کو نفس کا مقام ہے، جس کا ثبوت آفاق و انفس میں ہے، اور یہ آفاق و انفس، یہی دلیل کرتے ہیں کہ یہ دونوں عظیم مرتبے اس نکاح کے متعلق لوگوں پر گواہ ہیں، تاکہ روحانی عالم کی لذتوں کو حاصل کرنے کے لئے ان سے پاکیزہ فرزند پیدا ہو جائیں، اور ان سے داعی پیدا ہوتے ہیں، اپنے باپ کی پاکیزہ نسل سے، جو حجت ہے، اور اپنی میراث حاصل کرتے ہیں اور وہ میراث عالمِ ملکوت ہے، اور مومنین ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے ہیں، اور وہ نماز علمِ حق کو سُننا اور حقیقت کو قائم رکھنا ہے، اور اُمت میں سے جن لوگوں نے اپنی اُمراء اور خواہش کے مطابق کسی کو امام مانا، تو انہوں نے گواہ اور ولی کے بغیر اپنا روحانی خاندان مقرر کر لیا، اور ان کے فرزند حرام زادہ ہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہئے، یعنی ان سے دینی علم نہیں سُننا چاہئے، اور مخلص مومنین وہ ہے، جو روحانی نکاح میں کوشش کرے تاکہ وہ رسولِ علیہ السلام

نے عیسیٰ اور مسیحی کو سید و حضور کہا ہے۔ ان حضرات کو شیاطین کے بھائی اس بُنسیاد پر نہیں کہنا چاہیے کہ وہ حضور (خواتین کے ساتھ تعلق نہ رکھنے والے) تھے اور شادی نہیں کی اور فرعون کو مشرف (اور) عالی اس لئے کہنا چاہیے کہ اس کی بیوی اس سے بیاہی گئی تھی۔ پس ہمیں معلوم ہوا کہ یہ بہتری جسمانی شادی میں نہیں بلکہ روحانی شادی میں ہے۔ اور رسول علیہ السلام نے اس مرد سے جو فرمایا، تمہارا کوئی جفت ہے؟ اس معنی میں نہیں فرمایا کہ تمہارا کوئی جسمانی جفت ہے بلکہ اس معنی میں فرمایا، کوئی ہے جو تجھے کچھ سکھاتا ہے اور تو اس سے قبول کرتا ہے یا کوئی ہے جسے تو سکھاتا اور فائدہ پہنچاتا ہے تاکہ تو انسانوں میں سے ہو جائے؟ اور جب اس نے کہا کہ کوئی ایسا شخص نہیں تو آنحضرت نے اس کو شیطان سے نسبت دی۔ کیونکہ رسول علیہ السلام نے (صرف) ایسے دو شخصوں کو انسان کہا ہے جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا ہے:

النَّاسُ اِثْنَانِ عَالِمٌ وَمَتَعَلِّمٌ وَسَائِرُهُمْ كَالْهَمَاجِ۔
 انسان دو ہیں، ایک عالم یعنی علم سکھانے والا اور ایک متعلم یعنی علم سیکھنے والا اور دوسرے سب حشراتِ رکیڑے کوڑے اور زمین میں سوراخ کر کے رہنے والے جانور، مثلاً سانپ، چوہا، نیولا، دغیرہ) ہیں۔ پس جو شخص اپنے سے برتر سے علم حاصل کرتا ہے اور اپنے سے فوتر کو سکھاتا ہے وہ فرشتوں کے بھائیوں میں سے ہے۔ کیونکہ عالم جسمانی میں سب سے عظیم فرشتہ رسول علیہ السلام تھے جو اس صفت سے متصف تھے، کیونکہ اس عالم میں آپ اُس عالم سے فائدہ لیتے تھے اور اس عالم میں لوگوں کو پہنچاتے تھے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ آنحضرت کے بھائیوں میں سے ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس صفت کا حامل ہو کہ (جسمانی نکاح اور) روحانی نکاح میں ان دونوں (قسم) کے، گواہوں اور ولی کے بغیر مرد اپنے لئے بیوی مقرر نہ کرے اور عورت اپنے لئے خاوند مقرر نہ کرے۔

ہم بتائیں گے کہ روحانی نکاح میں ہر علم تاویل ہے، کیونکہ وہ تمام اموال میں سے قیمتی مال ہے، جو حجت امام سے حاصل کرتا ہے، اور جزیرہ والوں کو دیا کرتا ہے، اور وہ سب اسی سبب سے اُس کو اپنا روحانی خاوند بنا چاہتے ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب خاوند بیوی کے ہر کے لئے قبول کر کے دے نہ سکے، تو عورت اُس کو حاکم کے پاس لے جاتی ہے، اور ہر طلب کرتی ہے، اگر خاوند سے ہر ادا نہ ہو سکے تو عورت اُس کے ساتھ نہیں رہتی، اور جدا ہو کر دوسرے مرد سے شادی کر لیتی ہے، اسی طرح ہی اگر متعجبیوں اور داعیوں کو جزیروں کے مالکوں سے آفاق و انفس کی گواہی کے ساتھ علم بیان نہ ملا کرے، تو یہ اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں اور امام کے حضور میں رجوع کرتے ہیں، تاکہ انہیں دوسرا جزیرہ والے کے سپرد کر دیا جائے، جبکہ ان کے اپنے صاحب جزیرہ سے روحانی عاجزی اور علمی مفلسی ظاہر ہو، ہم نے نکاح و سفاح کے ظاہر و باطن کے متعلق جو کچھ ضروری تھا، واضح کر دیا، اور اقتدار کرنے والے مومن کے لئے کافی حد تک بیان کر دیا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

اللہ اعلم
بالحق
والصواب
والقسط
والعدل
والنور
والهدى
والرحمة
والبرکات
والعزائم
والفوائد
والمنافع
والصالحات
والجوارح
والاعمال
والنعمات
والقسط
والعدل
والنور
والهدى
والرحمة
والبرکات
والعزائم
والفوائد
والمنافع
والصالحات
والجوارح
والاعمال
والنعمات

کلام - ۴۷

مومنوں پر حق و واجبات (مہمانی) اور اس کی تاویل

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کر دیں گے، کہ بندے پر خدا کی تین طرح کی فریضہ داری واجب ہے، ایک تو روزانہ واجب ہے، جیسے پنج وقت نماز کی ادائیگی، دوسری سالانہ واجب ہے، جیسے عیدوں کی نمازیں وغیرہ زکوٰۃ دینا، اور تیسری عمر بھر میں ایک مرتبہ واجب ہے، جیسے حج کرنا اور واجبات (مہمانی) دینا، جس طرح کہ خلقت عالم تین طرح پر ہے، یعنی عالم روحانی (جیسے آخرت)، عالم جسمانی (جیسے دنیا)، اور عالم تالیف جو روح و جسم کا مجموعہ ہے، جیسے انسان، یہی تین مراتب عالم دین میں بھی ہیں، مرتبہ ناطق جو تنزیل کا درجہ ہے مرتبہ اساس جو تاویل کا درجہ ہے، اور مرتبہ امام جو تالیف کا درجہ ہے، اور یہ درجہ تنزیل و تاویل دونوں مرتبوں کا جامع ہے جیسے انسان جو روح و جسم دونوں کا مجموعہ ہے، اس کے علاوہ علم دین بھی تین قسم کا ہے، تفسیر، حدیث، اور فقہ، اور جب کسی کو یہ تینوں علم پیشتر ہوں تو وہ معزز بن جاتا ہے، ایزد تعالیٰ ان تینوں عالموں کا پیدا کرنے والا اور پلنے والا ہے، جیسا کہ اپنی کتاب کے آغاز میں فرماتا ہے۔

” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ”

یعنی سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو عالموں کا پالنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے (بندوں سے) تین عبادتوں کو زیادہ پسند فرمایا ہے، پہلی عبادت رُزانا پنج وقت نماز ادا کرنا، دوسری سال میں زکوٰۃ ادا کرنا، اور تیسری عمر بھر میں ایک مرتبہ واجبات دینا، اور ان تینوں کو ایک ہی آیت میں یاد فرمایا ہے، جیسا کہ۔

” وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا “ (۳۰)

یعنی ” نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے لئے نیک قرض دیدو۔“ ان تینوں عبادتوں میں سے، اہل ظاہر نے صرف نماز اور زکوٰۃ کو لیا، جو عام عبادتوں میں سے تھیں، اور تیسری عبادت جو خاص تھی اس کے جاننے سے قاصر رہے، اور نہ اس کی تلاش کی، اور علم الہی کے تہذیبہ داروں سے کنارہ کر گئے، اگر کوئی شخص بصیرت کی نگاہ سے دیکھے، تو معلوم ہوگا کہ یہ تینوں عبادت درجہ دار (یعنی سب سے پہلے قرض حسنہ، اس کے بعد زکوٰۃ اور پھر نماز) ہیں، اس لئے خدا تعالیٰ نے ان تینوں کو ایک ہی آیت میں یاد فرمایا ہے، اور جان لیجئے کہ جس طرح زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے نماز جائز نہیں، اسی طرح نماز نہ پڑھنے والے کی زکوٰۃ قابل قبول نہیں ہے، جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

” لا صلوة لمن لا زکوٰۃ له ولا زکوٰۃ لمن لا صلوة له۔“

یعنی ” جو زکوٰۃ نہیں دیتا اس کی نماز قبول نہیں اور جو نماز ادا نہیں کرتا اس کی زکوٰۃ قابل قبول نہیں۔“ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو وہ نیک قرض نہ دے، تو نہ اس کی نماز قبول ہے، اور نہ زکوٰۃ، اور یہ وہ تین مراتب ہیں جو عالم دین میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں، یعنی جو شخص ناطق کی فرمانبرداری نہیں کر سکتا، وہ نہ تو امام کی فرمانبرداری کر سکتا ہے، اور نہ اساس کی، اور یہ نافرمانی اس کے لئے خدا کی نافرمانی کا باعث بنے گی، بالفاظِ دیگر جو امام کی فرمانبرداری نہیں کرتا وہ اساس کی فرمانبرداری نہیں کرتا، اور جو اساس کی فرمانبرداری نہیں کرتا، وہ رسول کی فرمانبرداری نہیں

کرتا، اور جو رسول کی فرمانبرداری نہ کرے، ایسا ہے، کہ اس نے خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کی، اور جو خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کرے وہ کافر ہے۔

صاحبانِ علم حقیقت نے آنحضرتؐ سے اس آیت کا بھید پوچھا، اور جب اس سے آگاہ ہوئے، تو انہوں نے یہ غنیمت جانا کہ اپنے آپ کو اس خدائی قرض سے آزاد کرا دیں، کیونکہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک زکوٰۃ سے واجبات کی زیادہ وقعت ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کے متعلق ارشاد ہے، کہ یہ میرا حق ہے، اور واجبات (مہمانی) کے بارے میں فرماتا ہے، کہ مجھے قرض دے دو، نیز یہ حقیقت بھی ہے، کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا قرض ادا کرے، تو وہ ایسا احسان نہیں رکھتا جو دوسرے کو قرض دینے میں رکھتا ہے، کیونکہ قرض دینے کا احسان قرض ادا کرنے کے مقابلے میں زیادہ ہے، اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے جس نے یہ قرض دیا، وہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

کہتے ہیں، کہ ایک اعرابی ہاتھ میں ایک اونٹ کی نکیل پکڑے راستے سے گزر رہا تھا، راستے میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین! یہ اونٹ آپ کے ہاتھ فروخت کروں گا، اگر آپ لے لیں، امیر المومنین نے فرمایا کہ قیمت پاس نہیں ہے، اعرابی نے کہا جب مال غنیمت ملے تو دے دیں! امیر المومنین نے قیمت دریافت فرمائی، اعرابی نے کہا ایک سو انیس درم جو کسی کے قرض ہیں، امیر المومنین نے فرمایا خرید لیا، اعرابی نے کہا بیچ دیا، اعرابی نے اونٹ کی نکیل امیر المومنین کے ہاتھ میں دی، امیر المومنین اونٹ لئے آ رہے تھے، کہ سامنے سے ایک دوسرا اعرابی آنکلا، اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین، کیا یہ اونٹ میرے ہاتھ بچیں گے، امیر المومنین نے فرمایا بیچتا ہوں، اعرابی نے قیمت پوچھی، امیر المومنین نے فرمایا، ایک سو انیس درم میں ابھی ایک قرضدار سے لیا ہوں، اعرابی نے ایک سو انیس درم دے کر اونٹ خرید لیا، امیر المومنین جب رسول کے دربار میں آئے تو آنحضرت نے یہ آیت پڑھی، امیر المومنین فوراً آیت کی تاویل سمجھ گئے، اور اس رقم کو رسول کے

اللہ اعلم بالصواب

ہیں، اور سات بار سترہ، کل ایک سو انیس حدود ہوتے ہیں، اور دور کہین میں جو امام کا دور ہے، ایک سو انیس حدود یہ ہیں، کہ ہر امام کو ان پانچ حدود، یعنی اول، ثانی، جد، فتح، اور خیال سے تائید ہوتی ہے، اور ہر امام کے بارہ حجت ہوتے ہیں جن کے ذریعے نورِ توحید مخلوقِ عالم تک پہنچتا ہے، پس سات اماموں میں سے ہر ایک کے سترہ حدود ہیں، اور سات بار سترہ ملا کر ۱۱۹ حدود ہوتے ہیں، اس بیان کی دستی کی تائید میں عالم شریعت میں یہ دلیل اور شہادت موجود ہے کہ زمانے کی گردش سات دنوں پر ہے، اور ہر دن میں سترہ رکعت نماز فرض ہے، اس طرح ایک ہفتے میں نمازِ فریضہ کی کل ۱۱۹ رکعتیں ہوتی ہیں۔

(نینو پیر نامہ ضرور فرماتے ہیں) کہ انسان کی توانائی تین طرح پر ہے جسم کے ذریعے، جانِ عقل کے ذریعے، اور مال کے ذریعے، اور جب مومن جہانی طور پر ان ذرائع کو ادا کرے (روحانی طور ان کی تاویل سمجھے اور مالی طور سے واجبات کو دے، تو گویا وہ اپنی طاقت و توانائی کے ساتھ عبادتِ خداوندی میں کوشاں رہا اور جو حسبِ مقدرت خدا کی عبادت میں کوشش کرے، تو خدا اس مومن سے اس سے مزید کچھ طلب نہیں کرتا۔

جیسا کہ فرمایا ہے، قولہ تعالیٰ :-

”لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ (۲۸۴)

یعنی خدا کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا، مگر اُس کی طاقت کے برابر۔ واجبات کا یہ بیان خدا کی توفیق سے میں نے تمہارے لئے واضح کر دیا۔

والسلام

۱۔ تو سین کی درمیانی عبارت تفہیم کی خاطر ٹرہادی گئی ہے۔

کے قول کی جزا ہے، کیونکہ لفظ جزیہ جزا سے لیا گیا ہے، اور اس قسم کی ملت والوں سے بارہ درموں کا جزیہ لیا جاتا ہے، اور اس تعداد میں درموں کا لینا بارہ جتوں کے برحق ہونے کا اقرار ہے، کہ بامر خداوندِ زمان علیہ السلام انہی کی وساطت سے ابدی زندگی مومنوں کی جان میں پہنچ جاتی ہے، اور انہی کے ذریعہ مومنوں کے نفوس دائمی عذاب سے چھٹکارا پاتے ہیں، جس طرح بارہ درم کے دینے سے، جو ان جتوں کی تعداد کی مثال ہے، اہل ملت کی جانوں کو اس جہان میں ناپائیدار زندگی مل جاتی ہے، کتاب جزیہ کی تاویل یہی ہے، جو ذکر کر دیا گیا۔

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

کلام - ۴۹

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

کی تاویل کے بارے میں

ہم خدائے تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ لوگوں کو جسمانی حالت میں مصیبت اور مشکلات آتے وقت اس قول کا کہنا واجب ہے، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

” الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (۷۵۹)

” وہ لوگ جن پر جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کے ہیں، اور اُسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں“

عرب والے مشکل کاموں کو رات کی تاریکی سے تشبیہ دیتے ہیں، اس لئے کہ اس کام سے بڑھ کر اور کوئی مشکل کام نہیں، کہ جس کے گھیرے سے نکل جانے کا کوئی راستہ ہی لوگوں کو نظر نہ آئے، یہی مشکل تو تاریکی ہے، تاریکی دو طرح کی ہے، جسمانی اور رُوحانی، جسمانی تاریکی کی وجہ رات ہے، جسے سورج ہی روشن کر سکتا ہے، کیونکہ جسمانی تاریکی تو اُسی سے روشن ہو سکتی ہے، اور وہ جسمانی رکاوٹوں کو ختم کر ڈالتا ہے، لیکن روحانی تاریکی نادانی اور

کہ لوگ اپنی روحانی مشکلات میں اسی کی طرف رجوع کریں، اور یہ صرف مؤمن ہی کے لئے ایک شفا بخش بیان ہے۔

والسلام



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

حکیم بن علی بن ابی طالب (ع)
عالم ربیع صراط حق و الصیقاہ
الذی یقیناً انوارہ و انوارہ
الذی یقیناً انوارہ و انوارہ
الذی یقیناً انوارہ و انوارہ
الذی یقیناً انوارہ و انوارہ

کلام - ۵

رسول علیہ السلام اور ان کی آل پر صلوٰۃ کی واجبیّت کے بارے میں

ہم بیان کریں گے، کہ رسول پر صلوٰۃ پڑھنا خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے، اس لئے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، قولہ تعالیٰ :-
 " اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا
 الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاَسْمِعُوْا سَلِيْمًا " (۳۳/۵۶)
 " خدائے تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، تو اسے ایمان
 والو! تم اس پر صلوٰۃ دو اور برابر سلام کرتے رہو " اور رسول علیہ السلام کی حدیث
 ہے، جو فرمایا :-

" لَا تَصَلُّوْا عَلٰى صَلْوٰةٍ بَشَرًا "
 " مجھ پر دم بریدہ (یعنی بے اولاد شخص، کی صلوٰۃ نہ پڑھا کرو "
 اصحاب نے پوچھا، یا رسول اللہ! دم بریدہ شخص کی صلوٰۃ کون سی ہے؟
 فرمایا: یہ ہے جو کہتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، اور نہیں کہتے ہیں:
 وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ -

پس رسول کے ذکر آتے وقت آنحضرت پر صلوٰۃ پڑھنا واجب ہے، جیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّا نَحْمَدُكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
 وَصَلِّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

آنحضرتؐ نے خود ارشاد فرمایا ہے، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ اور صلوٰۃ عربی زبان میں کسی کے پیچھے چلنے کو کہتے ہیں، اور آگے چلنے والے گھوڑے کو سابق کہتے ہیں، اور اس کو جو دوسرے کے پیچھے پیچھے چلے، اس طرح کہ ذرا بھی دائیں بائیں نہ ہو جائے، مُصَلَّى کہتے ہیں، اور صلوٰۃ کی تفسیر و تشریح کے بارے میں ہرگز وہ نے کچھ نہ کچھ کہا ہے، کہ خدا سے رسولؐ کے لئے صلوٰۃ کے معنی ہیں رحمت بھیجنا، فرشتوں سے رسولؐ کے لئے صلوٰۃ کے معنی ہیں بخشش طلب کرنا اور مومنین سے رسولؐ کے لئے صلوٰۃ کے معنی ہیں، دعا کرنا، مگر یہ تفسیر صحیح نہیں، کہ خدا تے تعالیٰ یوں فرماتے: "میں رسولؐ پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں، فرشتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں، اور اے مومنون! تم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجا کرو (پس یہ تفسیر درست نہیں) اس لئے کہ اس فرمان کی رُو سے جو ہمیں ارشاد ہوا، اور ان الفاظ کے مطابق جو لکھے گئے، کہ "تم صلوٰۃ بھیجا کرو" ایسا ہے، کہ گویا ہم نے خدا سے یہ کہا، کہ "تو خود رسولؐ پر صلوٰۃ بھیج" اور ہمارے یوں کہنے کا مطلب یہ ہو گا، کہ خدا تے تعالیٰ نے ہمیں کرنے کے لئے جو کچھ فرمایا، اس کے متعلق ہم تبارک اسم و تعالیٰ جَدَّہ کو یہ کہتے ہیں، کہ تو خود ہی کر جو کچھ ہمیں فرماتا ہے۔

نیز ممکن نہیں، کہ ہم رسولؐ کے لئے کوئی ایسی مرتبت کا مطالبہ کریں جو اُسے حاصل نہ ہوتی ہو، کیونکہ ان کی مرتبت خدا کے نزدیک اس بات سے بہت بڑی ہے کہ ہمارے نفوس کو اُس کے بارے میں سوچنے کی طاقت ہو، اور جب حقیقت یہی ہے کہ رسولؐ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے شفیع ہیں، تو یہ ناممکن بات ہے کہ ہم اس دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے ان کی شفاعت کریں۔

نیز ہم بیان کریں گے کہ رسولؐ علیہ السلام کا فرمان بظاہر ایسا ہے کہ ہم یوں کہا کریں: "اے خدا! تو یہ صلوٰۃ رسولؐ پر اس طرح بھیج جس طرح تو نے ان کے جد ابراہیمؑ پر بھیجی" مگر جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پیغمبروں کے خاتم اور سردار ہیں، تو یہ ناممکن ہو گا کہ، ہم آنحضرتؐ کے لئے وہ درجہ طلب کریں

جو خدا نے ابراہیمؑ کو دیا ہے، کیونکہ آنحضرتؐ تو سب پیغمبروں سے انتہائی اشرف و افضل ہیں۔

پس رسولؐ اور آل رسولؐ پر صلوٰۃ کی تاویل یہ ہے، جو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اساس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے آنحضرتؐ کے پیچھے چلنا چاہئے، امام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اساس کے پیچھے چلنا چاہئے اور حجت کی فرمانبرداری سے امام کو پہچاننا چاہئے، تنزیل کو تاویل کے لئے اور مثال کو مشول کے لئے قبول کرنا چاہئے، اور محسوسات ہی سے معقولات کی دلیل لانی چاہئے، یہ فرمان خدا سے تعالیٰ سے اسی طرح ہے تاکہ مومنین اعتقاد رکھیں، کہ فرزندِ ان رسول یعنی آئمہ برحق کی پیروی رسولؐ ہی کی پیروی کی طرح واجب ہے، اور حدود کی فرمانبرداری امام کی فرمانبرداری ہے، امام کی فرمانبرداری اساس کی فرمانبرداری ہے اساس کی فرمانبرداری ناطق کی فرمانبرداری ہے، اور ناطق کی فرمانبرداری خدا تعالیٰ کے بندہ کی فرمانبرداری ہے، پس مومنوں کو چاہئے کہ وہ دین کے راستے میں ایک دوسرے کے پیچھے چلیں، تاکہ وہ (رسی یا زنجیر کی طرح، سب سے نچلے درجے سے لے کر سب سے اوپر کے درجے تک ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہوں گے، اور اُس فی الواقع پیروی یعنی رسولؐ کے پیچھے چلنے کی وجہ سے بحقیقت ان کی تسلیم (یعنی سالمیت، ہوگی، اور مخلص مومن وہ ہے، جو رسولؐ پر صلوٰۃ پڑھ کر اپنی نماز کو آراستہ کرتا ہے، اور وہ یہ جانتا ہے کہ، صلوٰۃ کے بغیر نماز جائز نہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی دعوتِ آل رسولؐ یعنی آئمہ برحق کی پیروی کے بغیر جائز نہیں، اور وہ جو صلوٰۃ، زبان سے پڑھتا ہے، اس کے معنی جانتا ہے، کہ اس کے معنی روحانی، مالی اور جسمانی طور پر پیروی کرنے یعنی پیچھے چلنے کے ہیں، ناطق، اساس، امام اور حجت کی فرمانبرداری اور اطاعت کے سلسلے میں، تاکہ مومن خدا سے تعالیٰ کے اُن فرامین پر عمل پیرا ہو سکے جن کے الفاظ اُس نے اپنی زبان سے ادا کئے، تاکہ وہ رستگار ہو جائے،

انشاء اللہ تعالیٰ۔

کلام - ۵۱

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
کی تاویل کے بارے میں

ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے بیان کریں گے، کہ رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی پسند فرماتے تھے، کہ کسی سختی اور تکلیف کے پیش آتے وقت مومنین یہ قول کہا کریں، اور آنحضرت علیہ السلام سے اس قول کے متعلق حدیث ہے جو فرمایا،

” كُنُوزُ مَنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ عَلِمُوهَا صَبِيًا نَكُرُوا وَمَيِّطُوا
عَنْهُمْ وَسَاوَسَ الشَّيْطَانُ وَهُوَ أَحْسَنُ“

فرمایا کہ یہ قول، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، تم یہ قول اپنے بچوں کو سکھا کر انہیں شیطان کے وسوسوں اور اُس کے مکر و فریب سے پاک کر دو۔ اور اس قول کی تفسیر یہ ہے، جو ہم بیان کریں گے، کہ: ”ہماری کوئی حرکت اور توانائی نہیں، مگر خدا کی ہے، جو برتر و بزرگ ہے، عربی زبان میں ”حَوْل“ سال (کے معنی کے قیاس سے، لیا گیا ہے، اس لئے کہ جب کسی ضروری چیز پر پورا ایک سال گزر جاتا ہے، تو اس چیز کی سلامتی اور سچائی سے لوگوں کو کچھ آرام ملتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
 عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ الطَّيِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ
 وَبَعْدُ

ہم نے اس اکا دن دیں گفتار کے اختتام پر اس کتاب کی تکمیل کر دی، جس کی گفتاروں کی تعداد ہم نے دن رات کی فریضہ و سنت رکعات کی برابر رکھی، تاکہ مومن کا فریضہ و سنت پڑھنا اور ان گفتاروں کے حقائق کا جاننا خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے مطابق ہو، اگر مومن جدوجہد کرے، تو اس کا نفس ناطقہ اس کے نفس شہوانی کو اپنا تابع بنا سکے گا، اس سلسلے میں جو کچھ بہتری تھی میں نے خداوند زمان علیہ السلام کی تائید سے اس کتاب میں ظاہر کر دی، اور خدائے تعالیٰ کی جانب سے حق دلے (یعنی امام زمان) کے ذریعے اس کے ثواب ملنے کی ہم امید رکھتے ہیں، اگر اس میں کوئی غلطی، لغزش اور بھول ہوئی ہو، تو اس میں ہمارا ارادہ اور مقصد بہتری اور بھلائی تھا، مگر شاید ہمارے نفس کی کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے ایسی کوئی بات ہوئی ہوگی جس کی معافی ہم خدا کے ولی سے مانگتے ہیں، اور قیامت کے روز اس کے متعلق ہم سے درگزر کرنے کی سفارش بھی اسی سے چاہتے ہیں۔

مخلص مومنین کے لئے ہماری وصیت یہ ہے، کہ جب وہ اس کتاب کو پڑھیں، تو وہ صرف اس کے پڑھنے سے ہی راضی نہ ہو جائیں بلکہ ان کی تاویلات کے مطابق چلیں، اور شریعت پر دانش سے عمل کریں، تاکہ مومن کا نفس ہزردی اس عالم طبیعت سے رہائی پائے، اپنے افعال کو اجسام ہی کے ذریعہ انجام دے سکے، اور شریعت کو جیسا کہ چاہئے عمل میں لائے، کیونکہ عالم طبیعت کچھ کام کرنے کا گھر ہے، اور یہ اجرا اور آسائش کا گھر نہیں، کہ وہ اس گھر میں آسائش طلب کرے اور جو شخص اس کے برعکس سمجھتا ہے، اور اس کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس کو دھوکہ باز دجال سمجھا جاتا ہے، اور مومنوں کو چاہئے کہ دانش سے عمل کریں، تاکہ (اسی دنیا میں)، ان کے کام کے انجام کو خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں (اور منظور فرمائیں)، تاکہ کل (قیامت کے روز) وہ شرمندہ نہ ہو جائیں۔

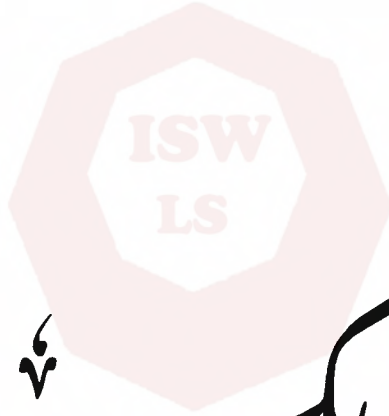
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْدُ الشَّاكِرِیْنَ وَالصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
الطَّاهِرِينَ الْأَيْمَةَ الصَّادِقِينَ۔

بانشیام سید ترجمہ ہذا بفضلہ وبمنہ
بدست فقیر حقیر نصیر ہونزائی
بمورثہ ۰۲۹، ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ
مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۶۷ء

Table of Contents

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity



اندریس طبری

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

ISW
LS

قرآنی آیات

Institut for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

۲۹	(۷: ۶۹)	أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ
۳۱	(۳۵: ۱۹)	وَأَنَّ الظَّالِمِينَ
۳۱	(۱۴: ۲۲ - ۲۵)	أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ
۳۲	(۱۴: ۲۶)	وَمَثَلُ كَلِمَةٍ
۳۲	(۱۰۸: ۱ - ۳)	إِنَّا أَعْطَيْنَكَ
۳۲۵ ، ۳۶	(۴: ۵۹)	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
۳۸	(۳۹: ۱۴)	قَالَتِ الْأَعْرَابُ
۴۰	(۱۶: ۴۴)	وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
۴۰	(۱۷: ۱۰۶)	وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ
۴۲	(۳۳: ۳۶)	وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
۴۳	(۱۱: ۴۲)	يُنَبِّئُكَ أَرْكَبَ
۴۳	(۱۱: ۴۵)	إِنَّ ابْنِي مِنْ
۴۳	(۱۱: ۴۶)	يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ

۴۴	(۸۳ : ۲۰).....	وَمَا أَعْجَلَكَ
۴۴	(۸۵ : ۲۰).....	قَالَ فَإِنَّا قَدْ
۴۵	(۶۲ : ۳۸).....	وَقَالُوا مَا لَنَا
۴۶	(۷۰ : ۱۷).....	وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ
۴۷	(۱۲۳ : ۱۱).....	وَلِلَّهِ غَيْبٌ
۴۸	(۲۸ : ۳۵).....	إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ
۳۴۵ ، ۴۸	(۱۳ : ۳۹).....	إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
۴۸	(۲ : ۶۲).....	وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
۴۸	(۲۶۹ : ۲).....	وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ
۴۹	(۷ : ۳۰).....	يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا
۵۹	(۶۳ : ۲۹).....	وَإِنَّ الدَّارَ
۶۳	(۸۰ : ۴).....	مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ
۶۳	(۷۳ : ۳۹).....	وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا

صفحة نمبر

آیت

۶۴	(۷۱: ۳۹)	وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا
۶۶	(۲۶: ۳۳)	قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا
۶۹	(۷: ۴۷)	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
۷۰	(۵۸: ۳۹)	أَوْتَقُولَ حِينَ
۷۰	(۵۹: ۳۹)	بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَكَ
۷۲ ، ۷۱	(۳۶: ۳۵)	وَالَّذِينَ كَفَرُوا
۷۲	(۶۴: ۳۹)	قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ
۷۴	(۱۰۸: ۲۳)	قَالَ احْسَبُوا فِيهَا
۷۵	(۴۴: ۱۵)	لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ
۷۵	(۳۸: ۶)	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ
۷۷	(۷: ۴۲)	فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ
۷۹	(۳۸: ۳۶)	ذَلِكَ تَقْدِيرُ
۷۹	(۱۱۵: ۲۳)	أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا

صفحة نمبر

آیت

۸۲	(۱۶۵ : ۴)	لَيْلًا يَكُونُ لِلنَّاسِ
۸۲	(۲۵ : ۳۵)	وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ
۲۶۲ ، ۲۶۰ ، ۹۰	(۲۳ : ۲)	وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
۹۰	(۱۰۵ : ۹)	وَقُلْ اعْمَلُوا
۹۰	(۲۸ : ۸)	وَاعْلَمُوا أَنَّمَا
۹۰	(۳۲ : ۵)	فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
۹۲	(۸۷ : ۱۵)	وَلَقَدْ آتَيْنَكَ
۹۳	(۱۲ : ۲۳)	وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ
۲۷۲ ، ۹۵	(۱۷۶ : ۴)	فَلْيَدْ كِرِمْلًا
۹۶	(۲ - ۱ : ۹۱)	وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا
۹۹	(۱۷۶ : ۷)	فَمِثْلَهُ كَمِثْلِ الْكَلْبِ
۱۰۱	(۳۲ : ۲۳)	وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

صفحة نمبر

آیت

۱۵۲، ۱۰۶، ۱۰۱، ۴۵	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱ : ۱)
۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۴	
۲۵۴	
۱۰۳	فَلَا تَكُونَنَّ (۳۵ : ۶)
۱۰۴	وَفَوْقَ كُلِّ (۷۶ : ۱۲)
۱۰۴	صُمٌّ بُكْمٌ (۱۷۱ : ۲)
۱۳۷، ۱۰۷	سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا (۵۳ : ۴۱)
۱۱۹	مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي (۱۵ : ۴۷)
۱۲۳، ۱۲۱	وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونَ (۹۵ : ۱ - ۳)
۱۲۳	فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (۵۶ : ۲۸ - ۳۱)
۱۲۴	وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (۵۶ : ۳۲ - ۳۳)
۱۲۵	سَوَاءٌ مِّنْكُمْ (۱۰ : ۱۳)
۱۲۵	وَلِمَن خَافَ (۵۵ : ۴۶)

صفحة نمبر

آیت

۱۲۶	(۵۵ : ۴۸)	ذَوَاتَا أَفْنَانٍ
۱۲۶	(۵۵ : ۵۰)	فِيهِمَا عَيْنٌ
۱۲۶	(۵۵ : ۶۲)	وَمِنْ ذُونِهِمَا
۱۲۶	(۵۵ : ۶۳)	مُدَهَا مَتْنٌ
۱۲۶	(۵۵ : ۶۶)	فِيهِمَا عَيْنٌ
۱۲۷	(۳۱ : ۳۷)	وَمِنْ آيَاتِهِ الْآيِلُ
۱۲۷	(۵۵ : ۱۷)	رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
۱۲۸	(۸۰ : ۲۳)	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ
۱۲۸	(۸۰ : ۲۵)	أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ
۱۲۸	(۸۰ : ۲۶)	ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ
۱۲۹	(۸۰ : ۲۷)	فَأَنْبَتْنَا فِيهَا
۱۲۹	(۲۴ : ۳۵)	شَجَرَةً مُّبْرَكَةً
۱۲۹	(۸۰ : ۲۹)	وَنَخْلًا

صفحة نمبر

آیت

۱۲۹	(۳۰ : ۸۰)	وَ حَدَّ آتِيقَ غُلْبًا
۱۲۹	(۳۱ : ۸۰)	وَأَبًا
۱۳۳	(۲۶ : ۱۹۳ - ۱۹۴)	نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ
۱۳۳	(۲۶ : ۱۹۴)	لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ
۱۳۳	(۲۶ : ۱۹۶)	وَأَنَّهُ لَفِي زُبُرٍ
۱۳۶	(۳۹ : ۴۲)	مَا خَلَقْنَهُمَا
۱۳۷	(۲۱ - ۲۰ : ۵۱)	وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ
۱۳۷	(۱۰۵ : ۱۲)	وَكَآيِنٍ مِّنْ آيَةٍ
۱۳۸	(۱۸۵ : ۷)	أَوَّلَمْ يَنْظُرُوا
۱۳۸	(۴۴ : ۱۷)	وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ
۱۳۹	(۱۰ : ۳۵)	إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ
۱۳۵ ، ۱۳۴ ، ۱۳۰	(۱ : ۱۱۲)	قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
۱۳۵ ، ۱۳۱	(۲ : ۱۱۲)	اللَّهُ الصَّمَدُ

صفحة نمبر

آیت

۱۴۶	۱۴۲	۱۴۱	(۱۱۲: ۳)	لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
۱۴۶	۱۴۲		(۱۱۲: ۴)	وَلَمْ يَكُنْ
۱۴۳			(۳: ۳۹)	أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ
۱۴۵			(۵۰: ۵۴)	وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا
۱۴۸			(۱۶: ۹۸)	فَإِذَا قَرَأْتَ
۱۴۹			(۱۸: ۲۲)	خَمْسَةَ سَادِسُهُمْ
۱۵۰			(۵۳: ۳ - ۴)	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
۱۵۰			(۱۱۴: ۱)	قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ
۱۵۰			(۱۱۴: ۲ - ۳) ..	مَلِكِ النَّاسِ إِلَهِ النَّاسِ
۱۵۱			(۱۶: ۹۹)	إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ
۱۵۵			(۷۴: ۳۰)	عَلَيْهَا تِسْعَةَ
۱۵۶			(۶: ۱۲۱)	وَلَا تَاكُلُوا
۱۷۰			(۵۰: ۲۲)	لَقَدْ كُنْتُمْ فِي

آیت

صفحہ نمبر

۱۷۵	(۴۰ : ۷۸).....	وَيَقُولُ الْكَافِرُ
۱۷۸	(۵۷ : ۲۸).....	أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ
۱۸۲	(۳ : ۵).....	أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ
۲۰۷	(۲۳۸ : ۲).....	حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ
۲۳۵	(۲ : ۱۲).....	إِذْ قَالَ يُوسُفُ
۲۵۳	(۷۹ : ۶).....	إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
۲۵۹	(۱۰۳ : ۹).....	خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ
۲۶۰	(۱۸ - ۱۲ : ۹۲).....	فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى
۲۶۲	(۹ : ۹۱).....	قَدْ أَفْلَحَ مَنْ
۲۶۳	(۳۳ : ۲۸).....	فَارِسَلَهُ مَعِيَ
۲۶۷ ، ۲۶۶ ، ۲۶۵	(۶۰ : ۹).....	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ
۲۶۵	(۱۲۵ : ۳).....	وَاتَّخَذَ اللَّهُ
۲۶۶	(۶۳ : ۸).....	لَوْ أَنْفَقْتَ

صفحه نمبر

آیت

۲۹۵ ، ۲۶۸	(۳۸ : ۳۷).....	وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ
۲۶۸	(۱۸۱ : ۳).....	لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
۲۶۹	(۴۰ : ۲۳ - ۲۵).....	وَالَّذِينَ فِيْ
۲۹۶ ، ۲۷۱	(۱۱۱ : ۹).....	اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى
۲۷۲	(۸۶ : ۲).....	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
۲۷۵	(۵ : ۷۳).....	اِنَّا سَنُلْقِيْ
۲۸۳	(۱۵ : ۳۶).....	حَتّٰى اِذَا بَلَغَ
۲۹۱	(۳۱ : ۸).....	وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا
۲۹۲	(۸ : ۲۵).....	اَوْ يُلْقٰى
۳۰۱	(۲۰ : ۳۳).....	وَلَقَدْ صَدَّقَ
۳۰۴	(۸۷ : ۱۵).....	وَلَقَدْ اَتٰىنِكَ
۳۱۰	(۲۶ : ۱۹).....	فَاِمَّا تَرٰىنَّ
۳۸۴ ، ۳۱۱	(۴ : ۱۲).....	اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدًا

صفحة نمبر

آیت

۳۱۱	(۲۹ - ۳۰ : ۲۰)	وَاجْعَلْ لِّي
۳۱۳	(۱۸۵ : ۲)	شَهْرُ رَمَضَانَ
۳۱۳	(۱۸۵ : ۲)	فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
۳۱۳	(۱۸۵ : ۲)	وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
۳۱۵	(۱۹۶ : ۲)	تِلْكَ عَشْرَةٌ
۳۲۰	(۳ : ۹۷)	لَيْلَةُ الْقَدْرِ
۳۲۹	(۷۳ : ۹)	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
۳۳۰	(۲۵۶ : ۲)	لَا إِكْرَاهَ فِي
۳۳۲ ، ۳۳۱	(۴ : ۴۷)	فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
۳۳۳	(۱۳ : ۱۷)	وَكُلَّ إِنْسَانٍ
۳۳۶	(۱۶ - ۱۵ : ۸)	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
۳۴۱	(۶ : ۳۳)	الَّذِينَ أَوْلَىٰ
۳۴۲	(۵ : ۲۲)	وَتَرَى الْأَرْضَ

صفحة نمبر

آیت

۳۴۲	(۲۵ : ۲۸ - ۲۹)	وَأَنْزَلْنَا مِنْ
۳۴۶	(۲ : ۶۸)	وَأَنَّكَ لَعَلَىٰ
۳۵۶	(۷ : ۵۹)	وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ
۳۵۹	(۲ : ۲۳)	الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي
۳۶۰	(۳ : ۳۳)	الرِّجَالُ قَوْمُونَ
۳۶۱	(۱ : ۷۳ - ۲)	يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ
۳۶۳	(۲ : ۲۸۲)	وَاسْتَشْهِدُوا
۳۶۳	(۱۳ : ۲۳)	لَوْلَا جَاءُوكُم
۳۶۶	(۲۵ : ۶۸)	وَلَا يَزْنُونَ
۳۶۹	(۷ : ۸۱)	إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ
۳۶۹	(۱۱ : ۸۲)	جَعَلْنَا عَلَيْهَا
۳۶۹	(۱۱ : ۱۸)	لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ
۳۷۲	(۳ : ۹۲)	وَمَنْ قَتَلَ

آیت صفحہ نمبر

۳۷۷	(۶۸ : ۴۵)	وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
۳۷۸	(۳۱ : ۴)	إِنْ تَجْتَنِبُوا
۳۸۲	(۱۱۸ : ۶)	فَكُلُوا مِمَّا
۳۸۳	(۳ : ۵)	حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
۳۸۹	(۸۷ : ۱۲)	لَا تَأْيَسُوا
۳۸۹	(۹۹ : ۷)	أَفَآمِنُوا
۳۹۱	(۱۱۲ : ۶)	وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا
۳۹۴	(۲۵ : ۴)	فَإِنْ كُحُوهُنَّ
۳۹۶	(۱۴۳ : ۲)	وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ
۳۹۸	(۵۱ : ۱۸)	مَا أَشْهَدْتُهُمْ
۴۰۲	(۲ : ۱)	الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
۴۰۳	(۲۰ : ۷۳)	وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
۴۰۶	(۲۸۶ : ۲)	لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ

صفحه نمبر

آیت

۴۱۰ ، ۴۱۱	(۱۵۶ : ۲).....	قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
۴۱۰	(۱۵۶ : ۲).....	الَّذِينَ إِذَا
۴۱۳	(۵۶ : ۳۳).....	إِنَّ اللَّهَ وَ مَلَائِكَتَهُ

**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity



اِحَادِيثُ شَرْفِيَّة

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

حديث

صفحة نمبر

- دَوَائِكَ فِيكَ وَمَا تَشْعُرُ..... ٥
- امرت لصلاح دنياكم و نجات آخرتكم ٣٠
- الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ٣٦ ، ٣٩٩
- إِنَّمَا أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بَأَيْهِمْ إِقْتَدَيْتُمْ ٣٠
- إِهْتَدَيْتُمْ ٣٠
- لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ ٣٢
- سَيَفْرُقُ أُمَّتِي بَعْدِي ثَلَاثَةَ وَسَبْعُونَ فِرْقَةً ٣٥
- فِرْقَةٌ مِنْهَا نَاجِيَةٌ وَسَائِرُهَا فِي النَّارِ ٣٥
- لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ٦١ ، ٣١٦
- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ٦١ ، ٦٥ ، ٤٣
- مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مُخْلِصًا ٦٥
- دَخَلَ الْجَنَّةَ ٦٥

حديث

صفحة نمبر

إِنَّ اللَّهَ أَسَسَ دِينَهُ عَلَىٰ أَمْثَالِ خَلْقِهِ لِيُسْتَدَلَّ

۱۰۳

بِخَلْقِهِ عَلَىٰ دِينِهِ وَبِدِينِهِ عَلَىٰ وَحْدَانِيَّتِهِ

۱۱۲ ، ۱۰۵ ، ۱۰۴

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱۳۶ ، ۱۳۵ ، ۱۳۲

۱۳۹ ، ۱۳۸ ، ۱۳۷

۱۷۹ ، ۱۵۲ ، ۱۴۸

۳۲۹ ، ۲۶۹ ، ۲۱۳

۱۰۷

لِيَشْهَدَ لِي كُلُّ حَجَرٍ وَوَادٍ

۱۱۷

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ

۲۴۵ ، ۱۹۶ ، ۱۳۳

سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

۲۵۵

۱۳۹ ، ۱۴۸

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

- ۱۵۳ إِنَّ اللَّهَ أَحَبُّ الْأَرْحَامِ وَ أَمَرَ بِوَصْلِهَا
وَاشْتَقَّ لِنَفْسِهِ إِسْمًا مِنْهَا وَهُوَ الرَّحْمَنُ
- ۱۶۱ لَا طَهَارَةَ إِلَّا بِبَيَّةٍ
- ۱۸۰ ، ۱۷۹ كلمات اذان
- ۱۸۲ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ
- ۱۸۵ إِنَّ لِلصَّلَاةِ حُدُودًا كَحُدُودِ الدَّارِ فَمَنْ
عَرَفَهَا وَ آدَاهَا عَلَى حَقِّهَا وَ شَرَطَهَا فَقَدْ
قَضَيْهَا وَ إِلَّا نَقَضَهَا
- ۱۹۳ وَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقْتُ
صَلَاةِ الظُّهْرِ
- ۱۹۳ اجْعَلْ بَيْنَ آذَانِكَ وَ اِقَامَتِكَ نَفْسًا لِيَفْرَغَ
الْمَتَوَضِّئُ مِنْ وُضُوئِهِ وَ الْآكِلُ مِنَ آكِلِهِ
وَ ذُو الْحَاجَةِ مِنْ حَاجَتِهِ

حديث

صفحة نمبر

- ١٩٦ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
- ١٩٤ بَيْنَ قَبْرِي وَ مِنبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ
- ٢٠٨ مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وَتَرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ
- ٢١١ تَارِكُ الْفَرِيضَةِ كَافِرٌ وَتَارِكُ سُنَّتِي مَلْعُونٌ
أُهِدِيَتْ إِلَيَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ وَأُعْطِيَتْ مَالَمُ
يُعْطَى أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي خَمْسَ صَلَوَاتٍ
بِخَمْسَةِ مَوَاقِيْتٍ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجِهٍ
وَتَلَاثِ جِهَاتٍ
- ٢٣٠ بُعِثْتُ بِالْقَوْلِ دُونَ الْفِعْلِ مِنْ بَدءِ أَمْرِي ثُمَّ
أُمِرْتُ بِإِقَامَةِ الْأَعْمَالِ مَبْنِيَّةً عَلَى الْقَوْلِ
- ٢٣٣ وَهُوَ الْإِخْلَاصُ
- رَكَعَتَانِ مِنْ جُلُوسٍ بِغَيْرِ عِلَّةٍ تَقُومَانِ بِرَكَعَةٍ
- ٢٣٣ مِنْ قِيَامٍ
- ٢٣٢ عَلَيْكُمْ بِصَلَاةِ اللَّيْلِ

- سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ
 ۲۵۴ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
- ۲۵۴ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
- ۲۵۵ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ
- ۲۱۷ ، ۲۵۶ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ
- ۲۵۷ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَبَرَكَاتَهُ
- ۲۵۷ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
- ۲۵۷ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
- ۲۵۷ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
- ۲۶۰ مَانِعُ الزَّكَاةِ فِي النَّارِ
- ۲۶۲ الْفَرْقُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ
- ۲۶۳ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يُؤْتِي الزَّكَاةَ
- ۲۶۳ أَنْتَ الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ

حديث

صفحة نمبر

- ان كُنْتَ مِنَ الثَّمَانِيَةِ وَالْاِثْنَيْتَيْنِ فَهُوَ دَاءٌ فِي
الْبَطْنِ وَصُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ لَا صَدَقَةٌ
٢٦٤
الْتَّوْرُ يَجْزِي عَنْ وَاحِدٍ وَ الْبَقْرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ
٢٨٣
اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَ ادْبَرَ النَّهَارُ مِنْ
هَاهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمَ
٣١٩
لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ
٣٢٠
صَوْمُوا تَصِحُّوا
٣٢٠
سَافِرُوا تَغْنَمُوا
٣٢٠
اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا
لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ
٣٢٩
اَفْضَلُ الْجِهَادِ مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ
٣٣٠
خَيْرُكُمْ بَيْنَكُمْ مَنْ يُقَاتِلْكُمْ عَلَى تَاْوِيلِ الْقُرْآنِ
٣٣٠
كَمَا قَاتَلْتُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ

- ٣٣١ الْحَرْبُ خِدْعَةٌ
- ٣٣٨ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
- ٣٩٥ ، ٣٣١ أَنَا وَأَنْتَ يَا عَلِيُّ أَبُو وَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ
- ٣٣١ الْأَرْضُ أُمَّكُمْ وَ هِيَ بِكُمْ بَرَّةٌ
- ٣٣٣ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفِ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ
- ٣٥٥ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً وَ الْجَاهِلُ فِي النَّارِ
- ٣٥٥ هَذَا مِنْ مُحَرَّمَاتِ عَلِيٍّ ذُكُورِ أُمَّتِي وَ حَلَالٌ لِأَنَائِهَا
- ٣٦٨ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ
- ٣٦٨ وَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ
- ٣٨٠ مِنَ الْكِبَائِرِ الْيَاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ
- ٣٨٨ وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللَّهِ
- ٣٨٨ إِحْذَرُوا فِتْنَةَ الْأَعْوَرِ الدَّجَالِ

- ۳۹۰ الْأَعْوَرُ بِالْيَمِينِ مَلْعُونٌ بِالْيَقِينِ
- ۳۹۰ الْأَعْوَرُ بِالشِّمَالِ مَلْعُونٌ
- ۳۹۳ ، ۳۹۷ لِانكِاحِ الْاَبُولِيِّ وَ شَاهِدِي عَدْلٍ
- ۳۹۴ ، ۳۹۵ السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ
- ۳۹۴ لِاصْلُوَةِ خَلْفِ اَوْلَادِ الزَّيْنَا
- ۳۹۶ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ
- تَنَاقُحُوا تَكَثُّرُوا فَإِنِّي اَبَاهِي بِكُمْ
- ۳۹۹ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيَّ سَائِرِ الْاُمَّمِ
- ۳۹۹ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنْ اِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ
- النَّاسُ اِثْنَانِ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ وَ سَائِرُهُمْ
- ۴۰۰ كَالْهَمَجِ
- لِاصْلُوَةِ مَنْ لَا زَكَاةَ لَهُ وَ لَا زَكَاةَ لِمَنْ
- ۴۰۳ لِاصْلُوَةِ لَهُ

- الغلاة نصارى هذه الأمة والنواصب
 يهودها و الخوارج مجوسها ٢٠٤
 لاتصلوا على صلوة بتراء ٢١٣
 اللهم صل على محمد و على آل محمد ٢١٣ ، ٢١٤
 كنز من كنوز الجنة علموها صبيانكم و
 اميطوا عنهم وساوس الشيطان و هو اجسه ٢١٦

Institute for
 Spiritual Wisdom
 and
 Luminous Science

Knowledge for a united humanity



حَدِیْقَةُ

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

صفحة نمبر

لفظ

۱۸۰، ۱۵۵، ۱۲۰، ۱۱۷، ۸۴، ۸۱، ۷۷، ۳	قائم القیامت /
۲۰۰، ۱۹۷، ۱۹۳، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۴، ۱۸۱	صاحبِ قیامت /
۲۲۸، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۷، ۲۰۱	حضرتِ قائم
۳۰۰، ۲۵۲، ۲۴۴، ۲۴۳، ۲۴۱، ۲۳۹	
۳۱۸، ۳۱۷، ۳۱۶، ۳۰۶، ۳۰۴، ۳۰۳	
۴۰۵، ۳۳۸، ۳۲۱	

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

حُجَّتِ قائم ۳، ۷، ۲۲۸، ۳۲۱

خليفة قائم ۷، ۱۸۴، ۲۱۱، ۲۲۸، ۳۲۱

لفظ

صفحة نمبر

عقلِ کُل

،۶۲ ،۶۷ ،۶۹ ،۷۸ ،۷۹ ،۸۲ ،۹۳ ،۹۴
،۹۵ ،۱۰۹ ،۱۱۲ ،۱۱۶ ،۱۱۸ ،۱۱۹ ،۱۲۱ ،۱۲۳
،۱۲۴ ،۱۳۲ ،۱۶۸ ،۱۶۹ ،۱۷۰ ،۱۷۶ ،۱۸۵
،۱۸۶ ،۱۹۴ ،۱۹۶ ،۲۰۰ ،۲۰۱ ،۲۰۳ ،۲۰۴
،۲۰۶ ،۲۰۹ ،۲۱۰ ،۲۱۱ ،۲۳۱ ،۲۳۷ ،۲۳۸
،۲۴۱ ،۲۴۲ ،۲۴۶ ،۲۵۴ ،۲۵۵ ،۲۵۶
،۲۶۳ ،۲۶۹ ،۲۷۱ ،۲۷۲ ،۲۷۳ ،۲۷۷
،۲۸۵ ،۲۸۶ ،۲۹۰ ،۲۹۲ ،۲۹۸ ،۲۹۹ ،۳۱۴
،۳۱۵ ،۳۱۸ ،۳۱۹ ،۳۳۶ ،۳۶۱ ،۳۶۶ ،۳۹۶
،۴۱۷

نفسِ کُل

،۵۹ ،۶۷ ،۶۸ ،۶۹ ،۷۸ ،۸۷ ،۹۲ ،۹۳
،۹۵ ،۱۰۹ ،۱۱۲ ،۱۱۶ ،۱۱۷ ،۱۱۸ ،۱۲۰ ،۱۲۱
،۱۲۲ ،۱۲۳ ،۱۲۴ ،۱۲۸ ،۱۶۷ ،۱۶۸ ،۱۶۹

۱۷۰، ۱۷۶، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶
 ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۷
 ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۸، ۲۴۱
 ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۵
 ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۷
 ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۸

۳۱۹، ۳۲۶، ۳۶۱، ۳۹۶، ۴۱۷

۷۹، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۹۳، ۹۵، ۱۰۹، ۱۱۲
 ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴
 ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۵
 ۱۳۶، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۶
 ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۱
 ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۰

ناطق

،۱۹۹	،۱۹۷	،۱۹۵	،۱۹۴	،۱۹۳	،۱۹۲	،۱۹۱
،۲۰۶	،۲۰۵	،۲۰۴	،۲۰۳	،۲۰۲	،۲۰۱	،۲۰۰
،۲۳۷	،۲۳۶	،۲۱۱	،۲۱۰	،۲۰۹	،۲۰۸	،۲۰۷
،۲۳۴	،۲۳۳	،۲۳۲	،۲۳۱	،۲۳۰	،۲۲۹	،۲۲۸
،۲۵۳	،۲۵۲	،۲۵۰	،۲۴۹	،۲۴۷	،۲۴۶	،۲۴۵
،۲۶۳	،۲۶۲	،۲۵۷	،۲۵۶	،۲۵۵	،۲۵۴	،۲۵۳
،۲۷۳	،۲۷۲	،۲۶۸	،۲۶۶	،۲۶۵	،۲۶۴	،۲۶۳
،۲۸۱	،۲۸۰	،۲۷۹	،۲۷۸	،۲۷۷	،۲۷۶	،۲۷۵
،۲۸۷	،۲۸۶	،۲۸۵	،۲۸۴	،۲۸۳	،۲۸۲	،۲۸۱
،۲۹۹	،۲۹۸	،۲۹۶	،۲۹۵	،۲۹۴	،۲۹۰	،۲۸۹
،۳۱۱	،۳۰۷	،۳۰۶	،۳۰۵	،۳۰۴	،۳۰۰	،۳۰۰
،۳۲۱	،۳۱۸	،۳۱۷	،۳۱۵	،۳۱۴	،۳۱۳	،۳۱۲
،۳۲۲	،۳۲۱	،۳۲۸	،۳۲۰	،۳۲۶	،۳۲۵	،۳۲۴
،۳۶۶	،۳۶۱	،۳۵۷	،۳۵۶	،۳۵۳	،۳۵۲	،۳۵۱
،۳۰۳	،۳۰۲	،۳۹۸	،۳۸۴	،۳۷۵	،۳۷۰	،۳۷۰
			،۳۱۷	،۳۱۵	،۳۰۵	

اساس

۱۱۲	۱۰۹	۹۵	۹۴	۸۲	۷۹	۳۳	۳۲
۱۱۶	۱۱۷	۱۱۸	۱۱۹	۱۲۰	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳
۱۲۴	۱۲۵	۱۲۶	۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	
۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲
۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰
۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸
۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶
۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴
۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲
۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰
۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸
۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶
۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴
۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲
۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰
۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸
۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶
۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴
۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲
۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰
۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸
۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶
۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴

۲۹۵ ، ۲۹۸ ، ۲۹۹ ، ۳۰۲ ، ۳۰۵ ، ۳۰۶
 ۳۰۷ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴ ، ۳۱۶ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۲۰
 ۳۲۱ ، ۳۲۵ ، ۳۲۶ ، ۳۳۰ ، ۳۳۸ ، ۳۳۶
 ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۶۱ ، ۳۶۶ ، ۳۷۵ ، ۳۹۸
 ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۱۱ ، ۴۱۵ ، ۴۱۷

۴ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۲۱ ، ۲۲
 ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۳ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶
 ۴۷ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶ ، ۴۷ ، ۴۸
 ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۶ ، ۸۲ ، ۸۹ ، ۹۹ ، ۱۰۹ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲
 ۱۱۶ ، ۱۲۱ ، ۱۲۴ ، ۱۲۶ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ ، ۱۳۱
 ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۴۵ ، ۱۵۱ ، ۱۵۲ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶
 ۱۵۷ ، ۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴
 ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵

۱۸۶	۱۸۵	۱۸۴	۱۸۳	۱۸۱	۱۸۰	۱۷۹
۱۹۴	۱۹۳	۱۹۲	۱۹۰	۱۸۹	۱۸۸	۱۸۷
۲۰۴	۲۰۲	۲۰۱	۲۰۰	۱۹۷	۱۹۶	۱۹۵
۲۱۴	۲۱۳	۲۱۱	۲۱۰	۲۰۹	۲۰۸	۲۰۵
۲۲۷	۲۲۶	۲۲۰	۲۲۹	۲۲۸		۲۲۵
۲۲۶	۲۲۴	۲۲۳	۲۲۱	۲۲۹		۲۲۸
۲۵۵	۲۵۴	۲۵۲	۲۵۰	۲۴۹	۲۴۸	۲۴۷
۲۶۶	۲۶۵	۲۶۳	۲۶۲	۲۵۷		۲۵۶
۲۷۷	۲۷۶	۲۷۵	۲۷۳	۲۷۱		۲۶۸
۲۸۴	۲۸۳	۲۸۲	۲۸۱	۲۸۰	۲۷۹	۲۷۸
۲۹۲	۲۹۱	۲۹۰	۲۸۹	۲۸۸	۲۸۶	۲۸۵
۳۰۱	۳۰۰	۲۹۹	۲۹۶	۲۹۵	۲۹۴	۲۹۳
۳۱۱	۳۰۷	۳۰۶	۳۰۵	۳۰۴		۳۰۳
۳۲۳	۳۲۱	۳۱۸	۳۱۷	۳۱۶		۳۱۴
۳۳۲	۳۳۰	۳۲۹	۳۲۶	۳۲۵		۳۲۴

لفظ

صفحة نمبر

،۳۳۳ ،۳۳۴ ،۳۳۵ ،۳۳۶ ،۳۳۸ ،۳۴۰

،۳۴۳ ،۳۴۴ ،۳۴۵ ،۳۴۶ ،۳۴۷ ،۳۵۱

،۳۵۶ ،۳۵۷ ،۳۶۱ ،۳۶۵ ،۳۶۶ ،۳۶۹

،۳۷۰ ،۳۷۲ ،۳۷۴ ،۳۷۵ ،۳۷۷ ،۳۷۹

،۳۸۱ ،۳۸۵ ،۳۸۶ ،۳۸۷ ،۳۹۵ ،۳۹۶

،۳۹۷ ،۳۹۸ ،۴۰۱ ،۴۰۲ ،۴۰۳ ،۴۰۶

،۴۰۷ ،۴۰۸ ،۴۱۱ ،۴۱۵ ،۴۱۸

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

امام مُتَمِّم
Knowledge for a better humanity

امام مستودع ۳۱۱

لفظ

صفحه نمبر

باب

۱۷۹، ۱۹۴، ۲۲۱، ۳۰۴، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۲۱

حُجَّت

۱۱، ۱۴، ۱۶، ۲۷، ۳۳، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲

۱۱۶، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۴

۱۵۵، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷

۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۴

۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۴

۱۹۵، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲

۲۲۸، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۶

۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۶۴

۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰

۲۸۱، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲

۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۵

۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۱

لفظ

صفحہ نمبر

،۳۳۲ ،۳۳۰ ،۳۲۶ ،۳۲۵ ،۳۲۲ ،۳۲۳

،۳۵۳ ،۳۴۷ ،۳۳۹ ،۳۳۸ ،۳۳۶ ،۳۳۳

،۳۶۶ ،۳۶۵ ،۳۶۱ ،۳۵۷ ،۳۵۶ ،۳۵۴

،۳۹۵ ،۳۸۴ ،۳۷۹ ،۳۷۸ ،۳۷۵ ،۳۷۴

۴۱۵ ،۴۰۹ ،۴۰۶ ،۴۰۵ ،۴۰۱ ،۳۹۸

Institute for
Spiritual Wisdom
Luminous Science

حُجَّتِ اعظم ۳۳۹ ،۳۱۱ ،۳۷۴

Knowledge for a united humanity

،۴۸۵ ،۴۳۹ ،۱۸۹ ،۱۸۰ ،۱۷۹ ،۱۶۴ ،۱۶۳ / حُجَّتِ جزیرہ

،۴۱۷ ،۴۰۱ ،۳۹۵ ،۳۷۹ ،۳۷۴ ،۳۵۴ ،۳۱۸ صاحبِ جزیرہ

لفظ

صفحه نمبر

داعی مطلق ۳۱۴، ۲۳۹

داعی محدود

۳۱۴، ۲۳۹

ماذون

۲۶۴، ۲۴۴، ۲۴۱، ۲۱۱، ۱۸۳، ۱۷۵، ۱۷۱

۲۶۵، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۵، ۲۹۰

۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۹، ۳۰۵، ۳۰۶

۳۰۷، ۳۱۲، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۵۴، ۳۵۷

۳۶۱، ۳۶۲، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۷۹، ۳۸۰

۳۸۶، ۳۸۱

ماذونِ مطلق

۲۳۹، ۲۶۷، ۲۷۳، ۳۰۰، ۳۱۴

ماذون محدود

۲۶۷، ۲۷۳، ۳۱۴

مستجيب

۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۸۴، ۱۸۷

۱۸۸، ۱۹۳، ۲۲۸، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۴۹

۲۶۳، ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۷۹

۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳

۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۷، ۳۱۴، ۳۱۸

۳۱۹، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۷، ۳۳۳، ۳۳۸

۳۲۶، ۳۲۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳

۳۵۴، ۳۵۷، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۵، ۳۷۴

۳۷۵، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۰۱

ISW
LS

اركان اسلام

Institut for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

لفظ

صفحه نمبر

۲۶، ۱۶۱، ۲۰۶، ۳۱۶، ۳۲۷، ۳۹۵، ۳۹۶

ولایت

۲۶، ۴۹، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲

طہارت

۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۷

۱۸۰، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۳، ۳۱۶

۲۶، ۳۲، ۴۹، ۷۳، ۸۰، ۸۹، ۹۰، ۹۱

نماز/صلوٰۃ

۱۰۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۹

۱۷۰، ۱۷۱، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴

۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱

۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹

۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷

۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۳۰، ۲۳۱

لفظ

صفحة نمبر

،۲۳۲ ،۲۳۳ ،۲۳۲ ،۲۳۵ ،۲۳۷ ،۲۳۸

،۲۳۹ ،۲۴۰ ،۲۴۲ ،۲۴۳ ،۲۴۴ ،۲۴۵

،۲۴۶ ،۲۴۸ ،۲۴۹ ،۲۵۰ ،۲۵۱ ،۲۵۲ ،۲۵۶

،۲۵۹ ،۲۶۰ ،۲۶۱ ،۲۶۲ ،۲۶۳ ،۲۹۰ ،۳۱۶

،۳۲۲ ،۳۲۳ ،۳۲۵ ،۳۲۶ ،۳۲۶ ،۳۲۹

،۳۵۰ ،۳۵۱ ،۳۵۵ ،۳۵۶ ،۳۵۷ ،۳۵۸

،۳۵۹ ،۳۶۰ ،۳۹۲ ،۳۹۷ ،۳۹۸ ،۴۰۲

،۴۰۳ ،۴۰۶ ،۴۱۳ ،۴۱۴ ،۴۱۵ ،۴۱۷

،۱۹۱ ،۱۹۲ ،۱۹۳ ،۱۹۴ ،۲۰۲ ،۲۰۳ ،۲۰۵ نمازِ پیشین

،۲۰۷ ،۲۰۹ ،۲۳۰ ،۲۳۱ ،۲۳۲ ،۲۳۳

،۲۳۵ ،۲۳۲

۱۸۳

نمازِ تطَوُّع

صفحه نمبر

لفظ

۱۸۴، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹

نمازِ جمعہ

۱۸۴، ۲۳۸، ۲۵۰، ۲۵۱

نمازِ جنازہ

۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۵

نمازِ حاضر /

نمازِ حاضر

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۲، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹

نمازِ خفتن

۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵

۱۸۴

نمازِ خوف

لفظ

صفحه نمبر

نمازِ دیگر

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۰۵

۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳

۲۳۴، ۲۳۵

نمازِ سُنّت

۱۸۳، ۱۹۹

Institute for

Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۷

نمازِ شام

۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۵۶

Knowledge for a united humanity

نمازِ صبح

۱۹۳، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۷، ۲۳۰، ۲۳۱

۲۳۲، ۲۳۴

لفظ

صفحة نمبر

۱۸۱، ۱۸۲، ۲۲۰، ۲۲۱، ۳۰۰، ۳۰۲	نماز عید (فطر و اَضْحٰی)
۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۹، ۲۱۱، ۳۰۶	نمازِ فَرِيضَه
۱۸۲، ۲۲۵	نمازِ كَسوف
۱۸۴، ۱۸۵	نمازِ مَسافِر
۲۶، ۸۰، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۱۰۰، ۲۲۰، ۲۲۱	روزه/صوم
۲۲۲، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴	
۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۶	
۳۲۹، ۳۵۱، ۳۵۲	
۲۶، ۴۹، ۸۹، ۹۰، ۱۰۰، ۲۵۹، ۲۶۰	زكوة
۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱	

۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰

۲۸۱ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۶ ، ۲۸۸ ، ۲۹۰

۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸

۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۷ ، ۳۱۶

۳۲۶ ، ۳۶۰ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴

۲۶ ، ۷۴ ، ۸۰ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۱۰۰ ، ۱۹۳

حجّ

۱۹۴ ، ۳۱۶ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۶ ، ۳۲۷

۴۰۲ ، ۳۲۶

۲۶ ، ۷۴ ، ۸۰ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۱۰۰ ، ۱۹۳

جهاد

۱۹۴ ، ۲۲۵ ، ۳۱۶ ، ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۳۳۰ ، ۳۳۱

۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۵

۳۲۶ ، ۳۳۷ ، ۴۰۷

ISW
LS

لَعَالَمِيٍّ أَصْلَاتَنَا

Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

۱۰۶، ۱۰۷، ۱۳۱، ۱۳۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۱

آفاق

۱۳۲، ۲۰۰

ابداع

۱۱۲، ۱۰۹، ۹۵، ۹۴، ۸۲، ۷۹، ۳۳، ۳۲

اساس

۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳

۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰

۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵

۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۰

۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹

۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۷

۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵

۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۳۶

لفظ

صفحہ نمبر

اسمِ اعظم /
خدا کا بزرگ ترین
نام

۳، ۱۴، ۲۱، ۱۵۶، ۱۵۸

اصولین/اصولوں

۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۷، ۲۸۵

۲۸۶، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۲۶

اصولِ دین

۵۰، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۵۳، ۲۲۶

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

امام

۳، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۲۷

۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶

۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵

۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳

۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱

ء١٣٥	ء١٣٦	ء١٣٥	ء١٥١	ء١٥٢	ء١٥٥	ء١٥٦
ء١٥٧	ء١٥٨	ء١٥٩	ء١٦٠	ء١٦١	ء١٦٣	ء١٦٣
ء١٦٥	ء١٦٦	ء١٦٧	ء١٧٢	ء١٧٣	ء١٧٣	ء١٧٦
ء١٧٩	ء١٨٠	ء١٨١	ء١٨٣	ء١٨٣	ء١٨٥	ء١٨٦
ء١٨٧	ء١٨٨	ء١٨٩	ء١٩٠	ء١٩٢	ء١٩٣	ء١٩٣
ء١٩٥	ء١٩٦	ء١٩٧	ء٢٠٠	ء٢٠١	ء٢٠٢	ء٢٠٣
ء٢٠٥	ء٢٠٨	ء٢٠٩	ء٢١٠	ء٢١١	ء٢١٣	ء٢١٣
ء٢٢٥	ء٢٢٨	ء٢٢٩	ء٢٣٠	ء٢٣٦	ء٢٣٧	ء٢٣٨
ء٢٣٩	ء٢٤١	ء٢٤٣	ء٢٤٣	ء٢٤٤	ء٢٤٦	ء٢٤٧
ء٢٤٨	ء٢٤٩	ء٢٥٠	ء٢٥٢	ء٢٥٢	ء٢٥٥	ء٢٥٦
ء٢٥٧	ء٢٦٢	ء٢٦٣	ء٢٦٥	ء٢٦٦	ء٢٦٦	ء٢٦٨
ء٢٧١	ء٢٧٣	ء٢٧٥	ء٢٧٥	ء٢٧٦	ء٢٧٧	ء٢٧٨
ء٢٧٩	ء٢٨٠	ء٢٨١	ء٢٨٢	ء٢٨٣	ء٢٨٣	ء٢٨٥
ء٢٨٦	ء٢٨٨	ء٢٨٩	ء٢٩٠	ء٢٩١	ء٢٩٢	ء٢٩٣
ء٢٩٤	ء٢٩٥	ء٢٩٦	ء٢٩٩	ء٣٠٠	ء٣٠١	ء٣٠٣

،۳۱۴	،۳۱۱	،۳۰۷	،۳۰۶	،۳۰۵	،۳۰۴
،۳۲۴	،۳۲۳	،۳۲۱	،۳۱۸	،۳۱۷	،۳۱۶
،۳۳۳	،۳۳۲	،۳۳۰	،۳۲۹	،۳۲۶	،۳۲۵
،۳۴۳	،۳۴۰	،۳۳۸	،۳۳۶	،۳۳۵	،۳۳۴
،۳۵۶	،۳۵۱	،۳۴۷	،۳۴۶	،۳۴۵	،۳۴۴
،۳۷۰	،۳۶۹	،۳۶۶	،۳۶۵	،۳۶۱	،۳۵۷
،۳۸۱	،۳۷۹	،۳۷۷	،۳۷۵	،۳۷۴	،۳۷۲
،۳۹۷	،۳۹۶	،۳۹۵	،۳۸۷	،۳۸۶	،۳۸۵
،۴۰۸	،۴۰۷	،۴۰۶	،۴۰۳	،۴۰۲	،۴۰۱
				،۴۱۵	،۴۱۱

لفظ

صفحة نمبر

امام مُتَّم

۱۸۳، ۱۸۶، ۱۹۵، ۲۰۸

امام مستودع

۳۱۱

امامت

۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۴

۲۶، ۲۲، ۲۵، ۸۳، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۶۱

۱۸۴، ۲۰۰، ۲۲۸، ۲۵۷، ۲۸۴، ۳۲۲

Knowledge for the Humanity

امر

۲۲، ۵۲، ۵۳، ۵۹، ۹۳، ۱۰۹، ۱۴۶

۱۵۳، ۱۶۴، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۲۲، ۲۵۷، ۲۶۲

۲۶۴، ۲۸۵، ۲۹۰، ۳۰۳، ۳۱۲، ۳۲۵

لفظ

صفحه نمبر

۳۵۲، ۳۵۷، ۳۶۶، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۹

۳۸۳، ۴۰۹، ۴۱۷



۴۶۲، ۴۸۳

امرِ الہی

۱۹۹

امرِ باری

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

۵۲، ۵۳، ۱۱۲

امرِ کل

۱۳۵

امرِ کُن

صفحه نمبر

لفظ

۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴

أمّہات

۲۲۸، ۱۱۳، ۱۰۴، ۶۸

انسانِ کامل

۳۹۸، ۳۹۷، ۱۳۶، ۱۳۱، ۱۱۵، ۱۰۷، ۱۰۶

انفس

۴۰۱

۱۹۹، ۱۹۴، ۱۷۶، ۱۵۴، ۱۳۶، ۱۱۹، ۱۱۸

اوّل

۴۰۶، ۴۰۵، ۳۰۶، ۳۰۵، ۲۹۲، ۲۲۶، ۲۰۰

۴۰۰، ۲۶۱، ۱۹۹، ۱۷۷، ۱۶۳، ۱۶۰، ۱۵۹

اولیاء

۳۰۶

۱۷۹ء	۱۹۴ء	۲۴۱ء	۳۰۴ء	۳۱۱ء	۳۱۴ء	۳۲۱ء	باب
۱۴ء	۱۶ء	۱۷ء	۲۰ء	۲۶ء	۴۹ء	۸۰ء	باطن
۸۳ء	۹۸ء	۹۹ء	۱۰۰ء	۱۰۱ء	۱۰۲ء	۱۰۳ء	
۱۰۴ء	۱۱۳ء	۱۲۲ء	۱۵۳ء	۱۵۹ء	۱۷۸ء	۱۸۰ء	
۱۸۲ء	۱۸۴ء	۱۸۶ء	۱۸۹ء	۱۹۱ء	۱۹۲ء	۱۹۳ء	
۱۹۷ء	۲۰۱ء	۲۰۲ء	۲۰۴ء	۲۰۵ء	۲۰۸ء	۲۲۴ء	
۲۲۵ء	۲۲۶ء	۲۲۸ء	۲۳۹ء	۲۴۱ء	۲۴۲ء	۲۴۳ء	
۲۴۴ء	۲۴۹ء	۲۵۰ء	۲۵۳ء	۲۶۱ء	۲۶۲ء	۲۶۴ء	
۲۶۴ء	۲۷۲ء	۲۷۷ء	۲۸۲ء	۲۸۶ء	۲۸۷ء	۲۸۷ء	
۲۹۶ء	۳۰۴ء	۳۱۰ء	۳۱۲ء	۳۱۳ء	۳۱۹ء	۳۲۰ء	
۳۲۵ء	۳۲۶ء	۳۳۵ء	۳۵۰ء	۳۵۴ء	۳۵۴ء	۳۵۶ء	
۳۵۷ء	۳۵۸ء	۳۶۰ء	۳۶۳ء	۳۶۴ء	۳۶۵ء	۳۶۵ء	
۳۶۶ء	۳۶۷ء	۳۷۲ء	۳۷۲ء	۳۷۵ء	۳۸۲ء	۳۸۷ء	
۳۹۰ء	۳۹۱ء	۳۹۲ء	۳۹۷ء	۴۰۱ء	۴۰۷ء	۴۱۱ء	

لفظ

صفحہ نمبر

بندگانِ بسیط ۹۲

بیت الاسلام

۱۳۹، ۱۴۸

پاک درخت ۳۱، ۳۲

پاک کلمہ ۳۱

پانچ حدود ۱۷، ۱۵۴، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۱۱، ۲۴۱، ۲۴۴

۲۴۶، ۲۵۰، ۲۵۳، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۰

۲۸۱، ۲۸۵، ۲۸۸، ۲۹۲، ۳۰۷، ۳۲۱، ۳۰۵

پیرکامل

۱۴، ۱۵، ۱۸، ۲۲۹

تاویل

۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۶، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۸۲،
 ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۹۵، ۹۶،
 ۹۷، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱،
 ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۴۱،
 ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲،
 ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱،
 ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸،
 ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷،
 ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴،
 ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱،
 ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹،
 ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶

۲۲۲	۲۲۳	۲۱۲	۲۱۰	۲۰۹	۲۰۸	۲۰۷
۲۲۰	۲۳۹	۲۳۷	۲۳۵	۲۳۳	۲۳۲	۲۲۶
۲۲۸	۲۲۶	۲۲۵	۲۲۳	۲۲۳	۲۲۳	۲۲۲
۲۵۵	۲۵۴	۲۵۳	۲۵۲	۲۵۱	۲۵۰	۲۳۹
۲۶۴	۲۶۳	۲۶۲	۲۵۹	۲۵۷	۲۵۶	۲۵۶
۲۷۲	۲۷۱	۲۷۰	۲۶۹	۲۶۸	۲۶۶	۲۶۶
۲۷۸	۲۷۷	۲۷۶	۲۷۵	۲۷۴	۲۷۳	۲۷۳
۲۸۷	۲۸۶	۲۸۵	۲۸۴	۲۸۱	۲۸۰	۲۷۹
۲۹۵	۲۹۴	۲۹۳	۲۹۲	۲۹۱	۲۹۰	۲۸۸
۳۰۲	۳۰۱	۳۰۰	۲۹۹	۲۹۸	۲۹۷	۲۹۶
۳۱۱	۳۱۰	۳۰۹	۳۰۸	۳۰۵	۳۰۴	۳۰۳
۳۱۹	۳۱۸	۳۱۶	۳۱۵	۳۱۴	۳۱۳	۳۱۲
۳۲۵	۳۲۴	۳۲۳	۳۲۲	۳۲۱	۳۲۱	۳۲۰
۳۳۶	۳۳۴	۳۳۳	۳۳۰	۳۲۸	۳۲۷	۳۲۷
۳۴۴	۳۴۳	۳۴۲	۳۴۱	۳۳۸	۳۳۷	۳۳۷

۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳،
 ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰،
 ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷،
 ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴،
 ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲،
 ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲،
 ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷،
 ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸

Institute for
 Spiritual Wisdom
 and
 Luminous Science
 Knowledge for a united humanity

تاویل مجرّد ۳۷۵

تائید

۱۶، ۳۲، ۵۹، ۶۹، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵،
 ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹،
 ۱۵۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۶، ۱۹۲

لفظ

صفحه نمبر

۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳،
۲۰۴، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۲۶، ۲۲۲، ۲۵۲، ۲۵۵،
۲۵۷، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۹،
۲۸۰، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۵،
۳۰۷، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۳۸، ۳۳۶، ۳۷۵،
۴۰۶، ۴۱۱، ۴۱۷، ۴۱۸

Institute for
Spiritual Wisdom
Luminous Science

۹۱، ۱۳۰، ۱۶۰، ۱۶۳، ۴۱۰

تشبيه

Knowledge for a united humanity

۱۸۳، ۲۱۲، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴

تَطَوُّع

۹۱، ۱۶۰، ۱۶۳

تعطیل

لفظ

صفحه نمبر

تقدم زمانی ۵۵

تقدم شرفی ۵۵

تنزیل

۸۲، ۹۶، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۲، ۱۶۸،
۱۷۸، ۲۰۶، ۲۴۰، ۲۵۶، ۲۷۲، ۲۸۰، ۲۹۱،
۳۰۲، ۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۸، ۳۱۹،
۳۳۰، ۳۳۸، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۵۷،
۴۰۲، ۴۱۵

توحید

۹۱، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲،
۱۴۸، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۳۸، ۲۴۲،
۳۲۶

لفظ

صفحه نمبر

توفیق

۶۷، ۷۱، ۸۶، ۹۸، ۱۰۴، ۱۳۹، ۱۵۲،
۱۵۸، ۱۵۹، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۹۹، ۲۲۸، ۲۳۰،
۲۳۷، ۲۴۳، ۲۴۸، ۲۵۲، ۲۵۹، ۲۷۱، ۲۷۵،
۲۸۸، ۲۹۸، ۳۲۲، ۳۳۰، ۳۳۸، ۳۵۳،
۳۵۹، ۳۶۸، ۳۷۲، ۳۷۷، ۳۸۸، ۳۹۳،
۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۰، ۴۱۶

ثانی

۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۳۶، ۱۵۴، ۱۶۷، ۱۷۶،
۱۹۴، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۳۶، ۲۵۵، ۳۰۵، ۳۰۶،
۳۳۶، ۴۰۵، ۴۰۶

جبرائیل

۱۳۳، ۱۷۰، ۲۳۶، ۲۸۸، ۳۱۸، ۴۰۵

جثۂ ابداعیہ ۲۱

جثۂ لطیف و فلکی ۲۱

جثۂ نورانی /
نورانی جسم ۲۱

جدّ ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳۱، ۱۳۵

۱۳۶، ۱۵۳، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۲۱، ۲۲۶

۲۵۳، ۲۷۷، ۲۸۵، ۳۰۵، ۳۱۸، ۳۶۱

۴۰۵، ۴۰۶

صفحه نمبر

لفظ

جسم لطيف ۲۱، ۲۰۵



جسم مثالی ۲۱

جسم معجزاتی ۲۱

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity ۲۱ جسم مماثل

جناح ۱۸۳

صفحه نمبر

لفظ

۲۶۲ ، ۲۹ ، ۲۸

جنس

۳۳۰ ، ۲۷۱ ، ۲۹ ، ۲۰

جوهر

جوهری جسم ۲۱

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

۱۹۴ ، ۱۹۳ ، ۱۰۰ ، ۹۰ ، ۸۹ ، ۸۰ ، ۷۴ ، ۲۶

جہاد

۳۳۱ ، ۳۳۰ ، ۳۲۹ ، ۳۲۸ ، ۳۱۶ ، ۲۲۵

۳۲۵ ، ۳۳۹ ، ۳۳۸ ، ۳۳۷ ، ۳۳۶ ، ۳۳۵

۲۰۷ ، ۳۳۷ ، ۳۳۶

لفظ

صفحہ نمبر

چار اصول ۱۱۷، ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۵۴،
۱۶۵، ۲۳۷، ۲۵۵، ۳۰۵، ۳۰۷، ۴۰۵

چار حدود ۷۸، ۷۹، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۱، ۱۴۱، ۱۸۵، ۲۷۹،
۲۸۰، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۶۶

Institute for
Spiritual Wisdom
and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۱۸، ۲۱۳

حَبْلِ اللَّهِ /
خدا کی رسی

حج ۲۶، ۷۴، ۸۰، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۱۰۰، ۱۹۳،
۱۹۴، ۳۱۶، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۷،
۳۲۶، ۴۰۲

حُجَّت

۱۱۲	۱۱۱	۱۰۹	۳۳	۲۷	۱۶	۱۴	۱۱
۱۱۶	۱۲۱	۱۲۳	۱۳۱	۱۳۵	۱۳۶	۱۵۴	
۱۵۵	۱۵۶	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	
۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۳	۱۸۴	
۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۲	۱۹۴	
۱۹۵	۲۰۱	۲۰۵	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	
۲۲۸	۲۳۶	۲۳۹	۲۴۱	۲۴۴	۲۴۶		
۲۴۷	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۲	۲۵۵	۲۶۴		
۲۶۵	۲۶۶	۲۷۳	۲۷۷	۲۷۹	۲۸۰		
۲۸۱	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۸	۲۹۰	۲۹۲	
۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۹	۳۰۲	۳۰۵		
۳۰۶	۳۰۷	۳۱۱	۳۱۴	۳۱۷	۳۱۸	۳۲۱	
۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۳۰	۳۳۲	
۳۳۳	۳۳۶	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۷	۳۵۳		
۳۵۴	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۷	۳۶۱	۳۶۵	۳۶۶	

لفظ

صفحة نمبر

۳۹۵، ۳۸۴، ۳۷۹، ۳۷۸، ۳۷۵، ۳۷۴

۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۵

ISW
LS

۳۷۴، ۳۱۱، ۲۳۹

حُجَّتِ اعظم

۲۸۵، ۲۳۹، ۱۸۹، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۶۴، ۱۶۳ / حُجَّتِ جزيره

۴۰۱، ۳۹۵، ۳۷۹، ۳۷۴، ۳۵۴، ۳۱۸

صاحب جزيره

Knowledge for a united humanity

۳۲۱، ۲۲۸، ۱۷، ۳

حُجَّتِ قائم

لفظ

صفحة نمبر

حدِّ فعل

٤١، ١٢٠، ١٢٢، ١٥٥، ٣٠٣، ٣٢٩

حدِّ قوَّت

٦٣، ٤١، ٤٢، ٤٣، ٤٤، ١٢٠، ١٢٢، ١٥٥، ٣٢٩، ٣٠٣

حق اليقين

٢١٤

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

حقيقت

١٢، ٢٠، ٢١، ٢٣، ٢٥، ٢٠، ٢٤، ٢٩، ٥٢، ٥٣، ٥٤، ٥٩، ٦١، ٦٢، ٦٣، ٦٤، ٦٤، ٦٩، ٨٢، ٨٣، ٨٤، ٨٤، ٩٢، ٩٦، ٩٨، ١٠٢، ١٠٣، ١٠٥، ١١٩، ١٢٥، ١٣٠، ١٣١، ١٣٣، ١٣٦

۱۵۲	۱۴۹	۱۴۶	۱۴۴	۱۴۲	۱۴۱	۱۴۰
۱۶۷	۱۶۳	۱۶۰	۱۵۹	۱۵۸	۱۵۷	۱۵۳
۱۸۰	۱۷۸	۱۷۳	۱۷۲	۱۷۱	۱۷۰	۱۶۹
۲۱۷	۲۱۲	۲۰۶	۲۰۱	۲۰۰	۱۹۸	۱۸۱
۲۶۱	۲۴۱	۲۳۵	۲۳۱	۲۲۶	۲۲۵	۲۲۲
۳۰۰	۲۸۶	۲۷۶	۲۷۳	۲۶۸	۲۶۴	
۳۲۰	۳۱۹	۳۱۴	۳۱۳	۳۱۲	۳۰۳	۳۰۱
۳۳۷	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۱	۳۳۷	۳۳۲	۳۳۲
۳۵۴	۳۵۳	۳۵۲	۳۴۷	۳۴۶	۳۴۲	۳۴۲
۳۷۰	۳۶۴	۳۶۲	۳۵۸	۳۵۷	۳۵۶	۳۵۶
۳۹۸	۳۸۲	۳۸۰	۳۷۵	۳۷۴	۳۷۱	
			۴۱۴	۴۰۴	۳۹۹	

۴۷	۴۸	۴۷	۴۶	۴۵	۴۴	۴۳	۴۱	۴۰
۴۹	۴۸	۴۰	۳۸	۳۶	۳۸	۳۲		

لفظ

صفحه نمبر

۱۳۲، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸،
۲۰۵، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۶۱، ۲۶۲،
۲۶۶، ۲۷۱، ۲۸۲، ۲۸۵، ۳۰۱، ۳۰۲،
۳۷۳

خدا شناسی ۱۷

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

۱۸۹، ۳۲۰

خضوع

Knowledge for a united humanity

۱۷، ۱۸۴، ۲۱۱، ۲۲۸، ۲۳۱ خلیفہ قائم

لفظ

صفحه نمبر

خود شناسی

۱۷

خیال

۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۳۶،
۱۵۳، ۱۶۳، ۱۷۰، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۲۱،
۲۳۶، ۲۷۷، ۲۸۵، ۳۰۵، ۳۱۱، ۳۱۷، ۳۱۸،
۳۶۱، ۳۰۵، ۳۰۶

داعی

۱۲۳، ۱۵۳، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۷۱،
۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۳، ۱۸۳، ۱۸۶،
۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۳، ۲۰۳، ۲۰۵،
۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۳۷، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۶،
۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۶،
۲۶۷، ۲۷۳، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱

،۲۸۹	،۲۸۸	،۲۸۶	،۲۸۵	،۲۸۴	،۲۸۳
،۲۹۹	،۲۹۶	،۲۹۵	،۲۹۴	،۲۹۲	،۲۹۰
،۳۲۱	،۳۱۸	،۳۱۴	،۳۰۷	،۳۰۶	،۳۰۵
،۳۳۹	،۳۳۸	،۳۳۳	،۳۳۲	،۳۳۲	،۳۳۳
،۳۵۳	،۳۵۲	،۳۵۱	،۳۵۰	،۳۴۹	،۳۴۷
،۳۷۰	،۳۶۵	،۳۶۲	،۳۶۱	،۳۵۷	،۳۵۴
،۳۸۱	،۳۸۰	،۳۷۹	،۳۷۸	،۳۷۵	،۳۷۴
					،۳۸۶
					،۳۹۵
					،۳۹۸
					،۴۰۱

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

داعی محدود ،۲۳۹ ،۳۱۴

داعی مطلق ،۲۳۹ ،۳۱۴

صفحه نمبر

لفظ

دعوتِ باطن ۱۸۱، ۱۸۹، ۱۹۲، ۲۳۳، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۸

دعوتِ حق ۳۲، ۱۳۱، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۸۵

۱۹۸، ۲۳۷، ۲۴۸، ۲۸۶، ۳۷۰، ۳۸۵، ۳۸۶

دعوتِ ظاہر ۱۸۱، ۱۹۲، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

دورِ روحانی ۱۷

دورِ کہین ۸۳، ۲۰۵، ۲۰۶

صفحہ نمبر

لفظ

۲۰۵ ، ۸۲

دورِ مہین

۱۸۳

دین کا سنیچر

۱۵۱ ، ۱۲۹

رجیم

۱۳۳

روح الامین

۳۸۲ ، ۳۷۱ ، ۲۷۵

روح القدس

۱۰۳

روح لطیف

۳۲

روحانی آسمان

۱۵۰

روحانی پرورش

لفظ

صفحه نمبر

روحانی شادی ۲۰۰



روزِ شنبه /
سنیچر

روحانی طبیب ۱۳

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity روحانی مان ۲۷۸

روحانی نکاح ۳۹۸، ۳۹۹، ۲۰۰

روزہ/صوم

۲۶ ، ۸۰ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۱۰۰ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱
 ۲۲۲ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴
 ۳۱۵ ، ۳۱۶ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ ، ۳۲۶
 ۳۲۹ ، ۳۵۱ ، ۳۵۲

زکوٰۃ

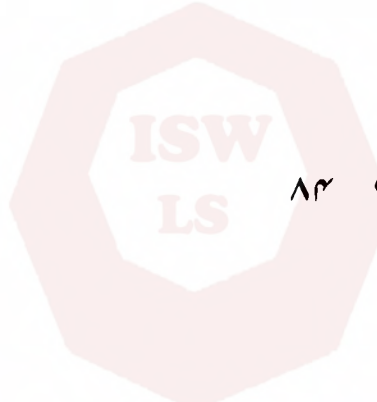
۲۶ ، ۲۹ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۱۰۰ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰
 ۲۶۱ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱
 ۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰
 ۲۸۱ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۶ ، ۲۸۸ ، ۲۹۰
 ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸
 ۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۷ ، ۳۱۶
 ۳۲۶ ، ۳۶۰ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴

صفحه نمبر

لفظ

۳۲۶ ، ۱۲۱ ، ۱۱۹ ، ۱۱۸

سابق



ساتواں حضرت ۸۴

سبع المثنیٰ ۳۰۴ ، ۱۳۴

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۱۸۵ ، ۱۸۴ ، ۱۸۳ ، ۱۶۵ ، ۱۶۱ ، ۱۵۴ ، ۱۳۳ سُنَّت

۲۰۲ ، ۲۰۰ ، ۱۹۹ ، ۱۸۹ ، ۱۸۸ ، ۱۸۷ ، ۱۸۶

۲۳۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۱ ، ۲۰۹ ، ۲۰۷ ، ۲۰۶ ، ۲۰۵

۲۳۲ ، ۲۰۴ ، ۲۳۶ ، ۲۳۴ ، ۲۳۳ ، ۲۳۲

۲۱۸ ، ۲۷۳ ، ۲۷۲

شب قدر/
ليلة القدر

٤٤، ٤١٠، ٤٢٨، ٤٠٢، ٤٢٠، ٣٢١

شريعة

٤١، ٤٣، ٤٥، ٤٦، ٤٨، ٤٩، ٥٠، ٦٠

٦٣، ٦٢، ٦٦، ٤٣، ٨١، ٨٢، ٩٦، ٩٨

١٠١، ١٠٣، ١٠٢، ١١٤، ١٢٠، ١٢١، ١٢٢

١٢٣، ١٢٥، ١٣٠، ١٣٢، ١٤٦، ١٨١، ١٨٩

١٩١، ٢٠٣، ٢٠٦، ٢١٠، ٢٣٩، ٢٢٢، ٢٢٣

٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٢، ٢٦٦، ٢٤١، ٢٤٣

٢٤٤، ٢٤٨، ٢٨٢، ٢٨٤، ٣٠٦، ٣٠٩

٣١٠، ٣١١، ٣١٣، ٣١٥، ٣١٦، ٣١٤، ٣١٩

٣٢٨، ٣٢٩، ٣٣٠، ٣٣٥، ٣٣٣، ٣٣٥

٣٣٦، ٣٥٣، ٣٥٦، ٣٥٤، ٣٦٠، ٣٦٢

٣٦٣، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٨١

٣٩٠، ٣٩٤، ٤٠٦، ٤٠٤، ٤١٤، ٤١٨

صفحة نمبر

لفظ

۲۶	۲۹	۵۷	۶۱	۶۵	۱۰۵	۱۰۷	۱۰۸
۱۰۹	۱۱۰	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۳	۱۱۴	۱۱۵	۱۱۶
۱۱۷	۱۱۹	۱۲۵	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	
۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۴۰	۲۶۹	
۲۷۰	۳۲۱	۳۲۶	۴۰۶				

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۳۲۷، ۳۲۵، ۳۲۷

صاحبِ امر /
اولوا الامر

صاحبِ تاویل ۱۱۷، ۱۷۶، ۲۶۹، ۲۸۰، ۳۲۲

صاحبِ دعوت ۱۷۵

لفظ

صفحة نمبر

صاحبِ دور ۳۵۷

صاحبِ العصر /
صاحبِ زمان
۱۷۳، ۳۲۶، ۳۶۶، ۳۸۶، ۴۱۱

طہارت
۲۶، ۴۹، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲

۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۷

۱۸۰، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۳، ۳۱۶

ظاہر
۱۵، ۱۶، ۲۱، ۴۷، ۴۹، ۵۶، ۸۰، ۸۲

۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

۱۱۳، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۶۶، ۱۶۷

۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۹

١٩٢ ، ١٩٣ ، ١٩٣ ، ١٩٤ ، ٢٠١ ، ٢٠٢ ، ٢٠٣

٢٠٢ ، ٢٠٥ ، ٢٠٦ ، ٢٠٨ ، ٢٢٨ ، ٢٣٩ ، ٢٢١

٢٢٢ ، ٢٢٣ ، ٢٢٦ ، ٢٢٨ ، ٢٢٩ ، ٢٥٠

٢٥٣ ، ٢٥٦ ، ٢٦١ ، ٢٦٢ ، ٢٦٣ ، ٢٦٥

٢٦٨ ، ٢٦٩ ، ٢٧٢ ، ٢٧٦ ، ٢٧٧ ، ٢٨٢

٢٨٦ ، ٢٨٧ ، ٢٩٢ ، ٢٩٦ ، ٢٩٧ ، ٣٠٥

٣٠٩ ، ٣١٠ ، ٣١٢ ، ٣١٥ ، ٣١٨ ، ٣١٩ ، ٣٢٠

٣٢٥ ، ٣٢٦ ، ٣٢٢ ، ٣٢٥ ، ٣٢٧ ، ٣٢٣

٣٥٠ ، ٣٥٣ ، ٣٥٢ ، ٣٥٥ ، ٣٥٧ ، ٣٥٨

٣٦٠ ، ٣٦١ ، ٣٦٢ ، ٣٦٣ ، ٣٦٣ ، ٣٦٥

٣٦٦ ، ٣٦٧ ، ٣٦٠ ، ٣٧٣ ، ٣٧٢ ، ٣٧٩

٣٨١ ، ٣٨٢ ، ٣٨٣ ، ٣٨٧ ، ٣٩٠ ، ٣٩١

٣٩٢ ، ٣٩٩ ، ٣٠١ ، ٣٠٣ ، ٣٠٧

صفحه نمبر

لفظ

عالم اکبر ۵

عالم باطن

عالم بالا

عالم روحانی /

عالم روحانیت

عالم شخصی ۲۱۷

۲۰، ۲۹، ۱۰۱، ۲۲۶

۱۲۸، ۲۰۳، ۲۲۲

۱۳، ۳۲، ۵۳، ۵۵، ۶۹، ۸۵، ۱۱۹، ۲۰۰

۲۰۲، ۲۲۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۷۵، ۳۲۱

۳۶۲، ۳۹۸، ۴۰۲

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

صفحه نمبر

لفظ

۱۳۲ عالمِ صغیر



۳۱۸، ۲۹۲، ۱۲۱

عالمِ علوی

۱۱۸، ۱۰۰، ۹۰، ۸۹، ۷۹، ۵۹، ۵۸

عالمِ لطیف

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

۳۹۸ عالمِ ملکوت

۲۰ عرض

٦٢ ، ٦٤ ، ٦٩ ، ٤٨ ، ٤٩ ، ٩٢ ، ٩٣ ، ٩٤ ،
 ٩٥ ، ١٠٩ ، ١١٢ ، ١١٦ ، ١١٨ ، ١١٩ ، ١٢١ ، ١٢٣ ،
 ١٢٤ ، ١٢٢ ، ١٦٨ ، ١٦٩ ، ١٤٠ ، ١٤٦ ، ١٨٥ ،
 ١٨٦ ، ١٩٣ ، ١٩٦ ، ٢٠٠ ، ٢٠١ ، ٢٠٣ ، ٢٠٤ ،
 ٢٠٦ ، ٢٠٩ ، ٢١٠ ، ٢١١ ، ٢٣١ ، ٢٣٤ ، ٢٣٨ ،
 ٢٣١ ، ٢٣٢ ، ٢٣٦ ، ٢٥٣ ، ٢٥٥ ، ٢٥٦ ،
 ٢٦٣ ، ٢٦٩ ، ٢٤١ ، ٢٤٢ ، ٢٤٣ ، ٢٤٤ ،
 ٢٨٥ ، ٢٨٦ ، ٢٩٠ ، ٢٩٢ ، ٢٩٨ ، ٢٩٩ ، ٣١٣ ،
 ٣١٥ ، ٣١٨ ، ٣١٩ ، ٣٣٦ ، ٣٦١ ، ٣٩٦ ، ٣١٤

عقلِ کُل

٢٣ ، ٥٢ ، ٩٥ ، ١٣١ ، ١٣٢ ، ١٣٦ ، ٢٠٠ ،
 ٣٠٦

عَلَّت

٦٩ ، ١٠٠

علمِ توحيد

صفحه نمبر

لفظ

علم شریف ۷۹

علم عطائی ۲۸

علم لَدُنّی ۱۳، ۱۴

علم الیقین ۲۱۷، ۲۲۵، ۲۶۱

علمی پرورش ۲۷، ۲۹۵

علمی قحط ۱۸۴

عین الیقین ۲۱۷

لفظ

صفحه نمبر

۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۳۶،
۱۵۴، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۲۱، ۲۳۶، ۲۷۷،
۲۸۵، ۳۰۵، ۳۱۸، ۳۶۱، ۴۰۵، ۴۰۶

فتح

۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۸، ۱۵۴، ۱۶۵، ۲۷۷، ۳۰۷،
۳۳۶

فروع

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۳، ۷، ۸۱، ۸۴، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۵۵، ۱۸۰،
۱۸۱، ۱۸۴، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۷، ۲۰۰،
۲۰۱، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۲۸،
۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۵۲، ۳۰۰،
۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۶، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸

قائم القیامت /
صاحب قیامت /
حضرت قائم

۳۲۱، ۳۳۸، ۴۰۵

لفظ

صفحة نمبر

قدرتی معلم ۲۹

قلم

۲۸۸، ۲۱۸

قیامت

۲۰، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲

۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲

۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲

۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲

کلماتِ تامات ۱۶۴

لفظ

صفحة نمبر

كلمة اخلاص ٦٥، ٩٠، ١٠٥، ١١٢، ١٣١، ١٣٣، ١٣٩،
١٤٠، ١٤٣، ١٤٤، ١٤٥، ١٤٨، ١٥٢، ٣٣١

كلمة بارى ٥١، ٥٣، ١١٩، ١٢٠، ١٢١، ١٢٥، ١٢٦، ١٣٠،
٢٠٥

كلمة شهادت ٦٢، ٦٥، ١١٣، ١١٤، ١١٦، ١٢٨، ١٣٠،
١٣١، ١٣٢، ١٣٣، ١٣٥

كلمة كُن ٩٣، ٢٠١

لفظ

صفحه نمبر

گوهرِ عقل

۵۱ ، ۵۳

لاحق

۱۲۴ ، ۱۵۴ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۳۲۶

لوح

۲۸۸ ، ۳۱۸

ماذون

۱۷۱ ، ۱۷۵ ، ۱۸۳ ، ۲۱۱ ، ۲۲۱ ، ۲۴۴ ، ۲۶۴

۲۶۵ ، ۲۷۷ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۲۸۵ ، ۲۹۰

۲۹۲ ، ۲۹۴ ، ۲۹۶ ، ۲۹۹ ، ۳۰۵ ، ۳۰۶

۳۰۷ ، ۳۱۴ ، ۳۳۸ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۵۷

۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۷۰ ، ۳۷۴ ، ۳۷۹ ، ۳۸۰

۳۸۱ ، ۳۸۶

لفظ

صفحه نمبر

ماذونِ محدود

۲۶۷ ، ۲۷۳ ، ۳۱۳

ماذونِ مطلق

۲۳۹ ، ۲۶۷ ، ۲۷۳ ، ۳۰۰ ، ۳۱۳

مالکِ تاویل

۶۳ ، ۶۶ ، ۸۲ ، ۸۳

مالکانِ تائید /

۱۱۷ ، ۱۲۸ ، ۲۵۷

صاحبِ تائید /

خداوندِ تائید

مالکانِ تنزیل و

تاویل

صفحه نمبر

لفظ

مالکانِ دوزخ ۱۵۵



مبدأ

۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲

مُبدِع

Institute for

Spiritual Wisdom

and

Luminous Science

Knowledge for a united humanity

محسوس و ۱۵، ۱۶، ۵۸، ۹۹، ۱۰۲، ۱۳۳، ۱۳۴

معقول ۳۲۸، ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۴۰، ۴۱۱

۴۱۵

مذهب شناسی ۱۷

لفظ

صفحة نمبر

١٥٨	١٦٢	١٦٣	١٧٢	١٧٣	١٨٢	١٨٤
١٨٨	١٩٣	٢٢٨	٢٣٩	٢٢٢	٢٢٩	٢٢٩
٢٦٣	٢٦٤	٢٦٩	٢٧٦	٢٧٨	٢٧٩	٢٧٩
٢٨٠	٢٨٣	٢٨٩	٢٩٠	٢٩٢	٢٩٣	٢٩٣
٢٩٣	٢٩٦	٢٩٩	٣٠٠	٣٠٤	٣١٢	٣١٨
٣١٩	٣٢٣	٣٢٢	٣٢٢	٣٢٢	٣٣٣	٣٣٨
٣٣٦	٣٣٩	٣٥٠	٣٥١	٣٥٢	٣٥٣	٣٥٣
٣٥٣	٣٥٤	٣٦١	٣٦٢	٣٦٥	٣٧٢	٣٧٢
٣٧٥	٣٧٨	٣٧٩	٣٨٠	٣٨١	٣٨١	٣٨١

معاد

٢١٢

معرفت

٤٣	١٨٥	١٨٤	١٩٠	٢١١	٢٢٢	٢٥٣
٢٦١	٢٧٦	٣٢٥	٣٢٦			

لفظ

صفحة نمبر

معلول

۱۳۲، ۱۳۶

مناجات

۲۳، ۲۴

مواليد

۶۷، ۹۵، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵

میکائیل

۲۳۶، ۲۸۸، ۳۱۸، ۴۰۵

ناطق

۷۹، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۹۳، ۹۵، ۱۰۹، ۱۱۲

۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴

۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۵

۱۳۶، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۶

۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۱

۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۹

لفظ

صفحه نمبر

نفسِ کُل

۵۹، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۸، ۷۹، ۸۷، ۹۲، ۹۳،
 ۹۵، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱،
 ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۶۸، ۱۶۹،
 ۱۷۰، ۱۷۶، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶،
 ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۷،
 ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۸، ۲۴۱،
 ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۵،
 ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۷،
 ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۸،
 ۳۱۹، ۳۲۶، ۳۶۱، ۳۹۶، ۴۱۷

نفسِ لطیف

۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۱۰۲، ۱۰۸

نفسِ ناطقہ /
روح ناطقہ

۲۰، ۲۶، ۴۷، ۴۹، ۷۳، ۹۱، ۳۲۸، ۳۱۸

٢٦	٣٢	٣٩	٤٣	٨٠	٨٩	٩٠	٩١
١٠٠	١٣١	١٣٢	١٣٣	١٣٥	١٣٦	١٥٩	
١٤٠	١٤١	١٨٠	١٨١	١٨٢	١٨٣	١٨٤	
١٨٥	١٨٦	١٨٧	١٨٨	١٨٩	١٩٠	١٩١	
١٩٢	١٩٣	١٩٤	١٩٥	١٩٦	١٩٧	١٩٩	
٢٠١	٢٠٢	٢٠٣	٢٠٤	٢٠٥	٢٠٦	٢٠٧	
٢٠٨	٢٠٩	٢١٠	٢١١	٢١٢	٢٣٠	٢٣١	
٢٣٢	٢٣٣	٢٣٤	٢٣٥	٢٣٦	٢٣٧	٢٣٨	
٢٣٩	٢٤٠	٢٤١	٢٤٢	٢٤٣	٢٤٤	٢٤٥	
٢٤٦	٢٤٧	٢٤٨	٢٤٩	٢٥٠	٢٥١	٢٥٢	٢٥٦
٢٥٩	٢٦٠	٢٦١	٢٦٢	٢٦٣	٢٩٠	٣١٦	
٣٢٢	٣٢٣	٣٢٤	٣٢٥	٣٢٦	٣٢٧	٣٢٩	
٣٥٠	٣٥١	٣٥٥	٣٥٦	٣٥٧	٣٥٨	٣٥٩	
٣٥٩	٣٦٠	٣٩٢	٣٩٣	٣٩٤	٣٩٨	٤٠٢	
٤٠٣	٤٠٦	٤١٣	٤١٤	٤١٥	٤١٧		

لفظ

صفحه نمبر

نمازِ پیشین

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵

۲۰۷، ۲۰۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳

۲۳۵، ۲۳۴

نمازِ تَطَوُّع

۱۸۳

نمازِ جمعہ

۱۸۴، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹

نمازِ جنازہ

۱۸۴، ۲۳۸، ۲۵۰، ۲۵۱

نمازِ حاضر/

۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۵

نمازِ حضر

نمازِ خفتن

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۰۲، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹

۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵

صفحه نمبر

لفظ

۱۸۳

نمازِ خوف

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۰۵،
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳،
۲۳۴، ۲۳۵

نمازِ دیگر

۱۸۳، ۱۹۹

نمازِ سُنّت

۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۷،
۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۵۶

نمازِ شام

۱۹۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۷، ۲۳۰، ۲۳۱،
۲۳۲، ۲۳۳

نمازِ صبح

۱۸۱، ۱۸۴، ۲۳۰، ۲۳۱، ۳۰۰، ۴۰۲

نمازِ عید
(فطر و اَضْحٰی)

لفظ	صفحه نمبر
نمازِ فریضہ	۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۹، ۲۱۱، ۲۰۶
نمازِ کسوف	۱۸۴، ۲۲۵
نمازِ مسافر	۱۸۴، ۱۸۵
نورِ توحید	۲۲۲، ۲۲۶، ۲۲۷، ۳۱۹، ۲۰۶
نوع	۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۷۳، ۲۷۹
وتر	۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳
وحی	۲۱، ۱۳۵، ۱۵۰، ۲۸۸
وصایت	۱۱۸، ۱۶۱، ۲۰۰، ۲۱۰

لفظ

صفحه نمبر

۲۹	۶۱	۶۳	۷۲	۷۶	۸۳	۹۶	۱۳۳
۱۳۳	۱۵۳	۱۵۶	۱۶۱	۱۶۹	۱۷۰	۱۸۱	
۱۸۲	۱۹۳	۱۹۷	۲۸۸	۳۱۱	۳۱۳	۳۱۴	
۳۱۵	۳۱۸	۳۲۱	۳۲۲	۳۹۵	۳۹۶		
۳۹۷	۴۰۵						

ولایت

۲۶ ۱۶۱ ۳۱۶ ۳۳۷ ۳۹۵ ۳۹۶

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science

Knowledge for a united humanity

ولی

۶۱	۱۶۱	۱۶۳	۲۵۳	۲۶۱	۲۹۶	۳۰۰
۳۰۶	۳۵۹	۳۸۲	۳۹۳	۳۹۵	۳۹۶	
۳۹۷	۳۹۸	۴۰۰	۴۰۱	۴۱۸		

Table of Contents

تصنیفات پروفیسر ڈاکٹر علامہ نصیر الدین ہونزائی

مکمل فہرست

چہل حکمت شکر گزاری	۱۶	آٹھ سوال کے جواب	۱
چہل کلید	۱۷	الجاس المغربیہ *	۲
حروفِ مقطعات *	۱۸	امام شناسی I	۳
حقائقِ عالیہ	۱۹	امام شناسی II	۴
حقیقی دیدار	۲۰	امام شناسی III	۵
حکمتِ تسمیہ اور اسمائے اہل البیت	۲۱	ایثار نامہ	۶
حکیم پیر ناصر خسرو اور روحانیت	۲۲	تجرباتِ روحانی	۷
درختِ طوبی *	۲۳	تجلیاتِ حکمت	۸
دعا مغزِ عبادت (فلسفہ دعا)	۲۴	ثبوتِ امامت	۹
ذکرِ الہی	۲۵	جماعتِ خانہ	۱۰
رموزِ روحانی	۲۶	جنگِ خصوصی انٹرویو	۱۱
رُوح کیا ہے؟	۲۷	جوہرِ حقائق	۱۲
روحانی سائنس کے عجائب و غرائب	۲۸	چالیس سوال	۱۳
زبورِ عاشقین	۲۹	چمراغِ روشن اور حکیم پیر ناصر خسرو	۱۴
زبورِ قیامت *	۳۰	ایک علمی کائنات	۱۵
ساٹھ سوال	۳۱	چہل حکمتِ جہاد	۱۵

علمی خزانہ ۷ (پینچ مقالہ)	۵۲	سپاسنامہ	۳۲
عملی تصوف اور روحانی سائنس	۵۵	سراج القلوب	۳۳
فتانوں کُل	۵۶	سلسلہ نورِ امامت	۳۴
فترآن اور روحانیت	۵۷	سوسوال I	۳۵
فترآن اور نورِ امامت	۵۸	سوسوال II	۳۶
فترآن پاک اسمِ اعظم میں	۵۹	سوسوال III	۳۷
فترآنی مینار	۶۰	سوسوال IV	۳۸
قرۃ العین	۶۱	سوغاتِ دانش	۳۹
قوانینِ فترآن	۶۲	شہدِ بہشت	۴۰
I کارنامہ زرین	۶۳	صنادیقِ جواہر I	۴۱
II کارنامہ زرین	۶۴	صنادیقِ جواہر II	۴۲
III کارنامہ زرین	۶۵	صنادیقِ جواہر III	۴۳
★ IV کارنامہ زرین	۶۶	عشقِ حقیقی	۴۴
کتابِ العلاج	۶۷	عشقِ سماوی	۴۵
(قرآنی علاج، علمی علاج اور روحانی علاج)		عطرافشان	۴۶
کوزہ کوشر	۶۸	علم کی سیڑھی	۴۷
گلبائے بہشت	۶۹	علم کے موتی	۴۸
گنچ گجرانمایہ	۷۰	علمی بہار (درسِ مکرر)	۴۹
لب لباب	۷۱	علمی خزانہ I (پینچ مقالہ)	۵۰
لعلِ دگوہر	۷۲	" II	۵۱
مطالعہ روحانیت و خواب	۷۳	" III	۵۲
معرراجِ روح	۷۴	" IV	۵۳



www.monoreality.org

ISBN 1-903440-03-3



9 781903 440032